عباد الرحمٰن

تذکرہ مشائخ بھرچونڈی شریف

سید مغفور القادری رحمۃ اللہ علیہ

تقسیم کار
فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور ۲

تذکرہ مشائخ بھرچونڈی شریف

سید مغفور القادری رحمۃ اللہ علیہ

تقسیم کار
فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور ۲

نام تالیف ــــــــ عبادالرحمٰن
مولف ــــــــ پیر سیّد مغفورُ القادری
اشاعت ــــــــ دوم ۱۹۹۱ء
ناشر ــــــــ سیّد محمّد فارُوق القادری ایم۔اے
قیمت ــــــــ Rs 30/.00

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى
الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ
قَالُوْا سَلٰمًا ۝ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ
سُجَّدًا وَّقِيَامًا ۝

رحمان کے (اصلی) بندے وہ ہیں جو زمین پر نرم چال چلتے ہیں
اور جاہل ان کے منہ آئیں تو کہہ دیتے ہیں کہ تم کو سلام۔ جو
اپنے رب کے حضور سجدے اور قیام میں راتیں گزارتے ہیں۔

انتساب

مجاہد ملت حضرت مولانا

پیر عبدالرحیم صاحب

دامت برکاتہم العالیہ سجادہ نشین دربار عالیہ بھرچونڈی شریف

کے ——— نام

جن کی عظیم اور ہمہ گیر شخصیت اس قحط الرجال
میں روشنی کا مینار ہے۔

یہی کچھ ہے ساقی متاع فقیر
اسی سے فقیری میں ہوں میں امیر

سید مغفور القادری

آستان شاہ آباد شریف من مضافات
گڑھی اختیار خاں ضلع رحیم یار خاں
۲ر جون ۱۹۶۹ء

فہرست مضامین

مقدمہ

عالم انسانیت کا سب سے بڑا اہم مسئلہ بلکہ فریضہ یہ ہے کہ اعلیٰ اقدار اور بہترین اخلاق و عادات کی زیادہ سے زیادہ ترویج اور نشرو اشاعت کی جائے ۔ اس کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں انسانی اخلاق و اقدار کے بہترین عملی نمونے دنیا کے سامنے پیش کئے جائیں ۔ اس موضوع پر زیادہ سے زیادہ کتابیں لکھی اور شائع کی جائیں اور معلوم انسانی تاریخ میں اعلیٰ اخلاق و اوصاف کے حامل اور ان کے پیامبروں کی مبارک زندگیوں کے حالات و واقعات کی نشرو اشاعت کی جائے ۔

ابتدائے آفرینش سے دنیائے انسانیت دو عظیم مسئلوں سے دوچار ہے ہر چند حضرت انسان نے ہواؤں کو مسخر کر لیا چاند اس کا معمولی شکار قرار پا گیا ہے مگر یہ دو مسائل اپنی شدت اور اہمیت کے اعتبار سے گھٹنے کی بجائے برابر بڑھ رہے ہیں یہ مسائل ہیں بھوک اوز افلاس سے عدم تحفظ اور امن و آشتی کی آرزو ' ہر دور کا انسان کبھی اپنے طور پر اور کبھی آسمانی ہدایت کی روشنی میں برابر ان مسائل کے حل کے لیے کوشاں رہا ہے پوری طرح مطمئن نہ ہو کر وہ مغرب کی سائنس اور ٹیکنالوجی کی طرف دیوانہ وار لپکا کہ شاید اسے اپنے درد کا شافی درماں یہیں سے مل سکے لیکن افسوس کہ اس کا یہ خواب بھی سراب ثابت ہوا ایک صدی کے تلخ تجربات نے اسے آج یہ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ انسانی جسم کی سہولت اور وقتی فائدے کی خاطر

سائنس نے بلاشبہ بہت مفید ایجادات اور اضافے کئے ہیں تاہم انسانیت کو اس کی حقیقی منزل جو یقیناً امن و آشتی اور انسانی بنیادی ضروریات کے ساتھ ساتھ ایک ہمدرد، غمگسار، خیرخواہ اور جنت نظیر معاشرے سے کوسوں دور کر دیا ہے آج کا انسان جہاں اخلاقی اور روحانی اعتبار سے وحشی دور کو بھی پیچھے چھوڑ گیا ہے ٹھیک وہاں اس نے اپنے آپ کو مادی اعتبار سے بھی تباہی و بربادی کے نشانے پر لا کھڑا کیا ہے ۔ اس دردناک صورتحال نے پوری دنیا کے مفکرین کو سوچنے پر مجبور کردیا ہے کہ غالباً انسانی زندگی کے طوفان کے آگے بند باندھنے یا اس کا رخ موڑنے کے لئے مذہب اور عقیدے سے زیادہ موثر و مفید اور کوئی ذریعہ نہیں ہے ۔ یہی وہ طاقت ہے کہ اسے رہنما بنا کر انسانی زندگی کی حقیقی منزل تک پیش رفت کی جاسکتی ہے اس کے سوا دوسرے تمام راستے نہ صرف یہ کہ اصل منزل تک پہنچنے کے لئے مسدود ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ دوسرے تمام راستے اصل منزل سے مزید دوری کا سبب ثابت ہوئے ہیں اور ہورہے ہیں ۔

ظاہر ہے کہ ان حالات میں وہی نظریہ تمام دکھوں کا علاج ثابت ہوسکتا ہے جس میں ماؤ شما کی تمیز نہ ہو جو کالے گورے اور عربی عجمی میں تفریق کا روادار نہ ہو جس میں شاہ و گدا، امیرو غریب برابر اور شانہ بشانہ کھڑے ہوں جو **الخلق عیال اللہ** (ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے) کا عالمگیر نظریہ پیش کرکے دنیائے انسانیت کو ایک ہی گھرانے اور کنبے کے افراد قرار دیتا ہو، جہاں ایک فرد کے پاؤں میں کانٹا چبھے تو اس کی کسک سارا خاندان محسوس کرتا ہو گویا۔

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

حضرت سعدی کے الفاظ میں صورت حال کچھ یوں ہے

بنی آدم اعضائے یکدیگر اند، کہ در آفرینش زیک جوہر اند

چوں عضو بدرد آورد روزگار' دگر عضوہا را نماند قرار

یہ آفاقی نظریہ اسلام نے پیش کیا سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا معاشرہ قائم فرمایا جسے چودہ سو سالہ تاریخ اسلام میں ہر دور کے صوفیا اور فقراء نے اپنے عمل و کردار سے اسے زندہ و تابندہ رکھا' حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کے یہ الفاظ ہمارے اسی مثالی طرز حیات کا تعارف کراتے ہیں آپ نے فرمایا۔

یکے خار نہد تو ہم خار نہی ایں دنیا خار خار باشد '......

میان مرداں ہم چنیں است کہ بانغزاں نغزای
باکوزاں کوزای اما میان درویشاں ہم چنیں نیست
کہ بانغزاں نغزئی باکوزاں ہم نغزی است

" اگر کوئی کانٹا رکھے اور تو بھی اس کے بدلے میں کانٹا رکھے تو کانٹے ہی کانٹے ہو جائیں گے ۔ عام لوگوں کا دستور تو یہ ہے کہ اچھے کے ساتھ اچھا اور برے کے ساتھ برا پیش آتے ہیں مگر درویشوں کا دستور یہ نہیں ہے یہاں نیک و بد دونوں کے ساتھ نیک ہونا چاہئے۔

مشائخ کرام کے دستور العمل کا سرمایہ یہ رہا ہے۔

ہر کہ مارا رنجہ داد راحتش بسیار باد
ہر کہ مارا یار نبود ایزد اورا یار باد

ہر کہ خارے افگند در راہ ماز دشمنی
ہر گلے کز باغ عمرش بشگفد بے خار با

مرشدنا سید العارفین حضرت حافظ صدیق رحمتہ اللہ علیہ بانی خانقاہ بھرچونڈی شریف نے ایک دفعہ لنگر عالیہ سے متعلق اپنے ایک مرید سے انتہائی دردمندی اور

گلوگیر آواز میں فرمایا کہ " میرے بھائی ! بعض اوقات مجھے بھوک ستاتی ہے سب کچھ آپ لوگوں (لنگر) کا ہے اگر میرے پاس کچھ ہو تو میں کچھ چنے لے کر کسی برتن میں رکھ دوں تاکہ بھوک کی صورت میں خود بھی کھاؤں اور سفر پر جانے والے درویشوں کو بھی اس میں سے دے دیا کروں " اتفاق سے فقیر مذکور کی جیب میں پانچ آنے کی معمولی رقم موجود تھی جو اس نے کہیں سے مزدوری کر کے کمائی تھی اس نے پانچ آنے جیب سے نکال کر پیش کئے جو آپ نے بخوشی قبول فرما لئے ۔ ۲

حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ آپ اکثر روزہ سے ہوتے بعض دفعہ سحری کے وقت خواجہ عبدالرحیم (خادم) کھانا لے کر جاتے اور عرض کرتے حضور ! آپ نے افطاری کے وقت بہت ہی کم کھایا تھا سحری کے وقت کچھ تناول نہ فرمائیں گے تو ضعف بڑھ جائے گا ۔ یہ سن کر آپ زار و قطار رونے لگے اور فرمایا ۔

" چندیں مسکیناں و درویشاں در کنج ہائے مساجد و گرسنہ و فاقہ زدہ اند ایں طعام در حلق چگونہ فرد رود " ۔ ۳

" کتنے مسکین اور درویش مساجد کے کونوں اور بازاروں میں بھوکے پڑے ہوئے ہیں بھلا یہ کھانا میرے حلق سے کیوں کر اتر سکتا ہے " ۔

ایک انسان کو بہتر انسان بنانا ' اسے تمام اخلاقی صفات سے آراستہ کرنا ' اسے خدمت گزار ' ہمدرد ' رضا کار ' خدا ترس ' جفاکش ' بردبار ' ایثار پیشہ ' نرم دل اور نرم خو بنانا ایسا آسان کام نہیں جو چٹکیوں میں کر لیا جائے قارئین سے مخفی نہیں کہ انسان کو سکھانا او سدھانا سانپ کو سکھلانے سدھانے سے کہیں مشکل ہے ' اس لئے ضرورت تھی کہ بڑے بڑے ادارے ہوں جہاں انسان کو انسان بنانے کی عملی تربیت گاہیں قائم ہوں ' کیونکہ ۔ آدمی کو بھی میسر نہیں انسان ہونا ۔

یہ اسلام کا اعجاز ہے کہ جب تک اس کی حکومتیں مثالی (خلافت راشدہ) رہیں

تو یہ حکومتیں اس عظیم الشان کام کے خود بڑے ذمہ دار ادارے کی حیثیت رکھتی تھیں مگر جونہی یہ مثالی حکومتیں ختم ہوئیں اور بادشاہوں کے پاس منتقل ہوگئیں تو اسلام کے ان اعلیٰ اخلاقی اور روحانی اداروں کی سنبھال اور دیکھ بھال کے لئے ہزاروں کی تعداد میں صوفیا اور مشائخ میدان عمل میں نکل آئے انہوں نے دنیا کے گوشے گوشے میں اپنی خانقاہیں قائم کرلیں' اپنی بے نفسی' منکسر مزاجی اور فکر و عمل کی پاکیزگی کے ذریعے انسانیت کی خدمت میں مصروف ہوگئے' اگر ہمارے پاس تصوف اور روحانیت کا یہ عظیم الشان ادارہ نہ ہوتا تو جہاں اسلام (معاذ اللہ) اپنی کشش کھو چکا ہوتا' وہاں دنیا بھی کب کی نفسانیت ہوا و حرص' چھینا جھپٹی اور زر پرستی کے اندھیروں میں مبتلا ہو کر اپنی حقیقی منزل کا نشان گم کرچکی ہوتی اور کچھ عجب نہیں کہ بے شمار علاقوں سے اقتدار کے خاتمے کے بعد مسلمان اپنا بستر بوریا لپیٹ چکے ہوتے۔

تصوف کیا ہے؟

اسلام کے عملی پہلو تزکیہ نفس اور تصفیہ اخلاق کا نام تصوف ہے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت مبارکہ کا مقصد یہی بیان فرمایا ہے ارشاد ہوا۔

بعثت لاتمم مکارم الاخلاق میں اخلاقی محاسن کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں

اخلاقی زندگی کے دو رخ ہیں۔ ایک انسان کا دوسرے انسان سے بہتر رشتہ' اور دوسرے انسان کا اپنے خالق حقیقی سے بہتر رشتہ' ان دونوں رشتہ کے حقوق کی بہتر ادائیگی کا نام تصوف ہے' حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے مختلف علوم و فنون میں کمال حاصل کرنے اور انہیں چھاننے کھنگالنے کے بعد فرمایا۔

ان الصوفیہ ہم السالکون لطریق اللہ تعالی خاصتہ و ان سیرتھم احسن السیر و طریقتھم اصوب الطرق و اخلا قہم از کی الاخلاق بل لو جمع عقل العقلاء و حکمتہ الحکماء علم الواقفین علی اسرار الشرع من العلماء لیغیر و اشیاء من سیرھم و اخلاقھم ویبد لوہ' بما ھو خیر منہ لم یجدو الیہ سبیلا' فان جمیع حرکاتھم'

وسکناتہم فی ظاہر ہم و باطنہم انوار النبوۃ علی وجہ الارض نور یستضاء بہ ○ ۔

" صوفیائے کرام بالخصوص اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلنے والے ہیں ان کی سیرت سب سے اچھی ' ان کا راستہ سب سے سیدھا ' ان کے اخلاق بہترین اخلاق ہیں ' اگر سارے دانشمندوں کی عقل ' فلسفیوں کا فلسفہ اور شریعت کے رموز جاننے والے علماء کا علم جمع کر لیا جائے تاکہ ان کی سیرت یا اخلاق میں کچھ تبدیلی کر دیں یا اسے بہتر چیز سے بدل دیں تو انہیں اس کی گنجائش نہیں ملے گی ' اس لئے کہ ان کی تمام حرکات و سکنات ظاہر و باطن میں نور نبوت کے چراغ سے ماخوذ ہیں اور روئے زمین پر نبوت کے سوا ایسا کوئی نور نہیں ہے جس سے روشنی حاصل کی جا سکتی ہو " ۔

تصوف کے بارے میں خود تصوف کے ائمہ اکابرین کیا فرماتے ہیں ملاحظہ ہو ۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

" ایں راہ کسے یابد کہ کتاب بردست راست گرفتہ باشد و سنت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم بردست چپ و در روشنائی ایں دو شمع مے رود تا نہ در مغاک شبہت افتد و نہ در ظلمت بدعت " ۔ ۴

یہ راہ تو صرف وہی پا سکتا ہے جس کے دائیں ہاتھ میں قرآن اور بائیں ہاتھ میں سنت رسول ہو ' اور وہ ان دو چراغوں کی روشنی میں راستہ طے کرے تاکہ نہ شبہات کے گڑھوں میں گرے اور نہ بدعت کی تاریکی میں بھٹکے " ۔

شیخ ابوبکر طمستانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

" الطریق واضح و الکتاب و السنتہ قائم بین اظہرنا " ۵ ۔

" راستہ واضح ہے اور کتاب و سنت ہمارے سامنے ہیں " ۔

حضرت شیخ نصیرالدین چراغ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

(مشرب پیر) .... حجت نمی شود دلیل از کتاب و سنت مے باید ۔ ۶

پیر کا مسلک حجت نہیں ہے دلیل قرآن و حدیث سے ہونی چاہیے ۔

حضرت شاہ کلیم اللہ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

" اے برادر تفاوت مراتب فقرا اگر امروز خوا ہی کہ دریابی بجانب شریعت او نگاہ کن کہ شریعت معیار است " ۔ ۷۔

" میرے بھائی اگر آج تم فقرا کے مدارج دیکھنا چاہتے ہو تو شریعت پر ان کے عمل سے اسبات کا اندازہ لگا لو کیونکہ معیار شریعت ہے "۔

حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

" پیر چناں باید کہ در احکام شریعت و طریقت و حقیقت عالم باشد و چوں ایں چنیں باشد او خود ہیچ نامشروع نہ فرماید " ۔ ۸۔

" پیر ایسا ہونا چاہئے جو شریعت ' طریقت اور حقیقت کے احکام کا عالم ہو وہ ایسا ہو گا تو خود کسی ناجائز امر کے بارے میں نہیں کہے گا۔ "

ابو الحسین نوری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

التصوف ترک کل حظ للنفس ۹۔

" تصوف نفس کی تمام خواہشات چھوڑنے کا نام ہے۔ "

ابو علی قزوینی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

" التصوف هو الا اخلاق المرضیته " ۔ ۱۰۔

" تصوف پسندیدہ اخلاق کا نام ہے۔ "

ابو محمد الجریری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

التصوف الدخول کل خلق سنی والخروج منی کل خلق دنی ۔ ۱۱۔

" تصوف ہر اچھی خصلت اپنانے اور ہر بری عادت سے بچنے کا نام ہے۔ "

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کو ایک آفاقی پیغام کی حیثیت سے پیش کیا تھا۔ اس پیغام کا سارا پروگرام عدل ' انصاف مساوات اور ایک فلاحی معاشرے کے قیام پر مبنی تھا۔ خلافت راشدہ کے بعد اس پروگرام کی قیادت اور سیادت ہمیں

صوفیاء کے ہاں نظر آتی ہے انہوں نے انسانیت کو ایک کنبہ قرار دے کر بلا تفریق رنگ و نسل ' مذہب و ملت ' خدمت کو اپنا شعار بنایا تبلیغ کے سلسلے میں انہوں نے خاص طور پر دور دراز ممالک میں جس حکیمانہ ژرف نگاہی اور دور اندیشی سے کام لیا ' وہ انہی کا حصہ ہے انہوں نے ہر قوم کی مخصوص سماجی و ثقافتی روایت سے براہ راست ٹکر یا تصادم کی بجائے خود ان سے تبلیغ کا کام لیا۔ یہی وجہ ہے کہ بعض دفعہ انہیں نسبتاً غیر اولیٰ طریقے اختیار کرنے پڑے چونکہ ان کی پشت پر کوئی سیاسی قوت موجود نہیں تھی اس لئے وہ ایسا کرنے میں حق بجانب تھے۔

ہمیں حیرت ہے کہ ہمارے بعض جدید قسم کے مفکرین ' صوفیا کے انداز تبلیغ پر نکتہ چینی کرتے نہیں تھکتے آخر وہ کیوں نہیں سوچتے کہ بالفرض بقول آپ کے صوفیاء کی یہ اپاہج تبلیغ بھی نہ ہوتی تو برصغیر میں آپ کی پوزیشن کیا ہوتی ؟ اور کیا برابری کی بنیاد پر کسی قسم کی گفتگو کرنے کے آپ اہل بھی ہوتے ؟ ہمیں یہ بات تسلیم ہے کہ تصوف کے راستے سے کچھ خرابیاں آئیں مگر ہمارے پاس اساطین صوفیاء کی مدون کردہ اصول و فروع پر بے شمار بنیادی کتابیں موجود ہیں جن کی روشنی میں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کرنا ذرا بھی مشکل نہیں۔ تصوف کے راستے سے آنے والی معمولی خرابیاں دفع کی جاسکتی ہیں مگر تصوف کے برس ہا برس بعد شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی زیر قیادت بظاہر جو اصلاحی تحریک اٹھی چند برسوں میں اس کا نتیجہ کیا نکلا یہی نا کہ اس کے داعیوں نے اس مہذب دور میں دنیا کے نقشے پر ایک جدید ملوکیت نما شہنشاہی کی بنیاد رکھ دی۔ آج کس کے منہ میں زبان ہے کہ وہ اتنی بڑی گمراہی کے خلاف ایک لفظ بھی زبان سے نکال سکے۔

تصوف کی بنیادی کتابوں کی ترتیب اس طرح قائم کی جاسکتی ہے۔

کتاب اللمع فی التصوف	ابو نصر سراج رحمتہ اللہ علیہ	م ۳۷۸ھ
التعرف لمذہب اہل التصوف	ابو بکر الکلا باذی رحمتہ اللہ علیہ	م ۳۸۵ھ
قوت القلوب	ابو طالب مکی رحمتہ اللہ علیہ	م ۳۸۶ھ

طبقات الصوفیہ	عبدالرحمٰن السلمی رحمتہ اللہ علیہ م ۴۱۲ ھ
حلیتہ الاولیاء	ابو نعیم الاصفہانی رحمتہ اللہ علیہ م ۴۳۰ ھ
الرسالتہ القشیریہ	ابو القاسم قیشری رحمتہ اللہ علیہ م ۴۶۵ ھ
کشف المحجوب	سید علی عثمان ہجویری رحمتہ اللہ علیہ م ۴۷۰ ھ
فتوح الغیب	سید عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ م ۵۶۱ ھ
تذکرہ الاولیاء	شیخ فرید الدین عطار رحمتہ اللہ علیہ م ۶۲۰ ھ
عوارف المعارف	شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ م ۶۳۲ ھ

خانقاہ بھرچونڈی شریف کا مختصر تعارف

بھرچونڈی کے لفظ سے پورے طور پر آگاہی نہ ہونے کی وجہ سے " عباد الرحمٰن " مطبوعہ ۱۹۶۹ء کے مقدمے میں ہم نے مختلف قیاس آرائیاں کی تھیں ' حال ہی میں ایک فاضل دوست نے تاریخی اعتبار سے اس بات کی وضاحت کی کہ بھرچونڈی سمہ قوم کے مختلف قبیلوں (پاڑوں) میں سے ایک قبیلہ (پاڑہ) ہے چونکہ حضرت حافظ الملت حافظ محمد صدیق علیہ الرحمتہ (م ۱۳۰۸ھ) کا ننھیالی تعلق سمہ قبیلے سے ہے اور غالباً اسی بنا پر آپ اپنی قوم بھی سمہ یا سمیجہ لکھواتے کہلواتے رہے چنانچہ آج تک یہ خاندان سمہ قبیلہ کی ایک شاخ سمجھا جاتا ہے ' قرین قیاس ہے کہ آپ کا انتہائی رشتہ قبیلے کی جس شاخ سے قائم ہوا وہ غالباً بھرچونڈ کہلوانے والی شاخ تھی اس نسبت سے آپ کے مسکن مبارک کا نام بھرچونڈی پڑا ۔

اندازہ ہے کہ حضرت حافظ الملت رحمتہ اللہ علیہ نے ۵۷ ـ ۱۲۵۸ھ کے لگ بھگ اپنی خانقاہ کی بنیاد رکھی ۔ آپ اپنے مرشد قطب عالم حضرت سید محمد حسن شاہ جیلانی رحمتہ اللہ علیہ (خانقاہ عالیہ سوئی شریف) کے وصال ۱۲۵۴ھ تک متفقہ رائے کے مطابق سوئی شریف ہی میں رہے بلکہ حضرت جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ان کے جانشین زبدۃ السالکین حضرت میاں محمد حسین بھورل سائیں رحمتہ اللہ

علیہ کے دور میں بھی (جو مختصر دور تھا) سوئی شریف ہی میں رہے ایک محتاط اندازے کے مطابق بھرچونڈی شریف بطور ایک روحانی خانقاہ کے ۱۲۶۰ھ سے پہلے پہلے قائم ہو چکی تھی۔

حضرت حافظ الملت رحمتہ اللہ علیہ کی شخصیت

خدمت اور آپ کے تبلیغی اثرات

حضرت حافظ الملت رحمتہ اللہ علیہ نے قرآن مجید حفظ کیا' دینی علوم کی تکمیل کی اور اپنے مرشد حضرت جیلانی رحمتہ اللہ علیہ سے سلوک و عرفان کی تمام منازل انتہائی مختصر عرصہ میں طے کر لئے' بیان کیا جاتا ہے کہ آپ پیدائشی اعتبار سے فطرت سلیمہ کے مالک یعنی ولایت و عرفان کے بلند درجے پر فائز تھے۔ انگریزی سامراج کے تسلط اور اسے برقرار رکھنے کی خاطر ظلم بربریت نے مسلمان قوم کو ہلا کر رکھ دیا تھا' عوامی طور پر مدارس اور خانقاہوں پر ہو کا عالم طاری تھا کہیں کوئی معمولی سی روشنی کی لکیر ابھرتی تو مکار انگریز اسے پوری قوت سے ملیا میٹ کر دیتا' اس پر آشوب اور انتہائی انحطاط اور زوال کے دور میں حضرت حافظ الملت رحمتہ اللہ علیہ شمال مغربی ہندوستان میں روشنی کا ایک ایسا شعلہ جوالہ بن کر اذبھرے جس نے بالآخر برصغیر کے انگریزی استعمار کو ہمیشہ کے لئے جھکنے پر مجبور کر دیا۔

آپ کی ذات اس دھرتی پر رب کریم کا عطیہ تھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع کرتے ہوئے کسی بیرونی آمیزش کے بغیر خالص عربی اسلام کو آپ نے بڑے طنطنے کی ساتھ پیش کیا اس آواز میں ایسا سحر تھا کہ اس کی پکار پر شمال مغربی ہندوستان (متحدہ) میں زبردست دینی بیداری کی لہر پیدا ہو گئی۔ علماء' صوفیاء اور فقراء کے علاوہ زندگی کے ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے عوام و خواص دیوانہ وار اس آواز کی طرف لپکے تقریباً تین لاکھ آدمیوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی' بارہ بزرگ

خلافت و اجازت سے نوازے گئے۔

انگریز استعمار اور حافظ الملت رحمتہ اللہ علیہ

بادی النظر میں شاید یہ بات تعجب خیز معلوم ہو کہ ایک خانقاہ نشین صوفی کا انگریز ایسی جہانگیر و جہانداد قوت سے ٹکرانا ' تصوف تو لوریاں دے کر اور تھپک تھپک کر سلانے کے لئے بدنام ہے مگر یہ بوریا نشین صوفیاء کی تاریخ سے ناواقفیت کی دلیل ہے تاریخ شاہد ہے کہ انہی بوریا نشینوں نے ہر دور میں ظالم و جابر بادشاہوں کی آنکھوں میں آنکھیں ملا کر کلمہ الحق کی آواز بلند کی ہے اس سلسلے میں دار و رسن ' تیغ و تفنگ اور ظلم و ستم سہنے اور برداشت کرنے کی زریں تاریخ بھی اسی گروہ نے اپنے لہو سے لکھی ہے۔

اگر برصغیر کی تاریخ بالخصوص انگریز کے خلاف جدوجہد کی کہانی سے کسی کی آنکھیں بند نہیں ہیں تو اسے اس بات سے آگاہی ہونی چاہئے کہ برصغیر میں حضرت حافظ الملت رحمتہ اللہ علیہ کی خانقاہ ہی وہ منفرد ادارہ تھی جہاں پوری شدومد سے انگریزی استعمار کے خلاف مجاہدین کا لشکر تیار ہوا۔

مولانا عبید اللہ سندھی کی جدوجہد ' جلاوطنی اور انگریز کے خلاف عالمی سطح پر مؤثر مساعی جمیلہ کو کون نہیں جانتا لیکن شاید یہ بات ہر شخص کو معلوم نہ ہو کہ مولانا سندھی اپنی اس جدوجہد اور کدوکاوش کو اپنے مرشد کی نگاہ کیمیا اثر کا نتیجہ قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

" اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جس طرح ابتدائی عمر میں اسلام کی سمجھ آسان ہو گئی تھی اسی طرح کی خاص رحمت کا اثر یہ بھی ہے کہ سندھ میں حضرت حافظ محمد صدیق صاحب (بھرچونڈی والے) کی خدمت میں پہنچ گیا جو اپنے وقت کے جنید اور بایزید تھے ' چند ماہ ان کی صحبت میں رہا اس کا فائدہ یہ ہوا کہ اسلامی معاشرت میرے

لئے اس طرح بیعت ثانیہ بن گئی جس طرح ایک پیدائشی مسلمان کی ہوتی ہے ۔ ایک روز آپ نے میرے سامنے لوگوں کو مخاطب فرمایا (غالباً مولانا ابوالحسن تاج محمود امروٹی بھی موجود تھے) کہ عبداللہ نے ہم کو اپنا ماں باپ بنایا ہے ۔ اس کلمہ پاک کی تاثیر خاص طور پر میرے دل میں محفوظ ہے میں انہیں اپنا دینی باپ سمجھتا ہوں اس لئے سندھ کو اپنا مستقل وطن بنایا یا بن گیا میں نے قادری ' راشدی طریقہ میں حضرت سے بیعت کرلی تھی اس کا نتیجہ یہ محسوس ہوا کہ بڑے سے بڑے انسان سے بہت کم مرعوب ہوتا ہوں " ۔ ١١ے

مولانا سید تاج محمود امروٹی ' خلیفہ غلام محمد دین پوری رحمتہ اللہ علیہما وغیرہ اپنی اپنی جگہ انگریز کے خلاف مضبوط اور نتیجہ خیز ادارے تھے ۔ جنہوں نے بالاخر انگریز کو برصغیر سے نکلنے پر مجبور کردیا یہ سارا مسالہ حضرت حافظ الملت رحمتہ اللہ علیہ کی بھٹی میں تیار ہوا ۔ الغرض آپ ایک روایتی خانقاہ نہیں تجدیدی انداز کے بزرگ تھے اور آپ کی انگلیاں ملت اسلامیہ کی نبض پر تھیں ۔

تعمیر مسجد اور قیام لنگر

آپ نے سب سے پہلے مسجد کی بنیاد رکھی ' ہر وارد و صادر کے لئے لنگر قائم فرمایا جہاں دونوں وقت ماؤشما کی تمیز کے بغیر دال دلیہ تیار ملتا ' یہ لنگر صرف دو وقت کے کھانے تک محدود نہیں تھا بلکہ اس کی صورت بیت المال کی تھی جہاں تمام آمدنی اور فتوحات جمع ہوتیں ' حاضر باش فقرا اشتراک محنت کے اصول پر اپنی ساری کمائی اس میں جمع کرتے اور پھر ضرورت مندوں کو حسب ضرورت نقد ' جنس ' غلے اور کپڑے وغیرہ کی صورت میں امداد دی جاتی ' اس کے ساتھ آپ نے تعلیم القرآن کا مدرسہ قائم فرمایا جہاں سینکڑوں طالب علم شبانہ روز قرآن مجید کی تعلیم میں معروف رہتے ۔

آپ عمر بھر متاہلانہ بکھیڑوں سے آزاد رہے ۔ درویشی اور سادگی آپ کا

طرۂ امتیاز تھی فقراء کے ساتھ مل کر کھانا ' درویشوں کے ساتھ رہنا اور اٹھنا بیٹھنا آپ کے امتیازی خصوصیات تھے۔

مسلمانوں کا یہ عظیم قائد اور شریعت و سنت کا پیکر ایک بھرپور زندگی گزارنے کے بعد ۱۳۰۸ھ کو واصل بحق ہوا۔ تو بھرچونڈی شریف کا نام برصغیر کے کونے کونے میں گونج رہا تھا ' آپ کے بعد آپ کے حقیقی بھتیجے شیخ المشائخ حضرت حافظ محمد عبداللہ علیہ رحمہ آپ کے جانشین ہوئے۔

بھرچونڈی شریف کا دوسرا دور

شیخ المشائخ حضرت حافظ محمد عبداللہ رحمتہ اللہ علیہ کو قدرت نے گوناگوں خوبیوں سے نوازا تھا آپ کی نگاہ میں ایسی تاثیر تھی کہ جو دیکھتا ہمیشہ کے لئے آپ کا ہو کر رہ جاتا اس لئے نادان لوگ آپ کو جادوگر بھی کہتے تھے آپ اعلیٰ درجے کے منتظم اور نفسیات دان تھے ' آپ نے بھرچونڈی شریف کی جماعت میں کئی گناہ اضافہ کیا۔ جماعت میں اتحاد مرکزیت اور اپنے مرکز سے لافانی محبت و عقیدت کا ایسا صور پھونکا جسے وقت کا گرداب کجلانے اور گہنانے کی بجائے آب و تاب بخش رہا ہے۔

آپ نے لنگر اور تعلیم القرآن کا سلسلہ وسیع بنیادوں پر قائم کیا ' سینکڑوں طلباء ہروقت قال اللہ اور قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مصروف رہتے۔ آپ نے ایک وسیع کتب خانہ قائم کیا ' دو خوشنویس ہمہ وقت قلمی کتابوں کی نقل میں مصروف رہتے ایک جلد ساز ہروقت ان کتابوں کو آراستہ و پیراستہ کرنے میں مصروف رہتا ' علمائے کرام ' مفتیان عظام اور حفاظ کرام پروانوں کی طرح ٹوٹے پڑتے ' استاذ العلماء مفتی عبدالکریم ہزاروی ' سراج الفقہا ' مفتی سراج احمد مکھن بیلوی ' رئیس العلماء سید سردار احمد قادری رحمتہ اللہ علیہ ایسے نامور مشاہیر مستقلاً" درگاہ عالیہ میں قیام پذیر تھے ان حضرات کی جملہ ضروریات انتہائی باوقار اعزازیئے لنگر کی طرف سے پیش ہوتے بڑے بڑے مسائل کے ساتھ چھوٹے چھوٹے مسائل پر بھی پوری تحقیق اور

چھان پھٹک ہوتی۔

حضرت شیخ ثانی رحمتہ اللہ علیہ قدرت کی طرف سے شہ دماغ لے کر آئے تھے آپ نے مسجد شریف میں سنگ مرمر کے ستون لگوائے یہ ستون اس دور میں ریاست جیسلمیر کے علاقے سے تیار ہو کر آتے تھے' مسجد کی تزئین و آرائش کرائی۔ حضرت حافظ الملت رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر وسیع خوبصورت بلند ہشت پہلو روضہ تیار کرایا مسجد کے سامنے مہمان خانے اور بنگلہ تیار کرایا روضہ مبارک کے سامنے وضو کے لئے پختہ حوض جو دہ در دہ کے فقہی اصول پر بنایا گیا ہے مکمل کرایا' عید گاہ بنوائی' عید گاہ سے متصل افسران اور زمینداروں وغیرہ کے لئے جداگانہ بنگلہ بنوایا تاکہ یہ لوگ آزادی سے خانقاہ کی خالص دینی و شرعی ماحول سے باہر رہ سکیں۔ آپ سارا وقت باہر بنگلے میں گزارتے آپ نے اپنی درویشی' سادگی مگر گوناگوں خوبیوں اور خداداد شاہانہ تمکنت کی بنا پر اپنی جماعت میں اپنی محنت اور وارفتگی کے وہ نقوش چھوڑے جن کی یاد صدیوں تک باقی رہے گی۔ آپ ۱۳۴۶ھ میں واصل بحق ہوئے۔

تیسرا دور

زباں پہ بار خدایا! یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بو سے میری زباں کے لئے

اس مبارک دور کا آغاز مجاہد اسلام ناصر تحریک پاکستان شیخ المشائخ حضرت پیر عبدالرحمٰن رحمتہ اللہ علیہ کی مسند نشینی سے ہوا۔ ہمارے لئے ممکن نہیں کہ ایک آدھ صفحے پر حضرت کی کوہ گراں شخصیت اور آپ کے زریں کارناموں کا مکمل تعارف کراسکیں (اس موضوع پر ہماری مستقل کتاب عنقریب شائع ہو رہی ہے) تاہم آپ کے ذکر کے بغیر یہ تعارف خود نامکمل رہے گا اس لئے چند جھلکیاں پیش خدمت ہیں۔

یہ دور آپ کی مسند نشینی یعنی ۱۳۴۶ھ سے آپ کے وصال یعنی ۱۳۸۰ھ تک کا

زمانہ ہے ۔ آپ ایک مضطرب روح بے چین قلب اور پرسوز شخصیت کے مالک تھے آپ کی یہ ساری تڑپ اور دردمندی صرف اور صرف دین الٰہی کے غلبے اور اسلامی اقدار و اخلاق کے فروغ کی خاطر تھی اس بات کا غیروں کو بھی اعتراف ہے کہ آپ کا وجود شریعت و سنت کا پیکر تھا ' آپ کا انداز فکر ' نشست و برخاست ' رفتار و گفتار سراسر دعوت ہی دعوت تھی یہ دعوت مدافعانہ ' معذرت خواہانہ ' یا مخصوص قسم کے ملایانہ اسلام کی بجائے سراسر شوکت ' دبدبے اور شان و شکوہ کے علم بردار اسلام کی دعوت تھی ۔

اس آخرین دور میں حضرت پیرعبدالرحمٰن رحمتہ اللہ علیہ ایسا بلند قامت صاحب شریعت و سنت اور اسلام اور ملت اسلامیہ کا درد رکھنے والا شیخ طریقت شاید ہی چشم فلک نے دیکھا ہو ' آپ کی زندگی ہمہ جہت زندگی تھی آپ نے بیک وقت معیشت ' معاشرت ' سیاست ' طریقت اور شریعت کے ہر ہر پہلو سے واسطہ رکھا ۔ دین اسلام سے آپ کی محبت کا یہ عالم رہا کہ زندگی اسلام کے نام اور کام کے لئے وقف کر دی جہاں کہیں اسلام کی بات کسی حوالے ی ہوتی اللہ کا یہ مجاہد سرکف میدان میں نکل آتا ۔

اصلاح اخلاق و اعمال کے ساتھ ساتھ سیاست میں مقصدیت پیدا کرنے اور اسے اسلامی فکر کے تابع بنانے کی خاطر آپ نے جماعت احیاء الاسلام قائم فرمائی ۔ اپنی حدود میں اس جماعت نے مثالی کام کیا اور ضرورت محسوس ہوئی تو سندھ میں یہی جماعت مسلم لیگ کا پہلا پلیٹ فارم بنی ' سندھ کے مشائخ اور گدی نشینوں کو ملکی اور اسلامی مصالح اور تقاضوں کے لئے تیار رہنے کی خاطر آپ نے " جمیعتہ المشائخ " قائم کی جس نے کانگریس کا زور توڑنے اور سندھ میں مسلم لیگ کو عوامی جماعت بنانے میں بہت اہم کردار انجام دیا ۔

۱۹۴۰ء کے بعد ۱۹۴۷ء تک آپ نے مسلم لیگ اور پاکستان کے لئے شبانہ روز کام کیا ڈاکٹر غلام علی وائس چانسلر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد " تحریک

پاکستان میں سندھ کا حصہ " اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔

" یہ وہ زمانہ تھا جب انگریزی حکومت نے قائداعظم کے سامنے یہ شرط رکھی تھی کہ وہ ہندوستان کے کسی بھی مسلم اکثریت والے صوبے کی اسمبلی سے اپنی اکثریت اور مسلم لیگ سے ہمدردی کا ثبوت دیں انگریزی حکومت کے اس چیلنج پر بھرچونڈی شریف (سندھ) کے روحانی پیشوا پیر عبدالرحمٰن رحمتہ اللہ علیہ نے سندھ اسمبلی کے مسلمان اراکین کو فرمایا کہ پاکستان کی تائید میں ووٹ دیں ۳ مارچ ۱۹۴۳ھ کو سندھ اسمبلی کا اجلاس ہوا "

(پاکستان کی تحریک میں سندھ کا حصہ : ۵۹ ڈاکٹر غلام علی الانا) آگے لکھتے ہیں

" قائداعظم نے الانا صاحب (جی الانا) کو یہ بھی حکم دیا کے مجھے جی ایم سید والی نشست ضرور چاہئے کیونکہ یہ نشست انتہائی اہم ہے اور میں قاضی محمد اکبر کو جو جی ایم سید کا مقابلہ کر رہا ہے کامیاب دیکھنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد مسلم لیگ کے کارکن ' نیشنل گارڈ سندھ کے بااثر لوگ جی ایم سید والے حلقے میں پھیل گئے ان میں پیر غلام مجدد ' بھرچونڈی کے بزرگ پیر عبدالرحمٰن اور ان کے صاحبزادے پیر عبدالرحیم نے قاضی محمد اکبر کی حمایت میں کام کیا " (پاکستان کی تحریک میں سندھ کا حصہ ۷۳)

آپ نے ۱۹۴۶ء میں بنارس آل انڈیا سنی کانفرنس میں شرکت فرمائی جہاں علماء اور مشائخ کے ساتھ آپ نے حصول پاکستان کو اپنا نصب العین قرار دیا۔ امین الملت سردار محمد امین خان صاحب کھوسہ مرحوم کے مطابق " ۱۹۴۷ء کا بیشتروقت آپ نے کراچی میں گزارا جہاں پاکستان کی تحریک اور حصول کے سلسلے میں عملاً ہر مشورے اور تجاویز میں شامل رہے۔ پاکستان کی تصویر نکھرنے لگی تو آپ نے خانقاہ واپسی کا قصد فرمایا اس پر آپ کے بڑے صاحبزادے شہید پیر عبدالرحیم رو کر آپ کی ٹانگوں سے لپٹ گئے کہ پاکستان بننے سے پہلے آپ کو نہ جانے دوں گا پاکستان بنائیں پھر جائیں "

سندھ کی معروف مسجد منزل گاہ کے تنازعے میں آپ نے مجاہدانہ کردار کا

مظاہرہ کیا حکومت نے مسجد کے باہر جو خاردار تارلگائی تھی آپ کے مجاہد مریدین نے لا الہ الا اللہ کے فلک شگاف نعروں سے اسے چشم زدن میں توڑ پھوڑ کر مسجد پر قبضہ کر لیا ' اس تنازعے کے دوران ہزاروں مریدین سمیت آپ خود سکھر میں فروکش رہے۔ انگریز حکومت نے اس جرات کو اپنی توہین سمجھتے ہوئے آپ کو دھوکے سے لے جا کر کراچی جیل میں نظر بند کر دیا۔ آپ سات ماہ کے قریب نظر بند رہے مگر اللہ کا یہ پاک مجاہد جیل سے نکلا تو پہلے سے بھی زیادہ عزم اور ولولہ لے کر۔

آپ نے سینکڑوں دینی مدارس قائم کئے اپنی جیب سے ان کی اعانت کرتے۔ آپ کے تبلیغی جلسے سارا سال سندھ میں جاری رہتے ان میں ملک کے طول و عرض سے جید علمائے کرام لوگوں کو اخلاق و اعمال کی اصلاح کی تلقین کرتے۔ آپ نے بھرچونڈی شریف کے چونتیس سالہ دور سجادگی میں دینی اور دنیاوی اعتبار سے خانقاہ کی نیک نامی اور وقار میں بے پناہ اضافہ کیا۔ بڑے بڑے افراد ' رؤسا اور والیان ریاست آپ کی کفش برادری کو اپنے لئے سعادت دارین تصور کرتے ' ایک مرتبہ میر جعفر خان جمالی مرحوم جو ملک و ملت کے حقیقی بہی خواہ ' پرانے مسلم لیگی اور اسلام کے شیدائی تھے اتفاقاً ریل گاڑی میں آپ کے ساتھ ایک ڈبہ میں ہمسفر ہو گئے مرحوم میر جعفر خان جمالی نے کمال ادب سے آپ کی نعلین اٹھا کر اپنے سر پر رکھیں اور یوں ادب اور نیازمندی کا اظہار کیا۔

آپ نے براہ راست سیاست میں کبھی حصہ نہیں لیا۔ البتہ مجموعی طور پر سیاست کو خدمت کے جذبے میں تبدیل کرنے کی برابر کوشش کرتے رہے۔

ملت اسلامیہ کا یہ درد مند ' اسلام کا یہ بے باک مجاہد پاکستان کا پرجوش حمایتی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ شیدائی بھرپور زندگی گزارنے کے بعد ۱۹۶۰ء میں واصل بحق ہوا۔

چوتھا دور

بدر المشائخ حضرت عبدالرحیم شہید رحمتہ اللہ علیہ اپنے عظیم والد کے وصال کے تیسرے روز حسب دستور خانقاہی متفقہ طور پر بھرچونڈی شریف کے سجادہ نشین ہوئے ۔ آپ اپنے والد کے سب سے بڑے فرزند تھے' آپ عالم دین انتہائی بااخلاق ' متواضع ' ملنسار بے حد وجیہہ اور قدرتی طور پر بارعب شخصیت کے مالک تھے ' آپ اعلیٰ درجے کے مشہور نشانہ باز' محنتی اور ہاتھ سے کما کر کھانے والے شخص تھے ۔ سحر خیزی آپ کی گھٹی میں شامل تھی' آپ مسجد میں نمازی ' میدان جہاد میں غازی ' سینہ دھرتی پر کاشتکار ' میدان صنعت و حرفت میں اعلیٰ درجے کے انجینئر اور کاریگر ' مجلس میں جید عالم ' سیاستدانوں میں فخر سیاست اور مقررین میں اپنی طرز کے بانی تھے ۔ آپ نرم دل ' کشادہ جبیں ' کریم النفس اور گداز قلب کے مالک تھے ' راقم السطور نے خلاصہ کائنات سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک پر انہیں گھنٹوں روتے دیکھا ہے ۔ حیرت ہے کہ اتنی مختلف اور متضاد خوبیوں نے ایک شخصیت میں کس طرح اپنا آشیانہ بنایا تھا ۔

آپ نے تحریک پاکستان ' مسجد منزل گاہ اور دوسری اسلامی و ملی تحریکوں میں اپنے جلیل القدر والد کے دوش بدوش کام کیا' تحریک پاکستان پر لکھی جانے والی بیشتر کتابوں میں آپ کا ذکر موجود ہے ۔

آپ نے ۱۹۷۰ء کی پاک بھارت جنگ میں راجستھان سیکٹر میں عملاً اپنی مریدین سمیت حصہ لیا' ریگستانی صحرا میں سواریوں کے لئے اونٹ ' اور سامان رسد کی فراہمی کے سلسلے میں آپ نے مثالی کام کیا دوران جنگ متعدد بار اگلے مورچوں تک جاتے رہے ' فوج کے اعلیٰ افسران آپ کا احترام کرتے اور آپ کی مساعی جمیلہ کو انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھتے جنگ کے بعد فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے خانقاہ میں آکر آپ کی جدوجہد کی تعریف کی اور شکریہ ادا کیا ۔

۱۹۷۰ء میں سوشلزم کے طوفانی نعرے کے خلاف آپ نے سندھ میں اسلام دوست قوتوں کا بھرپور ساتھ دیا اور یوں اہل اسلام سندھ میں آپ کو اسلامی طاقت کا سب سے مضبوط اور طاقتور سرچشمہ سمجھنے لگے۔

آپ نے اپنے مریدین میں اخلاقی اصلاح اور حصول تعلیم کے لئے زبردست جدوجہد کی، آپ کے دور میں بھرچونڈی شریف کی خانقاہ نئے دور میں داخل ہوئی۔ بجلی، ٹیلی فون اور پختہ روڈ۔ ایسی ضروری سہولتیں مہیا ہوئیں اور خانقاہ نے اپنے ماضی کا دینی و دنیوی اعزاز برقرار رکھا۔ آپ کو ۱۹۷۱ء میں وڈیروں، اسلام دشمن قوتوں، نوکر شاہی اور خاندانی مخالفین نے مل کر شہید کر دیا۔

آپ کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت پیر عبدالحلیم صاحب رحمتہ اللہ علیہ مسند نشین ہوئے۔ آپ کو بہت تھوڑا عرصہ ملا اس دوران آپ نے تعلیم القرآن کے درس کو از سر نو منظم کیا۔ مشائخ کے برکات کو محفوظ رکھنے کی خاطر تبرک منزل تیار کرائی خانقاہ عالیہ کو تعمیر و ترقی کے نئے دور میں داخل کرنے کے لئے آپ کے ذہن میں بے شمار مفید اور انقلابی پروگرام تھے۔ مگر سوء اتفاق سے آپ بھی مخالفین کی ریشہ دوانیوں کا شکار ہو کر ۱۹۷۳ء میں شہید ہو گئے۔

فخر المشائخ پیر عبدالخالق مدظلہ

آپ نوجوان، متواضع، ملنسار، مہمان نواز، کشادہ دست اور درویش طبیعت انسان ہیں۔ ۱۹۷۳ء میں سجادہ مشیخت پر فائز ہوئے اس وقت آپ کی عمر پندرہ سال سے زیادہ نہ تھی، مگر آپ نے انتہائی ہوش مندی، بالغ نظری اور اعلیٰ ہمتی کے ساتھ طویل دور گزارا۔ آپ بھرچونڈی شریف کی خانقاہ کے لئے تعمیر و ترقی اور علم و روحانیت کا ایسا بلند معیار قائم کرنے کے خواہش مند ہیں جو خانقاہ کو اپنے ماضی کے ورثے سے منسلک رکھے۔

آپ علم کے جویا ' علماء کے قدردان اور جوہر قابل کے ہمیشہ متلاشی رہتے ہیں۔
آپ نے تعلیم القرآن کے ساتھ ساتھ علوم دینیہ کے لئے ایک معیاری درس گاہ قائم کی ہے اس کی جدید پختہ عمارت اپنی گرہ سے تیار کرائی یہاں نامور علماء کرام رات دن درس و تدریس میں مشغول رہتے ہیں ' بھرچونڈی شریف کے قدیم کتب خانے کی دیکھ بھال اور ترتیب و تہذیب کے ساتھ ساتھ آپ دور حاضر کی تمام علمی و ادبی تحقیقات اور تخلیقات سے کتب خانے کو مزین کرنے کے پروگرام پر برابر عمل پیرا ہیں ۔ ہر سال ایک خطیر رقم علمی و دینی کتابوں کی فراہمی پر خرچ کی جاتی ہے ۔ یوں آپ بھرچونڈی شریف کے علمی خزانے کو ایک وقیع اور بھرپور انداز سے قائم کرنے کے خواہش مند ہیں ۔

درگاہ عالیہ میں زائرین اور مہمانوں کی سہولت کی خاطر آپ نے خوبصورت پختہ مہمان خانے اور ایک بڑا جماعت خانہ حال ہی میں مکمل کرایا ہے ' ان تمام عمارتوں میں اسلامی طرز تعمیر کو بطور خاص ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے ۔ نیز تمام عمارت میں مرکزی خیال کی وحدت ہر جگہ نظر آتی ہے ۔

اس کے ساتھ ساتھ دور حاضر کے سب سے اہم ہتھیار یعنی قلم کی ضرورت اور اہمیت سے بھی آپ اچھی طرح آگاہ ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ نے درگاہ عالیہ میں ایک مستقل شعبہ تصنیف و تالیف قائم کیا ہے ' جہاں روایتی انداز کی بجائے ملک کے نامور اہل قلم اور محقق ' تحقیقی و تصنیفی کام میں مصروف ہیں ۔ حافظ الملت حضرت حافظ محمد صدیق رحمتہ اللہ علیہ بانی خانقاہ بھرچونڈی شریف کے موضوعات اور آپ کی دینی و ملی خدمات پر مشتمل ایک وقیع علمی کتاب جام عرفان کے نام سے چھپ کر ملک کے اہل علم سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہے اسی طرح " سلسلہ عالیہ قادریہ منظوم " اور " قندیل راہ " جو روز مرہ زندگی سے متعلق قرآنی تعلیمات پر مشتمل جناب پیر صاحب کی ایک تبلیغی تقریر کا خلاصہ ہے بھی بہت دیدہ زیب طور پر شائع ہوئے ہیں ۔
مستقبل میں ہر عرس کے موقع پر اصلاحی او تبلیغی پمفلٹ اور پوسٹروں کے علاوہ

بھرچونڈی شریف کے تیسرے سجادہ نشین مجاہد اسلام حضرت پیر عبدالرحمٰن صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی دینی و ملی خدمات ' تعمیر پاکستان میں آپ کا حصہ اور آپ کی تبلیغی اور اصلاحی تحریک کے اثرات پر مشتمل ایک ضخیم ' جامع اور معلوماتی کتاب کا منظر عام پر لانا ہے جو انشاء اللہ سال رواں کے آخر تک مارکیٹ میں آجائے گی ۔

" عبادالرحمٰن " کا دوسرا ایڈیشن (زیر نظر) بھی اسی پروگرام کا حصہ ہے ۔ "عبادالرحمٰن " خانقاہ بھرچونڈی شریف کی خدمات اس کے منفرد انداز تربیت اور اس کی زریں تاریخ کا ایک مختصر اور خوبصورت متن ہے جسے گھر کے واقف حال تمام صاحبزادگان کے استاذ نامور عالم دین شیخ طریقت اور صاحب قلم حضرت شاہ مغفور القادری رحمتہ اللہ علیہ نے ۱۹۶۸ء میں تحریر کیا تھا ' (سلسلہ عالیہ قادریہ بھی حضرت موصوف ہی کا نظم کردہ ہے) چونکہ " عبادالرحمٰن " کا پہلا ایڈیشن کافی عرصہ پہلے ختم ہو گیا تھا اس لئے حضرت پیر عبدالخالق صاحب مدظلہ کی خواہش پر اسے دوبارہ شائع کیا جارہا ہے ۔

یہ انتہائی خوش آئند بات ہے کہ ان تمام دینی اور خانقاہی اداروں کے مصارف حضرت موصوف خود براداشت کرتے ہیں ان کے لئے کسی کے سامنے دست سوال نہیں پھیلایا جاتا ۔

مستقبل میں آپ کے سامنے خانقاہ کو تعمیری ' علمی اور روحانی اعتبار سی مثالی ادارہ بنانے کے کئی منصوبے ہیں ۔ ان میں جماعت کی بڑھتی ہوئی ضروریات کے مطابق جدید سہولتوں سے آراستہ وسیع طہارت خانے اور وضو کے لئے وضو خانوں کی تعمیر بھی فوری پروگرام کا حصہ ہیں ۔

آپ خانقاہ عالیہ کو علم کا گہوارہ ' نشرواشاعت کا مرکز اور تحقیق و تدقیق کا سرچشمہ بنانا چاہتے ہیں ۔ آپ اپنے لئے سہولتوں اور مراعات کی خواہش کم مگر درگاہ کو زیادہ سے زیادہ مفید ' بامقصد اور اصلاحی ادارہ بنانے کی زیادہ تڑپ اور خواہش رکھتے

ہیں۔

ہماری دعا ہے کہ حضرت حافظ الملت رحمتہ اللہ علیہ کا یہ جانشین روپے پیسے جمع کرنے یا اینٹ گارے کے فانی گھروندے کھڑے کرنے کی بجائے رفاہی اور اسلامی باقیات چھوڑ جائے جو رہتی دنیا تک اس کا نام روشن اور تابندہ رکھیں۔ آمین

ایں دعا از من و از جملہ امین باد

فقیرالی اللہ الغنی

سید محمد فاروق القادری

شاہ آباد شریف گڑھی اختیار خان۔ بہاول پور

۱۱ اکتوبر ۱۹۹۰ء

حواشی

۱۔ تاریخ مشائخ چشت ص ۴۹
۲۔ جام عرفان
۳۔ تاریخ مشائخ چشت ص ۵۴
۴۔ تذکرۃ الاولیاء ص ۸
۵۔ اخبار الاخیار ص ۸۱
۶۔ رسالہ قشیریہ ص ۲۴
۷۔ مکتوبات کلیمی ص ۹۵
۸۔ فوائد الفواد ص ۱۴۷
۹۔ کشف المحجوب باب سوم
۱۰۔ کشف المحجوب باب سوم
۱۱۔ رسالہ قشیریہ ص ۱۲۷
۱۲۔ کابل میں سات سال مولانا سندھی ص ۹۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

از جناب مولانا حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری۔ لاہور

صوفیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بے شمار سلاسل ہیں لیکن ان میں سے سلاسل اربعہ قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، نقشبندیہ کو جو شہرت و قبولیت حاصل ہوئی وہ اور کسی روحانی سلسلے کے حصے میں نہیں آئی اور ان ہی چار سلسلوں کے بزرگوں نے تبلیغ و اشاعت اسلام اور ہدایت خلق کی وہ جلیل القدر خدمات سرانجام دیں کہ دنیا کے اکثر حصے میں توحید و رسالت کا غلغلہ بلند اور حق کا بول بالا ہوگیا لاتعداد گم گشتگانِ بادیہ ضلالت نے راہ ہدایت پائی اور یہ مسلّمہ حقیقت ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں اسلام صرف اور صرف ان بزرگوں کی مساعی جمیلہ کے بدولت پھیلا اس وقت پاک و ہند میں بسنے والے مسلمانوں میں سے غالب اکثریت کے آباد اجداد حضرات صوفیہ ہی کے فیضان نظر سے حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے پاک و ہند کے گوشے گوشے میں آج بھی ان کے باطنی فیوض و برکات کا سلسلہ جاری و ساری ہے اور طالبانِ صادق بقدر ظرف و استعداد فیض یاب ہو رہے ہیں۔

ان مقبولان بارگاہ خداوندی میں سے ایک قبلہ عالم حضرت سید محمد راشد صاحب رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۳۳ھ) ہیں جو سلسلہ عالیہ قادریہ نقشبندیہ کے عظیم شیخ اور سلسلۂ راشدیہ کے مورث اعلیٰ ہیں[1] جن کا مزار پُر انوار "پیر گوٹھ" ضلع

---

[1] قبلہ عالم حضرت پیر سید محمد راشد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ان کے صاحبزادے

خیرپور میرس (سندھ) میں مرجع خواص و عوام ہے۔ قبلہ عالم سید محمد راشد صاحب کے سلسلے کے مریدین و معتقدین کا حلقہ بہت وسیع ہے۔ سندھ اور بیرون سندھ لاکھوں کی تعداد میں ان کے نام لیوا موجود ہیں۔ خاندان راشدیہ کے بزرگوں نے بے شمار عالم، عارف، شاعر، سیاست دان اور سربکف مجاہد پیدا کئے۔ سندھ کے جری اور غیور مجاہدین جو حر کے لقب سے مشہور و معروف ہیں آپ کے خاندان کے ارادتمند ہیں۔ خانقاہ راشدیہ کی یہ خصوصیت ہے کہ یہاں "جہاد بالنفس" (مجاہدہ و ریاضت) کے ساتھ ساتھ "جہاد بالسیف" کی بھی تربیت دی جاتی رہی ہے۔

قبلہ عالم حضرت سید محمد راشد رحمۃ اللہ علیہ کے نامور خلفائے کرام میں سے صاحب البرکات حضرت سید محمد حسن شاہ صاحب جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۵۴ھ) بانی خانقاہ "سوئی شریف" ضلع سکھر بڑے بافیض اور بہت مشہور ولی اللہ ہوئے ان سے سید العارفین حضرت حافظ محمد صدیق صاحب نور اللہ مرقدہٗ (متوفی ۱۳۰۸ھ) شیخ اعظم خانقاہ "بھرچونڈی شریف"[۱] ضلع سکھر فیض یاب ہوئے اور آسمان ولایت کے آفتاب و ماہتاب بنکر چمکے۔ اور ان کے فیض و برکات کی شہرت اطراف و اکناف پاک و ہند میں پھیل گئی، طالبان حق پروانہ وار ان کے گرد جمع رہنے لگے ہر مکتب فکر کے لوگ ان کے فرمن فیض

حضرت پیر محمد صبغت اللہ شاہ اول سجادہ نشین ہوئے اور دستار خلافت ان کے سر پر باندھی گئی اس وجہ سے وہ "پیر پاگارہ" (پیر پگاڑو) یعنی "صاحب دستار" کے لقب سے مشہور و معروف ہوئے اور حر تحریک کی بنیاد بھی انہوں نے ہی رکھی تھی۔

[۱] بھرچونڈی شریف۔ ڈھرکی ریلوے اسٹیشن جو لاہور، کراچی مین لائن پر ضلع سکھر میں واقع ہے سے شمال کی طرف ڈیڑھ میل دور ہے شاہراہ پاکستان سے پختہ سڑک جاتی ہے۔ ۱۲

سے خوشہ چینی کرنے لگے، ان کی صحبت کیمیا اثر سے لاکھوں نے راہ ہدایت پائی
بہت سے حضرات مقام ولایت کے بلند درجہ پر فائز ہوئے، شیخ اعظم حضرت
حافظ محمد صدیق صاحب قدس سرہ کے وصال کے بعد ان کے برادر زادے
اور مرید و خلیفہ شیخ ثانی حضرت حافظ محمد عبد اللہ علیہ الرحمۃ والرضوان (متوفی ۱۳۴۶ھ)
مسند آرائے سجادہ ہوئے اور ان کے سفر آخرت اختیار کرنے کے بعد شیخ ثالث
مجاہد ملت ناصر تحریک پاکستان حضرت مولانا عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۸۰ھ)
مسندِ سجادگی پر متمکن ہوئے، اس وقت ان کے صاحبزادے حضرت مولانا پیر عبد الرحیم
صاحب مدظلہ العالی زیب سجادہ ہیں، آپ عالم باعمل اور بزرگوں کی روایات
کے حامل ہیں۔

خانقاہ بھرچونڈی شریف کے ان "عباد الرحمٰن" نے ایک صدی سے زائد
عرصہ تک تبلیغ و اشاعت اسلام کا فریضہ باحسن وجوہ سرانجام دیا اور مخلوقِ
خدا کو راہِ خدا دکھانے کیلئے اپنی زندگیوں کو وقف رکھا ہزاروں کو حلقہ بگوش
اسلام کیا۔ لاکھوں گم گشتگانِ بادیۂ ضلالت کو راہِ مستقیم دکھائی، اسلام
کی سچی محبت ان کے پاک دلوں میں جاگزیں تھی۔ عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ
وسلم ان کا قیمتی سرمایہ تھا، ناموس رسالت پر سب کچھ قربان کر دینا ان کا دستور
تھا، ملک و ملت پر جب بھی کوئی آفت آئی تو یہ اپنی خانقاہ کو خیرباد کہہ کر میدان
میں نکل آئے۔ بوقت ضرورت تلوار اٹھانے سے بھی دریغ نہیں کرتے، ان کی
خانقاہ کی فضا ہر وقت ذکر خدا و رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے وجد کناں
رہتی ہے، اس خانقاہ میں زیر تربیت فقیروں درویشوں اور طالبوں
کو "عقل" کی تاریک وادی سے نکال کر "عشق" کی بے خطر دنیا میں پہونچا دیا جاتا ہے

سپاہ تازہ برانگیزم از ولایت عشق
کہ در حرم خطرے از بغاوت خرد است

الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ موجودہ سجادہ نشین مدظلہ العالی متشرع بزرگ ہیں۔

وران میں بزرگوں کے اوصاف موجود ہیں ۔ ایک عالم ان سے فیض یاب ہو رہا ہے سب سالکِ شراب معرفت کے جام پلائے جا رہے ہیں اور اسی طرح خانقاہ کی فضا فقرائے کے نعرہ ہائے ہاؤ ہو سے گونج رہی ہے ۔

بھرچونڈی شریف کے مشائخ سے فیضیاب ہوکر مرتبہ ولایت پر فائز ہونے والے اصحاب بھی بے شمار ہیں اور ان سے بھرچونڈی شریف کا فیض قادریہ، نقشبندیہ جاری ہے ۔ شیخ اعظم حافظ محمد صدیق صاحب قدس سرہٗ العزیز کے خلفاء میں سے حضرت مولانا تاج محمود امروٹی، حضرت خلیفہ غلام محمد دین پوری حضرت مولانا عبدالغفار سجادہ نشین خان گڑھ شریف، حضرت خلیفہ دل مراد صاحب، مولانا ابوالخیر کوئٹہ والے مولانا عمر جان نقشبندی پچشمے والے، خلیفہ عبدالعزیز (کالا باغ) خلیفہ محمد عمر شاہ (عراق) خلیفہ عبدالرحمٰن کابل (افغانستان) حضرت مولانا شمس الدین احمد پوری رحمہم اللہ اجمعین بہت مشہور ہوئے ہیں ۔

مولانا عبیداللہ سندھی نے ۱۶ برس کی عمر میں حضرت حافظ محمد صدیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا تھا۔ مولانا سندھی کا بیان ہے ۔

"اللہ کی خاص رحمت سے جس طرح ابتدائی عمر میں اسلام کی سمجھ آسان ہوگئی اسی طرح کی خاص رحمت کا اثر یہ بھی ہے کہ سندھ میں حافظ محمد صدیق صاحب بھرچونڈی والے کی خدمت میں پہنچ گیا جو اپنے وقت کے جنید اور سید العارفین تھے چند ماہ میں ان کی صحبت میں رہا اس کا فائدہ یہ ہوا کہ اسلامی معاشرت میرے لئے طبیعت ثانیہ بن گئی ہے جس طرح ایک پیدائشی مسلمان کی ہوتی ہے ۔ میں نے قادری راشدی طریقہ میں ان سے بیعت کر لی تھی"[1]

---

[1] کابل میں سات سال، از عبیداللہ سندھی ص۹۶

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں :-

"میں سولہ برس کا تھا اور اردو میں میٹرک کے درجے تک تعلیم پا چکا تھا کہ میں مسلمان ہوا۔ مجھے کلمہ توحید حضرت حافظ محمد صدیق صاحب قدس سرہ بھرچونڈی والوں نے پڑھایا .... میں اپنے آپ کو حضرت صاحب کی جماعت کا ایک فقیر سمجھتا ہوں [1]

شیخ ثانی حضرت محمد عبد اللہ رحمہ اللہ کے اکابر خلفاء میں سے الحاج مولانا سید سردار شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (آستانہ عالیہ شاہ آباد شریف متصل گڑھی اختیار خاں ضلع رحیم یار خاں) بڑے صاحب درد بزرگ تھے مؤلف کتاب ہذا شاہ صاحب موصوف کے صاحبزادے اور شیخ ثالث حضرت عبد الرحمٰن علیہ الرحمۃ والرضوان کے خلیفہ ماذون ہیں [2]

ارباب معرفت کے احوال ومقامات اکرامات وکمالات کو جیطۂ تحریر میں لانے کا سلسلہ اکابر صوفیۂ متقدمین سے چلا آتا ہے اور اس کے فوائد بہت زیادہ ہیں' ان کے حالات کے مطالعہ سے عوام میں نیکی کا جذبہ اُبھرتا ہے اور بدعقیدہ لوگوں کے ہذیانات کے اثراتِ بد سے محفوظ رہتے ہیں' صاحب نسبت جب اپنے مشائخ سلسلہ کے حالات پڑھتے ہیں تو

---

[1] خطبات مولانا عبید اللہ سندھی مرتبہ محمد سرور ص ۱۴۶ (سندھ ساگر اکیڈمی لاہور) [2] یہاں یہ واضح کر دینا بھی ضروری ہے کہ جس طرح شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ چشتی صابری مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین وخلفاء میں دو گروہ ہو گئے تھے ایک تو اپنے مرشد برحق کے عقائد ومعمولات پر پورے طور پر کاربند رہا اور دوسرا نہ صرف انکے بعض معمولات کا تارک ہو گیا بلکہ ان معمولات کے عاملین پر بدعتی ومشرک کے فتوے جڑ دیئے جب انہیں یاد دلایا گیا کہ آپ کے مرشد بھی ان معمولات کو پابندی سے ادا کرتے تھے تو باوجود اس

ہی عقیدت میں اضافہ ہوتا ہے اور نسبت اور بھی قوی ہو جاتی ہے۔ اسی لئے امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا اس امر پر اجماع ہے کہ تفسیر و حدیث کے بعد صوفیائے کرام کے ارشادات بہترین کلام ہیں ان کا مطالعہ کرنا اور سننا صحبت معنوی کا حکم رکھتا ہے۔ ع

ذکر حبیب کم نہیں وصل حبیب سے

الغرض صوفیہ، صافیہ کے حالات لکھنے، پڑھنے اور سننے کے بے شمار فوائد ہیں عارف جامی قدس سرہ السامی نے نفحات الانس میں سید الطائفہ حضرت جُنید بغدادی رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے

حِکَایَاتُ الْمَشَائِخِ جُنْدٌ مِّنْ جُنُوْدِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ یَغْنِیْ لِلْقُلُوْب

(ترجمہ) مشائخ کی حکایات اللہ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے جس سے مریدوں کے دل تقویت حاصل کرتے ہیں"

حضرت جنید قدس سرہ العزیز سے سوال کیا گیا کہ حکایات مشائخ کیا منفعت بخشتی ہیں تو آپ نے فرمایا اللہ عزوجل کا ارشاد ہے۔

وَکُلًّا نَّقُصُّ عَلَیْکَ مِنْ اَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِہٖ فُؤَادَکَ (ھود)

(ترجمہ) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اور پیغمبروں کے وہ سب حالات جو ہم

کے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ طریقت شریعت سے جدا نہیں یہ جواب دیا گیا کہ یہ

"ہم نے حضرت حاجی صاحب سے طریقت میں بیعت کی ہے شریعت میں نہیں (مفہوماً)

اس جواب نے طریقت و حقیقت کی جو گت بنائی ہے وہ واضح ہے یا للعجب! کچھ ایسی صورت بھرچونڈی شریف کے بعض خلفاء کے اخلاف نے پیدا کر دی ہے۔

تم سے بیان کرتے ہیں ان سے، ہم تمہارے دل کو قائم رکھتے ہیں۔

یعنی ہم پیغمبروں کے قصے اور ان کی خبریں آپ سے اس لئے بیان کرتے ہیں اور اُن کے احوال سے آگاہ کرتے ہیں تاکہ آپ کے دل کو ان سے ثبات وقرار حاصل ہو اور جب کبھی آپ کو تکلیفوں اور مصیبتوں کا سامنا ہو تو آپ ان (سابقہ) پیغمبروں کے اخبار و احوال سن کر غور وفکر فرمائیں اور آپ کو معلوم ہو کہ جب اس قسم کی تکلیفیں اور مصیبتیں انہیں بھی اٹھانا پڑیں تو انہوں نے صبر، توکل، اور اعتماد سے کام لیا آپ کا دل بھی ان (قصص انبیاء سابقین) سے ثبات، عزم، اور صبر حاصل کریگا۔ اسی طرح متقی لوگوں کی حکایتیں اور پیروں کے احوال سننے سے مریدوں کی تربیت ہوتی ہے اور قوت وعزم میں اضافہ ہوتا ہے [۱]

حضرت عارف جامی قدس سراہ السامی نے حضرت سید الطائفہ کے اس مضمون کو دو شعروں میں کس عمدگی سے بیان کیا ہے ؎

ہجوم نفس وہوا کز سپاہ شیطانند
چو زور بر دل مرد خدا پرست آورد
بجز جنود حکایات رہنمایاں را
چہ تاب آنکہ برایں رہزناں شکست آورد۔

(بہارستان)

مشائخ کرام کے حالات وارشادات سے مریدین کا واقف ہونا ازحد ضروری ہے شیخ الاسلام حضرت عبداللہ انصاری قدس سرہ الباری نے وصیت فرمائی ہے۔
"از ہر پیرے سخنے یاد گیرید واگر نتوانید نام ایشاں یاد دارید کہ ازاں بہرہ یابید [۲]

---

[۱] نفحات الانس فارسی مطبوعہ نولکشور ۲۹، ۳۰۔
[۲] " " " " "

(ترجمہ) ہر ایک بزرگ کی باتیں یاد کرو اور اگر یہ نہ ہو سکے تو ان کے نام ہی یاد رکھو کہ ان سے بہرہ یاب ہو گے"

مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ:-

"اولیاء کرام کی حکایات سننے کا کم از کم فائدہ یہ ہے کہ جب طالب دیکھتا ہے کہ میرے افعال و احوال اور اقوال ان کی طرح نہیں تو خود بینی جاتی رہتی ہے اور ان کے کردار کے مقابلے میں اپنے اندر قصور و تقصیر پاتا ہے، تو عجب ریا اور استحسان سے بچ جاتا ہے"

مولانا بدرالدین سرہندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی سرہندی قدس سرہٗ لکھتے ہیں:-

"منقول ہے کہ جو شخص صوفیہ کرام کے حالات و ارشادات اور ان کے مقامات اور اپنے پیرانِ سلسلہ کی کرامتیں لکھے تو ہر ایک حرف کے بدلے ستر ستر نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہیں [1].

باوجودیکہ ارباب معرفت کی تذکرہ نویسی اس قدر مفید اور ضروری سمجھی گئی ہے۔ مشائخ بھرچونڈی شریف کے احوال و مقامات پر اب تک کوئی چھوٹا سا رسالہ بھی شائع نہیں ہوا تھا حالانکہ ان کی زندگیاں درسِ عرفان ہونے کے ساتھ ساتھ ہماری قومی و ملی تاریخ کا ایک روشن باب ہیں جس سے صرف نظر دلبستگانِ سلسلہ کے لئے موجب خسران اور مورخین کیلئے باعث حیرانی ہیں مگر ہر کام کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے اور یہ سعادت جس کے لئے مقدر ہو چکی ہوتی ہے، وہی کرتا ہے۔

---

[1] حضرات القدس مترجم اردو جلد اول: ۸ (اللہ والے کی قومی دکان لاہور)

کاتب تقدیر نے یہ سعادت عظمیٰ فاضل جلیل القدر حضرت مولانا پیر سید مغفور القادری مدظلہٗ العالی سجادہ نشین آستانہ شاہ آباد شریف متصل گڑھی اختیار خاں کے حصے میں لکھی تھی، چنانچہ انہوں نے باوجود ذکر و فکر میں مشغول رہنے اور گوناگوں مصروفیات کے کتاب "عبادالرحمٰن" یعنی تذکرہ مشائخ بھرچونڈی شریف لکھ کر وابستگان سلسلہ عقیدت مندان صوفیہ اور مورخین کی بہت بڑی خدمت سر انجام دی ہے اور اپنے نامہ اعمال کو نیکیوں سے خوب بھرا ہے

فاضل مولف، جید عالم، حافظ، صوفی، زاہد اور شب زندہ دار بزرگ ہیں۔ اخلاق وعادات کے لحاظ سے نمونہ سلف صالحین ہیں۔ بھرچونڈی شریف کے شیخ ثالث حضرت عبدالرحمٰن علیہ الرحمۃ والرضوان کے خلیفہ ماذون ہیں، سفر وحضر میں ان کے ساتھ رہے ہیں، ان کے والد محترم شیخ ثانی سے اجازت یافتہ تھے اور بھرچونڈی شریف کے دیگر خلفائے کرام اور فقرائے ان کے گہرے مراسم و روابط رہے ہیں، غرض کہ اُن سے زیادہ اس دودمان گرامی قدر کے حالات بابرکات سے واقف وباخبر اور کوئی نہیں ہے۔ بنابریں زیر نظر تذکرہ کے آخری حصے کے اکثر مقامات پر وہ عینی شاہد کے طور پیش ہوئے ہیں اور پہلے بزرگوں سے متعلق جن حضرات کی روایات قبول کی ہیں وہ نہایت معتبر اور ثقہ ہیں اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے موجودہ سجادہ نشین صاحب مدظلہٗ العالی سے بھی تحریری مواد فراہم کیا ہے۔

حضرت مؤلف عالم و فاضل صوفی ہیں اور خوب جانتے ہیں کہ اتباع شریعت کے بغیر طریقت وحقیقت محض الحاد و زندقہ ہے، اس لئے انہوں نے موجودہ دور کے عام خانقاہی انداز تذکرہ نویسی سے ہٹ کر ان واقعات کو زیادہ بیان کرنے کی کوشش کی ہے جن کے مطالعہ سے قارئین کے دلوں میں اتباع شریعت حقہ، کا ذوق وشوق پیدا ہو۔ بدعت سیئہ سے اجتناب اور بے عملی سے نفرت کا جذبہ صادقہ پیدا ہو مشائخ کرام کے حالات

وکمالات بیان کرتے وقت شریعت و حقیقت کے مسائل بھی بیان کرتے چلے گئے ہیں جس سے تعلیم کا عنصر غالب رہا ہے، مناسب مواقع پر بدعقیدہ لوگوں کی نشاندہی کرنے سے بھی گریز نہیں کیا۔

غرض کہ اس تذکرے کے مطالعہ سے صوفی صافی اور پیر لبادہ ریاپوش کے مابین فرق و امتیاز معلوم ہوگا۔ اتباعِ شریعت، خدمت، دین عبادت وریاضت، شفقت علی الخلق کا جذبہ، پیدا ہوگا۔ ارباب معرفت سے محبت بڑھے گی۔ اہل بیت کے احترام کا جذبہ قلوب میں موجزن ہوگا۔ درس تزکیہ نفس، دنشانِ منزل ارفع ملے گا۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ سید الانبیاء حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے ادب واحترام اور عشق ومحبت کا سبق ملے گا۔

ہر کہ عشق مصطفےٰ ساماں اوست
بحر و بر در گوشہ داماں اوست

سلوک نام ہے بہ طریق سیر کشفی عیانی خدا تک پہنچنے کا، نہ کہ بطریق استدلال۔ مگر استدلالیوں نے ہمیشہ سالکوں کو اپنی عقل ناقص کی کسوٹی پر پرکھنے اور "حال" کو "قال" کے ذریعے سمجھنے کی کوشش کی لہذا حقیقت کو نہ پاسکے، اور تصوف کے منکر ہوگئے۔ یوں تو اس قسم کے لوگوں کا وجود ابتدا سے پایا جاتا ہے لیکن اس پرفتن دور میں ان لوگوں کے اثرات بہت بڑھ گئے ہیں اور تصوف کو افیون سے تعبیر کیا جانے لگا ہے۔

العیاذ باللہ تعالیٰ

جن لوگوں کو صوفیہ سے واسطہ نہیں پڑا، ان سے یہ گزارش کرنا ضروری ہے کہ صوفیہ کے بعض اقوال و احوال اگر ان کی سمجھ میں نہ آئیں تو بجائے معترض ہونے اور شک وشبہ میں پڑنے کے کسی صاحب دل سے رابطہ قائم کریں اور پھر حال وارد کرکے سمجھنے کی کوشش

کریں ؎

علم آموزی طریقش قولی است
حرفہ آموزی طریقش فعلی است
فقر خواہی آں بصحبت قائم است
نہ زبانت کار می آید نہ دست

صوفیہ کے بعض اقوال و احوال کے سمجھ نہ آنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اہل لغت، اہلِ نحو، محدثین، فقہا اور متکلین کی طرح صوفیہ کی بھی اپنی مخصوص اصطلاحات ہیں حضرت شیخ علی ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں :-

"جاننا چاہیئے کہ ہر اہل فن و ارباب معاملہ کے آپس میں اپنے اسرار و رموز و بیان کرنے کے لئے مخصوص کلمات و اصطلاحات ہوتی ہیں۔ جنہیں ان کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اور ان عبادات و اصطلاحات وضع کرنے کے دو مقاصد ہوتے ہیں ایک حسن تفہیم اور دوسرا تسہیل غوامض، تاکہ مرید بآسانی ان کے مفہوم کو پا سکے دوسرے یہ کہ نااہلوں سے سرّ (بھید) کو پوشیدہ رکھا جا سکے[1]"

اور یہ چیزیں علمی رنگ میں سمجھنے سے چنداں فائدہ بھی نہیں ہوتا جب تک کہ شیخ و مربّی کی توجّہ شامل حال نہ ہو ؎

بہ فکرت خواستم از سرِّ وحدت یابم آگاہی
خطاب آمد کہ از پیر مغاں خواہ آنچہ مے خواہی

لہٰذا احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ عرفا کی اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئے

---

[1] کشف المحجوب فارسی صفحہ ۲۸۷، ۲۸۶ (الٰہی بخش جلال الدین لاہور)

تو اپنے قصور ذوق کا اعتراف کرتے ہوئے یہ کہا جائے ۔

ہر آں معنی کہ شد از ذوق پیدا
کجا تفسیر لفظی یا بد او را

اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ اسرار و رموز عملی رنگ میں دکھائے اور اپنے مقبول بندوں کی محبت میں زندہ رکھے اور ان ہی کے ساتھ محشور فرمائے آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

یہ بھی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت سید مغفور القادری مدظلہ العالی کی اس سعی کو مشکور فرمائے اور اس کا مطالعہ طالبانِ راہ حق کے لئے موجب عبرت اور باعث ازدیاد عزم و ہمت بنائے اور سلف صالحین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے ۔

مقصود اہل ذوق ز اذکار رفتگاں
تنبیہ عبرت است چہ مسکین، چہ بادشاہ

محب محترم فاضل نوجوان سید محمد فاروق القادری زید علمہٗ (ایم۔اے) خلف الرشید حضرت مولف بھی شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے "تذکرہ عباد الرحمان" پر جا بجا مفید حواشی لکھ کر اسکی افادیت میں اضافہ کر دیا ہے ۔

جزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

لاہور
۸؍ شعبان المعظم ۱۳۸۸ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

سبب تالیف

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ نَوَّرَ الْاَرْضَ بانوار الولایۃ وَالْعِرْفَان ذرّیتھا بانفاس عباد اللہ و عباد الرَّحمٰن و استوطن فِی قلوب المنکرۃ قلوبہم لاجل الرحمٰن وراءی رضاءٗ فی رضاء عباد الرحمان و شوف الذاکرین بانا جلیس من ذکرنی بالکرم والامتنان و الصَّلوٰۃ وَالسَّلام عَلٰی مَنْ قَالَ اَحَبُّ الاسماء الی اللہ عبداللہ و عبد الرحمٰن وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ بذلوا انفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ فِیْ رَضَاءٗ بالصدق والایقان امابعد

انسان کی فلاح و بہبود کیلئے رب کریم جل مجدہٗ نے مختلف اوقات میں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا حضور سرور عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات اس سلسلہ کی آخری کڑی تھی جس کے لئے نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کردیا گیا اور رہتی دنیا تک آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل اور ہر حرکت و سکون کو محفوظ فرما کر عالمگیر مذہب بنا دیا۔

رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کا پرتو جہاں جہاں پڑا اسے ولایت کا نام دیکر اپنے دین کی خدمت کیلئے چن لیا گیا۔ بلاشبہ اس آسمان کے نیچے مرد کامل سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہے۔ جس کا ہر سانس یاد خدا میں ہر تمنا اسکی رضا میں دن شکر گذاری میں اور رات سجدہ ریزی میں بسر ہو۔ دنیا کی کوئی تکلیف اسے اس خدمت سے جو اس کے ذمے لگائی گئی ہے باز نہ رکھ سکے۔ کسی کی یاد میں درد کو

راحت اور خار کو پھول سمجھے، تاج و کلاہ خسروی کو اس فرش بوریا پر قربان کر دے جس پر بیٹھ کر اپنے اوقات یاد الہٰی میں بسر کرتا ہے یہی ہے وہ فقر و ولایت جس پر قرآن و حدیث شاہد ہے۔ ؎

فقر قرآں احتساب ہست و بود نے رباب و رقص و مستی و سرود

ایسے مرد کامل جس کے لیل و نہار یاد الہٰی سے معمور ہوں اور جس کو ایک نظر دیکھ لینا بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا ہے۔ کا تذکرہ یقیناً آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ابواب سیرۃ میں ایک باب کا اضافہ ہے۔ ذرہ اگر خورشید جہان تاب کے انوار کی جھلک دکھا سکتا ہے۔ ؎

لہو خورشید کا ٹپکے۔ اگر ذرے کا دل چیریں

تو ایک فقیر بوریا نشین جس کے تذکرے میں انوار رسالت کی جھلکیاں ہیں کی سوانحعمری خورشید نبوت کے نقاب میں سے ضرور روزن کشائی کر سکتی ہے۔

ع بلبل ہمیں کہ قافیۂ گل شود بس است

عِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِيْنَ تَنَزَّلُ الرَّحْمَة

صالحین کا ذکر نزول رحمت کا باعث ہوتا ہے۔ ایک ایسی ہستی کا ذکر تو یقیناً نزولِ رحمت کا باعث ہوگا۔ جس کی ساری عمر میں ایک نماز بھی فوت نہیں ہوئی جو صاحب ترتیب تھا۔ جس کی ہر ہر ادا میں مجاہدانہ شان تھی جس کی زندگی کا کوئی دن ایسا نہیں گزرا جس میں کوئی کافر زنار توڑ کر حلقہ بگوش اسلام نہوا ہو۔ جسکو ایک نظر دیکھ لینے سے دلوں میں خدا کی یاد تازہ ہو جاتی تھی جس کی ایک صحبت میں دنیا سے دل سرد ہو جاتا تھا۔ جب سے اس نے ہوش سنبھالا تو قہقہہ مار کر کبھی نہیں ہنسا جس کی گفتار مصطفوی شان لئے ہوئے۔ جس کا کردار مرتضوی آن لئے ہوئے۔ جو اپنی شخصیت میں بلاشبہ بقیۃ السلف حجۃ الخلف تھا جس کی ہمنشینی طالب راہ کیلئے اکسیر کا حکم رکھتی تھی اور منتہی کے لئے مہمیز شوق کا کام دیتی تھی۔ ایسا پیر ایسا مرشد ایسا استاد شفیق ایسا مربی اس زمانے میں جب کہ خدا کا تصور

آنکھوں سے اوجھل ہوگیا تھا۔ زمانہ کی آنکھ نے نہ دیکھا ہوگا۔ بسی نزول رحمت کی امید پر توکلاً علی اللہ ایک خدا کے دوست کی سوانح عمری لکھ رہا ہوں جو اِس راہ کے آشناؤں خصوصاً اپنے پیر بھائیوں کے لئے بصیرت اور اولیاء اللہ کے ساتھ محبت و عقیدت کا وسیلہ بنے گی۔ ورنہ میں اور میری بساط کیا۔ من آنم کہ من دانم۔ قدرت نے کرم فرما کر بیس سال تک ایک درویش کے قدموں میں رہنے کا موقعہ دیا۔ بیس سال جو دیکھا اور سُنا ناظرین کے سامنے ہے پرائیوٹ سیکرٹری نائب صدر احیاء الاسلام ؛ مدرس اور اتالیق صاحبزادگان کی خدمات پر سرفراز رہا۔ اور اِس غلامی پر جو شاہی سے بہتر تھی نازاں رہا اب بھی اپنے اعمالنامے پر نظر ڈالتا ہوں تو بجز اسی غلامی اور نیازمندی کے کوئی ایسی نیکی نہیں پاتا جسے قبولیت کا تمغہ مل سکے۔

روز قیامت ہر کسے در دست گیرد نامۂ
من نیز حاضر می شوم تصویر جاناں در بغل

چونکہ آپکی زندگی بڑی حد تک اپنے والد مکرم اور دادا معظم کی آئینہ دار ہے۔ اِس لئے ان کی زندگی میں ان دونوں حضرات کی زندگیوں کا مکمل نقشہ سامنے آجاتا ہے۔ لہٰذا حضور شیخ اعظم بانی بھرچونڈی شریف کے حالات متبرکہ سے کتاب کا آغاز کیا جاتا ہے

سوانح حیات شیخ اعظم حضرت حافظ محمد صدیق

بانی بھرچونڈی شریف

خاندانی حالات آپ کا خاندان عرب سے کیچ مکران کے راستے سندھ میں داخل ہوا اور بھرچونڈی شریف سے شمال کی جانب دو تین میل کے فاصلے پر اِس زمانے کی شاہی سڑک کے کنارے آباد ہوگیا جس کے نشانات آج بھی ملتے ہیں۔

دیار عرب سے تین بزرگ سندھ میں داخل ہوئے ان میں سے ایک نے اسی سڑک کے کنارے سامان سفر اتارا اور قوم سمہ میں شادی کرکے یہیں آباد ہوگئے۔ اس لئے "سمہ" شیخ اعظم بانی بھرچونڈی شریف کے ننھیال ہیں۔ پدری لحاظ سے آپکا تعلق خاندان قریش سے ہے۔ دوسرے دو بزرگوں کے متعلق تحقیق کے باوجود کچھ معلوم نہیں ہوسکا۔ آپ کے والد ماجد کا نام میاں محمد ملوک" تھا ان کی بسر اوقات کاشتکاری پر تھی، ایک دفعہ ایک بزرگ اسی شاہی سڑک کے کنارے گزرے جہاں شیخ اعظم کے والد ماجد حضرت میاں صاحب ہل چلا رہے تھے۔ وہ بزرگ گھوڑے سے اتر کر میاں صاحب سے نہایت ہی عزت وتکریم سے جاکر ملے اور انتہائی شفقت ومحبت سے خیروعافیت پوچھی، چند قدم رجع قہقری چل کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے، کئی دنوں کے بعد یہ بزرگ پھر اسی راہ سے گذرے تو میاں صاحب حسب معمول اپنے کھیت میں کھڑے تھے اس دفعہ میاں صاحب خود جاکر اس بزرگ سے ملے لیکن انہوں نے کوئی خاص توجہ نہ فرمائی صرف مصافحہ پر اکتفا فرماتے ہوئے چل پڑے خادم نے عرض کیا ایک ہی شخص کی ملاقات میں اتنا فرق!

بزرگ نے فرمایا پہلی بار میں نے اس کی تعظیم اس لئے کی کہ اس کی پیشانی میں ایک مرد کامل کا نور چمک رہا تھا لیکن اب وہ نور دوسری امانت میں منتقل ہوچکا ہے۔

مرد حق کی پیشانی کا نور کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور

پیدائش افسوس کہ تلاش بسیار کے باوجود تفصیلاً ابتدائی حالات معلوم نہیں ہوسکے۔ حضرت شیخ اعظمؒ کے صحبت رسیدہ لوگ اس وقت نہیں رہے۔ حضور شیخ ثانیؒ کے اصحاب خال خال ملتے ہیں ان میں بھی بعض ہمارے معیار سند پر پورے اترتے ہیں۔ ان لوگوں نے یہ جستہ جستہ واقعات حضور شیخ ثانی سے سنے جو ہماری کتاب کی زینت بن گئے ہیں

حضرت شیخ اعظمؒ کا سن وصال ۱۰ رجمادی الثانی ۱۳۰۸ھ ہے جو کاشی کی خوبصورت خشت پر لکھا ہوا کتب خانہ میں موجود ہے اسی تاریخ پر آپکا عرس مبارک بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے ہزاروں نہیں لاکھوں انسان اس تقریب سعید میں شرکت کرتے اور حلقہ ذکر الٰہی میں شامل ہوکر اپنی زنگ آلودہ الواح کو جلا دیتے ہیں۔

حسب تصریح حضور قبلہ شیخ ثالث مولینا عبدالرحمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ اعظمؒ کی عمر مبارک ۷۴ سال ہے اس حساب سے آپکا سن ولادت ۱۲۳۴ھ بنتا ہے۔

آغاز تعلیم کسے خبر تھی کہ یہ نومولود بچہ آگے چل کر دنیا میں ایک خاص مقام کا مالک ہوگا۔ اس کی صورت دیکھ کر دلوں میں خدا کی یاد تازہ ہوگی۔ ذہنوں میں انقلاب اور نظریوں میں تبدیلی پیدا کریگا۔ اس کے لگائے ہوئے چمن رہتی دنیا تک سرسبز و شاداب رہیں گے۔ اس کے منہ سے نکلے ہوئے کلمات فقر و ولایت کے شناور کو دُرشاہوار کا کام دیں گے۔

والد کا سایہ بچپن میں سر سے اُٹھ گیا۔ ضعیفہ ماں نے اپنے بچے کو ایک حافظ صاحب کے سپرد کیا جو اسے قرآن کریم پڑھائے لیکن طالب علم کی علمی پیاس نہ بجھی وہاں سے چل پڑے سابق ریاست بہاولپور میں احمد پور لمہ کے علاقہ میں بستی جند وماڑی میں ایک مکتب میں داخل ہوئے۔ حضور خواجہ صاحب اسیر رحمہ اللہ علیہ کا اس بستی سے گزر ہوتا ہے خادم کو فرماتے ہیں

؎ گفت بوئے بوالعجب آمد بمن ہمچنانکہ مر نبیؐ را از یمن

یہاں مکتب میں کسی کامل کی خوشبو آرہی ہے۔ خادم نے عرض کی ایک تھان کھادی کا لیکر طلبا میں تقسیم فرمائیں پتہ چل جائیگا۔ ایک ایک طالبعلم کو خادم بلا کر پیش کر رہا ہے۔ حضور خواجہ اپنے مقدس ہاتھوں سے کسی کو قمیص کا کپڑا کسی کو چادر عنایت کر رہے ہیں۔ طلبا ایک دوسرے پر سبقت لے

جانے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن ایک بچہ دور ایک گوشے میں کھڑا ٹکٹکی باندھے حضور خواجہ کو دیکھ رہا ہے۔ سب طلبا فارغ ہو گئے۔ تو حضرت خواجہ نے اس بچے کو بلا کر چادر دینے کا ارادہ کیا بچے نے عرض کی حضور! میں تو ایسی چادر چاہتا ہوں جو نہ کہنہ ہو نہ کوتاہ اور نہ پھٹے حضور خواجہ نے چادر عنایت فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ وہی ہے ؎

یہ فیضان پدر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی   سکھائے کس نے اسمٰعیل کو آداب فرزندی

وہ چادر ابتک آستانہ عالیہ بھرچونڈی شریف میں موجود ہے۔

حضور مرشد میں

ضعیف ماں جس کی امیدوں اور تمناؤں کا سہارا یہی ایک بچہ تھا جسے آگے چلکر سلسلہ عالیہ قادریہ اور نقشبندیہ کی مسند سنبھالنی تھی نے جس پیار اور محبت سے تربیت کا اہتمام اپنی بساط کے موافق کیا ہوگا ظاہر ہے۔

ع   قیاس کن زگلستان من بہار مرا

یہ وہ زمانہ تھا جب مائی سوائی نے قبلۂ عالم شاہباز ولایت سید محمد راشد رضی اللہ عنہ صاحب روضہ پیر پاگارہ سے حضرت قبلہ سید حسن شاہ صاحب جیلانی عرف ننو دھنی رحمہ اللہ علیہ جو حضور کے مخصوص خلفاء میں سے تھے کو یہ کہہ کر مانگ لیا کہ یہ علاقہ ذکر الٰہی وذکر مصطفائی کے ترانے سننے کے لئے بیتاب ہے۔ سید صاحب کو حکم ملے کہ وہ اس علاقہ کی آبادی کا باعث ہوں۔ جونہی آپ نے اس خطہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے شرف بخشا سوئی کی ندی مہبط انوار ذکر الٰہی بن گئی دور دور سے تشنہ کام آکر سیراب ہونے لگے جنگل بقعہ نور الٰہی بن گیا یعنی جنگل میں ایک خیمہ استادہ کیا گیا جس میں سید صاحب اپنے مالک سے لو لگائے تشریف رکھتے اور خلقت پروانہ وار خیمہ کے گرد یاد خدا میں مشغول ہوتی۔ علاقہ کی قسمت جاگ اٹھی۔ حضرت حافظ صاحب کی والدہ ماجدہ اپنے نونہال کو لیکر سید صاحب

کہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئی نگاہ مرشد نے فوراً بھانپ لیا کہ یہ جوہر قیمتی متاع ہے نہایت ہی شفقت سے پڑھانا شروع کیا حضرت حافظ صاحب رضی اللہ عنہ نے کام و دہن کو الفاظ قرآن سے لذت اندوز اور قلب کو اسرار و معانی سے معمور فرمایا۔ مرشد اقدس کی خدمت میں پہنچنے کے وقت آپکی عمر گیارہ سال تھی

وصال حضرت جیلانیؒ

مختصر ذکر حضرت سید السادات صاحب البرکات سید محمد حسن شاہ

صاحب جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بانی سوئی شریف آپ ضلع ساہیوال بستی شیر گڑھ کے باشندے تھے طلب مولیٰ میں گھر سے نکلے خانقاہوں کی سیر کرتے بزرگوں کی زیارت فرماتے اسی سڑک سے گذرے جو برچونڈی شریف سے شمال کی جانب ہے سڑک کے کنارے ایک مکتب تھا جس میں ایک مولوی صاحب جن کا نام آفتاب احمدؒ تھا۔ درس دیا کرتے تھے۔ مولوی صاحب نے آپ کو شب باشی کی دعوت پیش کی رسم ضیافت کے بعد مذاکرہ شروع ہوا۔ سید صاحب نے فرمایا تلاش مرشد میں گھر سے نکلا ہوں دل کو کسی مقام پر قرار نہیں آیا۔ مولوی صاحب نے فرمایا قبلہ! مرشد تو میں آپکو بتلاؤں جنکی صحبت میں بے چین دلوں کو قرار آتا ہے اور زنگ آلودہ قلوب مُصفا و مجلا ہوتے ہیں۔ ایک ہی نگاہ میں وہ سب کچھ کر دیتا ہے۔ جو ہزاروں اربعینوں سے نہیں ہوتا۔ مولوی صاحب نے قبلہؒ عالم سید محمد راشد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پیر پاگارہ کا نام بتلایا لیکن آپ سیدھے دیارِ عرب میں چلے گئے۔ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشمار انعام مرحمت فرمائے حکم ملا کہ پیر پاگارہ کی خدمت میں جاؤ تکمیل ان کے ہاتھوں مقدر ہو چکی ہے۔ وہاں سے سیدھے مرشد محقق کی خدمت حاضر ہوئے چھ ماہ کے اندر خلعت خلافت سے سرفراز ہوئے۔ قبلہؒ عالم پیر پاگارہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گیارہ سو خلفا میں سے آپ مخصوص کمالات کے مالک تھے۔ قبلہؒ عالم فرمایا کرتے کہ بعض خلفاؒ کو انکی خواہش پر خلافت دی گئی اور بعض کو میں نے اپنی

مرضی سے عنایت کی اور بعض کیلئے اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ انہیں تاج خلافت سے مزین کرو۔ یہ پنجابی سید (بانی سوئی شریف) اسی تیسرے گروہ سے ہے جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ اسے امانت خلافت سپرد کرو۔ مائی سوائی کے نام پر سوئی شریف نام زبان زد خلائق ہوگیا۔ ندی کا نام بھی اسی مناسبت سے سوئی پڑگیا۔ سید صاحب نے نکاح نہیں کیا تھا۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے رفیق اور پیر بھائی میاں محمد حسین صاحب جن کو بھورل صاحب کہا جاتا ہے۔ سجادہ نشین ہوئے۔ بھورل صاحب بھی۔ حضرت قبلۂ عالم پیر پاگارہ صاحب رضی اللہ عنہ سے مجاز تھے۔ پیر صاحب قبلۂ عالم نے سید صاحب کا ساتھی کردیا تھا۔ بھورل صاحب نے بھی نکاح نہیں کیا۔ اپنے وصال کے وقت آپ نے حضرت حافظ صاحب کو اپنی مسند ارشاد سونپ دی لیکن حضرت حافظ صاحب نے مسند شیخ پر قدم رکھنا خلاف ادب سمجھتے ہوئے ایک درویش خدا آگاہ جنکو میاں ابوبکر عرف سالول صاحب کہا جاتا تھا رحمۃ اللہ علیہ کو نامزد فرما کر سجادہ نشین بنا دیا۔ تین ماہ آپ نے سوئی شریف میں قیام فرمایا سورہ والضحیٰ تک سورتیں یاد کرائیں تاکہ امامت فرما سکیں لیکن بایں ہمہ ادب کا یہ عالم تھا کہ جب سالول صاحب اٹھتے جوتیاں آپ ہی سیدھی کرتے پنکھا لیکر خود ہوا دیتے۔ حضرت سالول صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ نے نکاح فرمایا اولاد پیدا ہوئی موجودہ سوئی شریف کے سجادہ نشین حضرت سالول صاحب کی اولاد میں سے ہیں۔

حضرت حافظ صاحب رضی اللہ عنہ نے سوئی شریف سے جانب شرق تین میل کے فاصلے پر برجندی نام ایک ندی کے کنارے اپنی خانقاہ کی بنیاد ڈالی جو سندھی زبان میں بگڑ کر بھرچونڈی کی شکل اختیار کرگئی۔

قرآن کریم اپنے مرشد (سید صاحب) سے حفظ کرلیا تھا۔ اسی وجہ سے

---

[۱] ۲۶ ذلقعد ۱۲۵۴ھ میں حضرت سید صاحب کا انتقال ہوا۔ اسوقت حضرت حافظ صاحب کی عمر بیس سال تھی [۲]۔ برجند قریہ زلیست از ماوراء النہر۔ ممکن ہے اس ندی کا دھانہ برجند سے نکلتا ہو

اس حفظ کو مرشد کا انعام سمجھتے ہوئے زندگی کے آخری لمحوں تک قرآن کا درس دیتے رہے اور اپنے ہونے والے جانشین کو جن کی تربیت کا آپ خاص طور پر خیال فرماتے، فرماتے کہ قرآن کریم کے درس کا ناغہ نہ کرنا۔

آپ کا مخصوص انداز قرأت قرآن کریم کی قرأت میں آپ خاص مقام کے مالک تھے۔ الفاظ کو اپنے مخارج میں صحیح اور صاف پڑھنا آپکا امتیازی وصف تھا اسی وجہ سے تمام سندھ میں آپکی قرأت مشہور ہوگئی۔ جو امام ضاد کو ظا پڑھتے۔ حسب تصریح فقہاء کرام اس کے پیچھے نماز پڑھنے کو ناجائز بتلاتے اور اسے قرآن کی تحریف بتلاتے آج تک جماعت کا اسی پر عمل ہے۔

ولو قرأ الظاء مکان الضاد تفسد صلوته ولو تعمد یکفر (عالمگیری)

برچونڈی شریف کے کتب خانے کی ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے درسی کتابیں بھی پڑھی ہیں اس زمانے میں اردو نے مکتبوں میں قدم نہیں رکھا تھا فارسی کا چرچا زوروں پر تھا۔ بعض کتابوں پر آپ کے دستخط اور مطالعے کے نشان ملتے ہیں۔ کنز پارسی شرح وقایہ اور ہدایہ پر آپکی مہریں ثبت ہیں آپکی مہر کا یہ نقش تھا:

خاکراہ دردمندان طریق فقیر محمد صدیق

سبحان اللہ دردمندان طریق کے راہوں کی غبار رب کریم نے اپنے محبوب رضی اللہ عنہ کے غازیوں کے گھوڑوں کے غبار کی قسمیں کھائیں اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فقراء مہاجرین کی چادر کی قسمیں کھا کر نصرت الٰہی مانگیں۔
والعادیات ضبحا الیٰ فاثرن بہ نقعا حدیث اللھم انصرنا بصعالیک المھاجرین اسی وجہ سے پیر ہرات شیخ الاسلام عبداللہ انصاری اپنے تاثرات روک نہ سکا اور پکار اٹھا کہ الٰہی بادستان خود چہ کردی ہر کہ ایشاں را شناخت ترا شناخت وہر کہ ایشاں را یافت ترا یافت اللہ

والوں سے جس چیز کو نسبت ہو جائے اسی نسبت کو بارگاہ الٰہی میں پیش کر کے اگر کوئی دعا مانگی جائے تو شاید مولا کریم کی نگاہ اسی نسبت پر پڑتی ہے اور دعا قبولیت کا جامہ پہن لیتی ہے جیسے سلطان محمود غزنوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے سومنات کے قلعہ پر فتح پانے کے لئے حضرت ابوالحسن خرقانی رحمہ اللہ کا جبہ مبارک اٹھا کر عرض کیا تھا:

"اے میرے مولا! ایک درویش کے جُبّہ کی لاج ترے ہاتھ ہے"۔

اور ذکر جُبّہ مبارک کا واسطہ دے کر عرض کر رہا ہے۔۔ اتنے میں وزیر حاضر ہو کر کہتا ہے حضور فوج قلعہ میں داخل ہو چکی ہے۔

ذکر الٰہی

آپ کو اسم ذات سے عشق تھا بمصداق حدیث شریف من احب شیئا اکثر ذکرہٗ یعنی جس کو کسی سے محبت ہو گی اپنے اوقات اسی کی یاد میں مستغرق رکھتا ہے لیل و نہار ذکر الٰہی میں بسر ہونے لگے جنگل ندی کا کنارہ بقعہ نور بن گیا۔ دور دور سے سالک آ آ کر اپنی جھولیاں فیض ذکر الٰہی سے بھرنے لگے۔ ذکر الٰہی طلبا و سالکین کا طرۂ امتیاز بن گیا جانے والے کو بلانا یا ٹھیرانا ہوتا تو ذکر الٰہی سے اُسے ٹھیرایا جاتا۔ دروازہ پر اندر والے کو بلانا پڑتا تو یہی آواز سامعہ نواز ہوتی کہ ع

جز نغمۂ محبت مسازم نوا ندارد

عورت آٹا گوندھ رہی ہے۔ یا دودھ بلو رہی ہے یا گھر کا کوئی کام کر رہی ہے لیکن زبان ذکر الٰہی سے نغمہ سنج ہے مرد کسی کام میں مشغول ہے مگر زبان اسی کے نام کے چٹخارے لے رہی ہے۔ ذکر الٰہی سرمایۂ ایمان بن رہا ہے۔ گویا مسلمان ہو رہے ہیں ؎

ذکر او سرمایۂ ایمان بود — ہر گدا از یاد او سلطان بود

حضور اولیا میں ہمنشینی با خدا کا مقام حاصل ہو رہا ہے۔ قرب الٰہی کے بساط پر فقراء کے حلقے لگ رہے ہیں ؎

ہر کہ خواہد ہمنشینی با خدا — گو نشیند در حضور اولیا

سنگ خارا اور مرمر حضور صاحب دل میں گوہر ہو کر چمک رہے ہیں ؎

گر تو سنگ خارا و مرمر شوی — چون بصاحبدل رسی گوہر شوی

صبح و شام کے ذکر الٰہی کے حلقوں نے فقراء و طلباء کو اپنے حلقے میں لے لیا ہے کھانے پینے کا سودا سر میں نہیں رہا۔ ایک مٹھی کوہل را بلے ہوئے چنوں کی ملجاتی ہے کھانے والا اپنے آپکو ہفت اقلیم کا بادشاہ تصور کرتا ہے۔ غرض ایک عجیب کیفیت سے ان لوگوں کے لیل و نہار کٹ رہے ہیں۔ کپڑے پھٹے ہوئے ہیں تو پروا نہیں لیکن دل میں اطمینان اور یقین کی دنیا آباد ہے۔ مذکور سبحان ربی الاعلیٰ ہے تو ذاکر بھی ندائے عبدی انت الاعلیٰ سے سرفراز ہو رہا ہے ؎

ہوتا ہے کوہ و دشت میں پیدا کبھی کبھی

وہ مرد جس کا فقر خزف کو کرے نگیں

طبیب کامل تنِ آب و گل کو دل بنا کر اس میں درد اور سوز کے انجکشن لگا رہا ہے ؎

تنت را دل کن و دل درد گردان — کہ زفیضان کیمیا سازند مردان

مس خام ذکر الٰہی سے کندن بن رہا ہے۔ مشت گل سے کیمیا تیار کی جا رہی ہے ؎

کیمیا پیدا کن از مشت گلے — بوسہ زن بر آستان کاملے

بیس بائیس سال کا ایک نوجوان عشق الٰہی میں سرشار ہے اسکی نگاہ بیگانوں کو یگانہ بنا رہی ہے۔ چور، اچکے، رہزن، ڈاکو اس کے حضور ذکر الٰہی کے حلقے میں جونہی بیٹھتے ہیں کسی اور دُنیا میں پہونچ جاتے ہیں۔ زیرکی رخصت ہو گئی حیرانی نے قبضہ کر لیا عارف رومؒ کا سبق تازہ ہو گیا ؎

زیرکی بفروش و حیرانی بخر — زیرکی ظن است و حیرانی نظر

دیوانے فرزانے اور فرزانے دیوانے ہو رہے ہیں۔ طبیب روحانی نے جملہ تنِ آب و گل کو دید دوست میں گداز دیا ہے ؎

جملہ تن را در گداز اندر بصر در بصر رو در بصر رو در بصر
آدمی دید است باقی پوست است دید آں باشد کہ دید دوست است

علماء کا اعتراض کسی کو بلانے اور ٹھیرانے کیلئے بھی جب ذکر اللہ کے نعرے گونج اٹھے تو علمائے ظاہر بین کو بحث و نزاع کا موقعہ مل گیا موضوع بحث کا یہ قرار پایا کہ مقصود اس ذکر سے ندائے غیر اللہ ہے اور ندائے غیر اللہ حرام ہے اس زمانہ کے چند علما مولوی عبدالرحمٰن سکھر والا مخدوم محمد سیوہن والا اور مولوی بیہواری والا حضور کی خدمت بابرکت میں تشریف لائے صورت مسئلہ پیش کی اور کہا یہ ندائے غیر اللہ ہے اور ندائے غیر اللہ ناجائز ہے لتنے میں ایک فقیر کا نعرۂ مستانہ فضا میں گونجا۔ آپ نے فرمایا اسی فقیر کو بلا کر مسئلہ شرعی سمجھائیں۔ فقیر کو بلایا گیا۔ وفد میں سے ایک عالم نے پوچھا کہ تم نے کسی کو بلانے کیخاطر یہ نعرہ (لا الہ الا اللہ) کیوں لگایا فقیر نے جواب دیا۔ اگر اپنی زوجہ کا نام لیکر (کہ صحت نام رکھتی تھی) پکارتا تو کراماً کاتبین صحت صحت لکھتے۔ میں نے ذکر الٰہی کیا کہ نامۂ اعمال میں یہی درج ہو مولوی صاحب نے آپکی خدمت میں عرض کیا آپ اسکو روک دیں۔ آپ نے فرمایا ؎ کاٹوں زبان اسکی جو کہے سجن تو جا

مخدوم محمد سیوہان والے نے کہا آپ لوگ حج کر آئے ہیں وہاں سائلوں کو دروازوں پر یا اللہ یا کریم کہتے نہیں سنا حالانکہ وہ بھی ندائے غیر اللہ کی صورت ہے حضور نے فرمایا کہ آپ اس فقیر کو روکیں کہ لا الٰہ الا اللہ نہ کہے۔ مخدوم محمد سیوہان والے نے کہا لا الٰہ الا اللہ روکنے والے نہیں آپ ہم کو کافر بنانا چاہتے ہیں۔

علماء کا یہ وفد تبلیغ کے فرائض انجام دیکر واپس چلا گیا۔ علمائے

ظاہر بین کی تبلیغوں کا ایک عجیب عالم رہا ہے وہ ضروریات دقاعدہ البلیۃ اذا عمت طابت کے تحت غیر ضروری سمجھ کر چشم پوشی کر جاتے ہیں اور غیر ضروری امور پر تبلیغ کا سارا زور خرچ کر ڈالیں گے میلاد شریف کے بدعت ہونے پر سارے دلائل کے تیر خالی کر ڈالیں گے لیکن سینما اور فحاشی کے اڈوں پر بیں بجبیں نہوں گے۔

طریق بیعت و ارشاد

نیست بر لوح دلم جز الف قامت یار
چکنم حرف دگر یاد نداد استادم

آپکا طریق بیعت اپنی صورت پر طالب کو متوجہ کرنا کہ ہماری صورت کو دیکھ کر آنکھیں بند کرو قدرے توقف کے بعد آنکھیں کھولو لآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ایک ہزار بار اِلَّا اللّٰہ ہزار بار اَللّٰہ ہزار بار ھُوَ ہزار بار۔ بعد اختتام ذکر قدرے مراقبہ جس میں قلب میں اسم ذات کا تصور قائم رکھے۔

ذکر الٰہی کے یہ چار دل ہزار مغرب یا عشاء کے بعد جہر کے ساتھ پڑھے اگر موقعہ نہ مل سکے تو سحر کو دو نوں وقت ذکر بہت مفید ہے۔ ورنہ ایک دفعہ تو بالکل ناغہ نکرے کیونکہ یہ فرض طریقت ہے پھر قیام وقعود ہر حرکت و سکون میں قلب کا دھیان اسم ذات کی طرف رکھے کسی وقت بھی اس خیال سے اپنے آپکو فارغ نہ رکھے۔

طالب کو یہ باتیں ذہن نشین کرانے کے بعد دل میں صورت شیخ کا خیال قائم رکھنے کی تلقین کہ اگر تو نے تصور صورت شیخ دل میں قائم کر لیا تو یاد خدا میں تمہاری معاونت کریگا۔

ایک وہ تھے کہ جنھیں تصویر بنا آتی تھی
ایک ہم ہیں کہ لیا اپنی بھی صورت کو بگاڑ

گویا اس طرف اشارہ ہے کہ ذکر الٰہی جب صورت شیخ کے توسین میں نزلی انداز ہوتا ہے اس وقت قلب کی تاریکی دور کرتا ہے

اختتامی مراقبہ کے بعد دُعا مانگے کہ یا اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ مجھے اپنا ذوق شوق نصیب فرما اور وہی کام مجھ سے صادر فرما جس میں تیری رضا شامل حال ہو۔ ؎

کسی کو حسن رُخ دوست در نظر دارد　　محقق است کہ او حاصل عمر دارد

چونکہ راہ طلب منزل آرام ندارد مشہور ہے۔ لہذا اس سفر کی صعوبتوں کو سہل اور آسان بنانے کیلئے اس راہ کے بادیہ پیماؤں نے مختلف طریقے ایجاد کئے ہیں۔

تامست نگردی نہ کشی بارغم عشق　　آرے شتر مست کشد بار گراں را

اس مستی کو پیدا کرنے کیلئے بعض حضرات نے سماع و سرود سے مہمیز شوق کا کام لیا ہے۔ جو اگرچہ شوق تیز کرتا ہے لیکن بقول حضرت داتا گنج بخش لاہوری رحمہ اللہ علیہ السماع زاد المضطرین فمن وصل استغنیٰ عن السماع یہ مضطر کا زاد ہے مبتدی کا توشہ ہے منتہی کیلئے مفید نہیں ابن الوقت ذوق و شوق پیدا کرنے کیلئے بیرونی چیزوں کا محتاج ہو سکتا ہے لیکن ابوالوقت جس وقت چاہے مستی پیدا کرنیکے لئے طالب کو وجد میں لاتا ہے اور اس کا بوجھ آسان کر دیتا ہے۔ ؎

عشق جب کامگار ہوتا ہے　　غوث و قطب مدار ہوتا ہے

نبض عالم پہ انگلیاں اس کی　　صاحب گیر و دار ہوتا ہے

آپ نے طریق سنت علی صاحبہا الف الف التحیۃ کو نہیں چھوڑا تلاوت قرآن نماز ذکر خدا جن کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں جمع فرما دیا ہے۔ اُتلُ ما اوحی الیک من الکتاب واَقِم الصلوٰۃ ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر ولذکر اللہ اکبر

ان ہی تینوں چیزوں پر اپنے سلسلۂ طریقت کی بنیاد رکھی۔ باقی ان میں سوز و گداز پیدا کرے۔ بوجھ کو ہلکا کر دینا اور ان فرائض طریقت کو طبیعت

ثانیہ بنا دینا پیر مغاں کا کمال ہے۔

تلک خیالاتٌ تربی بہا اطفال الطریقة

تربیت منتشدین
ایک شخص آپ کی خدمت میں بغرض بیعت حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا تو اپنے بیل کو گھاس چارہ زیادہ دیا کر کر سیر ہو کر اچھا کام کریگا دوسرا شخص حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا تو اپنے شاہباز کو بھوکا رکھ کہ شکار ٹھیک کریگا۔ ایک کے مناسب حال بھوک تھی اور دوسرے کے مناسب سیر کھانا یہ آپکا فرمان بالکل سرور عالم رحمت مجسم صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مطابق ہے

رات کو تہجد کیوقت حضور پرُنور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے دیکھا ایک کونے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تہجد میں قرأت بزی پڑھ رہے ہیں دوسرے کونے میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ قرأت جہری پڑھ رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق سے پوچھا تم کیوں آہستہ پڑھ رہے ہو۔ عرض کیا۔ اسمع من اناجیہ۔ جو دلوں کی سرگوشیاں سُن لیتے ہیں اسی کو سنا رہا ہوں۔ عمر فاروق سے پوچھا گیا تم بلند آواز سے کیوں پڑھ رہے ہو عرض کیا اوقظ الوسنان واطرد الشیطان سوتوں کو جگاتا ہوں اور شیطان کو بھگاتا ہوں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ ذرا اونچا آواز کر کے پڑھا کرو۔ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو فرمایا تم ذرا آہستہ پڑھا کرو۔ عوارف میں شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے تم اپنے اپنے خیال سے پست اور بلند پڑھا کرتے تھے اب میرے حکم کے تحت پڑھا کرو یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حال کے موافق جہر تھا اور عمر فاروق کے مزاج کے مطابق بری قرأت تھی حکیم کامل نے طبائع کی مناسبت کا خیال رکھ کر ہر ایک کو اس کی طبیعت

کے موافق حکم دیا۔
جو اپنے خیال سے بھوک میں سفر کرنا چاہتا تھا اسے سیر ہوکر بادیہ پیمائی کی تلقین فرمائی اور جو سیر ہوکر اس راہ میں قدم اٹھانا چاہتا تھا اسے بھوک کی تعلیم فرمائی یعنی اپنے اپنے خیالات کو اس راہ میں راہنما نہ بناؤ۔ ہر وہ قدم جو اس راہ میں اٹھے فرمان پیر مغان کے تحت اٹھے ؎

دین مجو اندر کتب اے بیخبر　　　علم و حکمت از کتب دین از نظر

مولوی عبید اللہ صاحب سندھی کو گورنمنٹ برطانیہ نے فوج میں بغاوت پیدا کرنے کے الزام میں گرفتار کرنا چاہا مولانا تاج محمود صاحبؒ امروٹی نے مولویصاحب مذکور کو راتوں رات مکران کے راستے سے عرب پہنچا دیا۔ مولویصاحب بہت عرصہ تک مکہ شریف مقیم رہے۔ گورنمنٹ برطانیہ نے جب حکومت خود اختیاری باشندگان ملک کو دیدی تو ممبران اسمبلی نے مولویصاحب کی واپسی کا قصہ چھیڑا۔ ریزولیشن پاس کئے گئے۔ واپسی کی اجازت مل گئی۔ مولویصاحب دیار عرب سے سیدھے دربار شیخ پر حاضر ہوئے۔ مولویصاحب کا نام سنکر سابق ریاست بہاولپور اور سندھ کے اکثر علمأ کرام مولویصاحب کی ملاقات کیلئے برچونڈی شریف میں حاضر ہوئے۔ تقریباً دو تین گھنٹے مولویصاحب روضہ شریف میں بیٹھے رہے۔ بعد فراغ فاتحہ حضور مجاہد اعظم مولینا عبدالرحمٰن صاحب سجادہ نشین برچونڈی شریف کیخدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ رسمی گفتگو کے بعد مولویصاحب نے عرض کیا۔ حضور! جس وقت بغرض بیعت شیخ اعظم کیخدمت بابرکت میں حاضر ہوا۔ آپ نے بعد بیعت سچل صاحب کی کافی کا "ایک مقطع پڑھا"

"چھوڑ گمان گدائی والا شملہ چا بدھ شاہی دا"

یہی وجہ ہے کہ میں روس میں گیا۔ کابل میں رہا۔ ترکی میں کام کیا کسی طاقت سے مرعوب نہیں ہوا۔ پیر مغان کا یہی فقرہ میرے شامل حال رہا۔ خدا تعالیٰ کا یہ فضل و کرم ہے کہ میں اسلام جیسی نعمت سے سرفراز ہوا تو مرشد ایسا ملا

جو پیکر عمل اور مجسمہ جہاد تھا۔ جس نے ایک فقرہ کہہ کر گدا کو شاہان عالم جیسی تمکنت دیدی اور ذرے کو آسمان بنا دیا۔ غیر مسلموں کی گود میں پل کر اسلام کی آغوش میں آیا تو تربیت کیلئے ایسا سایۂ عاطفت نصیب ہوا۔ جو بہت کم لوگوں کے حصہ میں آیا ہے

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند سگ را ولی کنند و مگس را ہما کنند

برچونڈی شریف کی شمالی سمت دو میل کے فاصلے پر شاہی سڑک کے نشان ملتے ہیں یہ اس زمانہ میں شاہراہ عام تھی۔ مخدوم محمدؒ اشرف صاحب سجادہ نشین کا مارہ شریف ضلع حیدرآباد سندھ اپنے مرشد برحقؒ حضور غوث بہاؤ الحق والدین زکریا ملتانی قدس اللہ سرہٗ کے آستان عالی پہ اسی سڑک سے گزر فرماتے تھے۔ حضور حضرت حافظ صاحب بانی برچونڈی شریف نے سُنا کہ مخدوم صاحب مع جماعت فقرا اس سڑک سے گزر رہے ہیں آپ نے اپنی والدہ ماجدہ سے پوچھا کہ کچھ لنگر میں موجود ہو تو مخدوم صاحب کی دعوت کیجائے۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا ایک مرغا اور تقریباً سولہ سیر اناج چھ سیر چاول موجود ہیں۔ آپ نے فرمایا کافی ہیں۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا طعام ہم تیار کریں گے۔ تفہیم آپ فرمائیں۔ آپ نے جاکر مخدوم صاحب کیخدمت میں دعوت پیش کی۔ مخدوم صاحب کے ہمرکاب سات سو فقرا اور ایک سو بیس گھوڑے تھے۔ ماحضر تیار رہوا۔ آپ نے اپنی چادر اوپر ڈالدی اور تقسیم شروع کردی فقراء نے سیر ہوکر کھانا کھایا گھوڑوں کو بھی دانہ ملا۔ بعد فراغ طعام قہران السعدین ہوا۔ مخدوم صاحب نے فرمایا کہ حضرت جب میں تولد ہوا تو ناف کاٹنے کیلئے چھری نہیں مل رہی تھی میں نے چاہا کہ بتلاؤں فلاں جگہ پر رکھی ہوئی ہے لیکن اس خیال سے چپ رہا کہ ڈر نہ جائیں اور والد صاحب نے جب عشاء کی نماز پر جانے کا ارادہ فرمایا تو والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ میں زچہ ہوں اور اکیلی ڈر معلوم ہوتا ہے میں نے ارادہ کیا کہ عرض کردوں میں جو ولی دلگیر ہوں ہوگا لیکن پھر خیال گیا اب تو

زیادہ ڈر ہوگا۔ کہیں یہ نہ خیال کریں کہ یہ کیسا بچہ ہے جو ابھی سے بول رہا ہے بریں خیال رک گیا۔ مخدوم صاحب نے فرمایا۔ حضرت آپ بھی کچھ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ مخدوم صاحب! مجھے تو اللہ والوں کی خدمت پر مقرر کیا گیا ہے ایک رات بلا کی سردی تھی ہوا کا طوفان زوروں پر تھا اندھیرا ایسا کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا جماعت یہیں برجندی کے کنارے نئی آباد ہوئی تھی۔ ندی پانی سے خشک تھی کیونکہ دریا کا رخ نیچے ہوگیا تھا۔ پانی ڈیڑھ میل کے فاصلے سے ڈھرکی کے تالاب سے لانا پڑتا تھا۔ میں نے خیال کیا تہجد کیلئے جماعت کو تکلیف ہوگی۔ عشاء کے بعد سونے والے سوگئے اور مراقبے والے اپنی اپنی کٹیا میں جا دبکے میں نے ایک مٹکا اٹھایا جس میں تقریباً ڈیڑھ من پانی آتا تھا اور تالاب کیجانب چل پڑا بھر کے واپس اپنی جگہ پر رکھدیا فقرا جس وقت تہجد کیلئے اُٹھے پانی موجود پایا۔ وضو کرکے تہجد اور ذکر نیم شبی میں مشغول ہوگئے ؎

مرا عہدیست باجانان کہ تاجان در بدن دارم ہوا داران کویش را چو جان خویشتن دارم

مخدوم صاحب بہت متاثر ہوئے اور دیر تک آپکا منہ تکتے رہے۔ ؎

اس دور میں بھی مرد خدا کو ہے میسر جو معجزہ پربت کو بنا سکتا ہے رائی

بعد میں فرمایا کہ حضرت میں نے شادی کی ہے۔ حضرت حافظ صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا آپ شادی کیوں نہ کرتے کہ مرد ہیں۔ مخدوم صاحب نے معاً فرمایا کہ ہم تو مرد زنان ہیں مرد راہ تو آپ ہیں ؎

کامل وہی ہے رندی کے فن میں مستی ہے جس کی بے منت تاک

مخدوم صاحب نے اپنا ایک فقیر محمد نامی آپکی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے سہروردی طریقے کے اشغال اسے سمجھائے اور لنگر کی خدمت پر اسے مقرر فرمایا۔ دال دلیا لنگر میں پکاتا اور فقرا کیخدمت بچوں کی طرح کرتا فقرا اُسے نانی فقیر کہہ کر پکارتے۔ فقیر عبدالکریم بھٹہ بھی فقیر محمد کی طرح جماعت کیخدمت کرتا تھا۔ اس کا نام بھی نانی فقیر اسی مناسبت سے فقراء نے رکھا۔ فقیر عبدالکریم

کو مؤلف کتاب نے دیکھا تھا۔ نہایت ہی ذاکر اور شاغل درویش تھا ذکر شروع کرتا تو ختم کرنا بھول جاتا تھا۔ کئی کئی راتیں گزر جاتیں اور ذکر ختم نہ ہوتا

ع
تجھے خبر کہ جنوں میں کمال اور بھی ہیں

چند معجز نما واقعات

صبح کی نماز پڑھ کر آپ مسجد سے باہر نکلتے ہیں ایک لڑکے پر نگاہ پڑتی ہے جو آستینوں میں باہیں ڈالے سردی سے کانپ رہا ہے۔ آپ نے پوچھا تمہاری چادر کہاں ہے لڑکا عرض کرتا ہے کسی نے چرالی ہے۔ ظہر کی نماز پڑھ کر جب آپ رُو بہ جماعت بیٹھتے ہیں تو وہی لڑکا حاضر خدمت ہو کر عرض کرتا ہے کہ یا حضرت مجھے توبہ کی تلقین کیجئے۔ آپ نے فرمایا کیوں لڑکا عرض کرتا ہے۔ صبح کو میں نے کسی پر چادر کے چرانے کا گمان بد کیا تھا۔ حالانکہ وہ میرے بستر میں موجود تھی۔ حضور سرور عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر میں نے بدگمانی کی تھی۔ اسے توبہ کرائی گئی حاضرین پر اس توبہ نے گہرا نقش چھوڑا ۔

الٰہی سحر ہے پیرانِ خرقہ پوش میں کیا ۔۔۔ کہ اک نظر میں جوانوں کو رام کرتے ہیں

ایک جولاہا جماعت کا فقیر نماز پر نہ پہنچ سکا۔ آپ نے وجہ پوچھی فقیر نے عرض کیا کپڑا بن رہا تھا اذان ہوئی میں نے کہا تھوڑا کپڑا باقی ہے اسکو پورا کر کے حضرت کی خدمت اقدس میں لیتا جاؤں۔ اسی وجہ سے تاخیر ہو گئی اور جماعت پر نہیں پہنچ سکا۔ آپ نے وہ کپڑا لیکر جلا دیا کہ جو چیز راہ حق میں رکاوٹ پیدا کرے وہ اس قابل نہیں کہ اسے باقی رکھا جائے۔

دین کی تھوڑی سی فروگزاشت پر احتساب اور دنیا کے بہت نقصان ہو جانے پر چشم پوشی دین کی اہمیت کو نمایاں کرنے کیلئے کاملان راہ کا ایک ایسا سبق ہے جو فوراً طالبوں کے نہاخانۂ دل میں گھر کر لیتا ہے ۔

فقر قرآن احتساب ہست و بود ۔۔۔ نے رباب و رقص و مستی و سرود

آپ کے زمانہ میں ایک شخص مہمان ہوا۔ لنگر کی تقسیم کا قاعدہ بعد

نماز عشاء تھا جیسا کہ آج تک چلا آتا ہے۔ مہمان نے قبل از عشا کھانا طلب کیا۔ فقیروں نے کہا نماز کے بعد لنگر کا دال دلیا تقسیم ہوگا۔ چلو تم بھی نماز پڑھ لو پھر کھانا کھا لینا۔ اُس نے کہا میری عمر چالیس برس کی ہے۔ آج تک میں نے نماز نہیں پڑھی اللہ تعالیٰ نے میری روٹی بند نہیں کی آج تم بغیر نماز پڑھے روٹی نہیں دیتے فقیروں نے یہ بات حضور شیخ اعظم قدس سرہ کی خدمت میں پہنچا دی۔ آپ نے مہمان کو بلا کر فرمایا کہ۔ یار خدا تعالیٰ سے تو کوئی پوچھنے والا نہیں ہم سے اگر یہ سوال ہو کہ تم نے ایک بے نماز کو کیوں کھانا کھلایا تو ہم کیا جواب دیں گے۔ حضور کے ان سیدھے سادھے لفظوں میں وہ مٹھاس اور کشش تھی کہ اس شخص پر رقت طاری ہوئی۔ چالیس سالہ گناہوں کا دفتر ندامت کے آنسوؤں سے دھلنے لگا۔ شیخ کامل کی ایک نگاہ نے وہ کچھ کیا جو ہزاروں اربعینوں سے نہ ہو سکتا۔ اقبال نے فرمایا ؎

فقط نگاہ سے ہوتا ہے فیصلہ دل کا — نہ ہو نگاہ میں شوخی تو دلبری کیا ہے

حضور صادق مصدوق سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ؎

"اُولٰئِکَ قَوْمٌ لَا یَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ" یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رہتا۔

سندھ کے مایۂ ناز مفتی مولینا عبد الغفور الہمایونی نے شہر میں آپ دعوت پر تشریف لے گئے مولینا صاحب ان دنوں گھر نہ تھے ہمایوں کے بہت آدمی شرف بیعت سے ممتاز ہوئے۔ حسب دستور آپ نے بیعت میں تصور شیخ بتلایا جب مولینا صاحب گھر آئے تو بعض طلبائ نے مولینا صاحب کی خدمت میں کہدیا کہ حضور شیخ اعظم بانی رجھڑی تشریف لائے تھے تلقین ذکر الہٰی میں اپنی صورت کا تصور بھی طالب کو بتلایا ہے۔ مولینا صاحب نے فرمایا کہ التحیات میں السلام علیک ایہا النبی الخ کے کاف خطاب میں تصور مراد نہیں تو اور کیا ہے یہ بات حضرت حافظ صاحبؒ کو پہونچی اس پر آپ نے فرمایا کہ کعبہ تین سو ساٹھ بتوں کا مرکز تھا جب بعثت محمدی آئی تب کعبہ بتوں سے پاک ہوا ؎

شمع رویت بہر لب ہر خانہ — ہر دل از شوق عشق پروانہ

از جمال تو کعبہ شد قبلہ ۔۔۔ پیش ازیں ورنہ بود بت خانہ

تو جب تک کعبۂ دل میں صورت محمدی جلوہ گر نہو یہ کعبہ بھی پاک و صاف نہیں ہو سکتا۔

ایک ضعیفہ آپکو دعوت کرکے گھر لیجاتی ہے۔ چاول دم کرکے پیش کرتی ہے۔ غلطی سے بجائے شکر بہت سا نمک چھڑک دیتی ہے اور ایک دفعہ پر اکتفا نہیں کرتی بلکہ محبت اور اعتقاد کے ملے جُلے جذبات سے بار بار ڈال رہی ہے آپ کھا رہے ہیں جتنا چاہا کھاکے اولشش اپنے خادم کو عنایت کی۔ اس نے پہلا لقمہ اٹھایا تو تھوک دیا۔ فریاد کی کہ بڑھیا تونے بجائے شکر کے نمک ملاکر غضب کردیا۔ وہ بیچاری رو رو کر عرض کرتی ہے کہ بندہ میرا قصور معاف فرمائیں مجھے ضعیفی نے کھانڈ اور نمک کا فرق محسوس نہونے دیا۔ دونوں کا برتن ایک جیسا تھا۔ آپ نے فرمایا میری نگاہ تیرے ہاتھ پر نہ تھی۔ بلکہ اس پر تھی جس نے ہمیشہ اپنی میٹھی میٹھی نعمتوں سے کام و دہن کو نوازا ہے۔

گرچہ تیر از کمان ہمی گزرد ۔۔۔ از کماندار بیند اہل خرد

اب تھوڑی سی تلخی پر ناگواری کیوں ہو۔ پھر فرمایا۔

لطف سجن دمبدم قہر سجن گاہ گاہ ۔۔۔ ایں بھی سجن واہ واہ اوں بھی سجن واہ واہ

رنج و راحت نفع و نقصان شیرینی و تلخی سود و زیاں مفلسی و تونگری ڈکھ اور سکھ ایک ہی مصور نے ایک ہی تصویر کے دو رخ بنائے ہیں۔ مصور کا موقلم غلطی سے معصوم اور منزہ ہے۔ صاحبدل تصویر کے ہر دو رُخ کو ایک نظر سے دیکھتا ہے مصنوع میں صانع کا جلوہ اور تصویر میں مصور کا نقشہ اسے نظر آتا ہے اور عرض کرتا ہے

عاشقم بر قہر و بر لطفش بجد ۔۔۔ بوالعجب من عاشقم بر ہر دو ضد

جفا کو وفا اور اس کے دیئے ہوئے زخموں کو پھول سمجھتا ہے۔ دونو شانوں سے ایک جیسا لذت گیر ہوتا ہے۔ اس کے لئے یہ تصور کافی ہے کہ کسی کے ہاتھ سے یہ انعام مل رہے ہیں اور کسی کے راہ میں چابک کھا رہا ہوں۔ درد ہے

وہ کسی کا دیا ہوا اور تلخی ہے تو اس کی طرف سے جس کے عشق نے تلخی کو حلاوت بنا کر عاشق کے کام و دہن کو نواز لیا ہے۔ راہ عشق میں خار کے بستر بچھائے جاتے ہیں اور حکم ہوتا ہے کہ انہیں صحن چمن سمجھو۔

بحریست بحر عشق کہ ہیچش کنارہ نیست ایںجا جزایں کہ جان بسپارند چارہ نیست

اس بحر بے کنار کو پایاب عبور کرنے کا حکم ہوتا ہے۔ اور دامن تر نہ ہو

درد روں قعر دریا تختہ بندم کردہ بازمیگوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش

جس جانبازی اور جوانمردی سے اس راہ کے مسافروں نے خار زار کے بستر کو صحن چمن سمجھا ہے اور ناپیدا کنار دریائے عشق کو عبور کر کے نیم مسکراہٹ کے ساتھ اپنی جانیں پیش کی ہیں وہ کسی صاحب نظر سے مخفی نہیں۔

پیام شوق او آورد یار من دل صبا جبدلاں اورد یار من

من و ملا زکیش دین دو خبریم بعزما پیرہرف او خورد یار من

ایک دفعہ ایک شخص مجلس اقدس میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا۔ کہ حضور میں نے آپکی زیارت کیواسطے بڑی منزلیں طے کی ہیں دور دور سے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا ہم بھی بڑی منزلیں طے کی ہیں اور بہت دور سے تمہارے لئے آئے ہیں۔

تعمیر مسجد مسجد قبا حوالی مدینہ منورہ میں جب حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نورانی جماعت سے تیار کرائی جس میں خود بنفس نفیس مٹی کے ٹوکرے اٹھا کر خادم و مخدوم کی تمیز اٹھا دی اونچ نیچ کے فرق کو ملحوظ رکھنے والی دنیا کو دکھلا دیا کہ ؎

تمیز آقا و بندہ فساد آدمیت ہے

جن حضرات کے ہاتھوں مسجد کی تعمیر ہوئی ان کے تقوی اور پاکیزگی قلوب کی گواہی اللہ تعالے نے اپنے پاک کلام میں بیان فرمائی۔ لمسجدٌ اُسِّسَ علے التقوی الآیہ۔ یہ وہ مسجد ہے جس کا سنگ بنیاد تقوی اور خوف خدا پر رکھا گیا ہے۔ اس مسجد کی عظمت اور اس کے بانیان کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی

خدمات سے کسی کی خدمات کو مساوی و برابر تصور کرنا ذرے کو خورشید کہنے کے مترادف ہے۔ ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

لیکن بر چونڈی شریف کی مسجد کی تعمیر میں جن پاکباز انسانوں نے حصہ لیا اور جس طرح تقویٰ اور طہارت ظاہری و باطنی کی مثال انہوں نے قائم کی اس دور میں یہ انہی کا حصہ تھا ع

اے گل بتو خرسندم تو بوئے کسے داری

اینٹیں بنانے پکانے والے مزدور اور معمار باوضو۔ بلا وضو ایک اینٹ بھی مسجد میں نہیں لگنے پائی۔ گارا بنانے والا گارا کر رہا ہے لیکن ذکر الٰہی میں رطب اللسان ہے۔ یاد الٰہی میں سرشار معمار مسجد کی تعمیر سے پہلے اپنی ذات کی تعمیر سے فراغت پا چکا ہے۔ حضرت حافظ صاحب قدس سرہ کو دیکھتے ہی شرف بیعت سے ممتاز ہو کر زبان و قلب کو ذاکر بنا چکا ہے۔ آپ نے اس سے طے فرمایا ہے کہ اس مسجد کی اساس تقویٰ اور طہارت پر رکھی گئی ہے۔ اس کا مزد و اجر اللہ تعالےٰ پر ہے دنیوی اجر و منفعت کا تصور ثواب کے چہرے کو مجروح کر دیتا ہے۔ اس نے نیت کو منفعت چند روزہ سے پاک و صاف رکھ کر کام شروع ہے فقرا اور معمار بانی سمیت کام میں لگے ہوئے ہیں۔ جماعت اور امام مرید اور پیر خادم و مخدوم دونوں کے سروں پر مٹی کے ٹوکرے ہیں۔ مسجد قبا کی تعمیر کا نقشہ آنکھوں میں تازہ ہو رہا ہے۔ جماعت اپنے امام کو دیکھ دیکھ کر ذکر الٰہی کے ترانوں میں مست ہے اور امام اپنے دوستوں کو ذکر الٰہی میں مشغول دیکھ کر کہہ رہا ہے۔ خدایا تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میری محنت ٹھکانے لگی ؎

حاصل عمر نثار رہ یارے کردم | شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

بانی اور معمار کا واقعہ

آخر ایک بہترین عمارت تیار ہو گئی۔ معمار نے رخصت مانگی۔ آپ نے اجازت دیدی مستری ریلوے اسٹیشن

کو جارہا ہے اور دل میں کہہ رہا ہے کہ دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ جیب میں پھوٹی کوڑی
نہیں۔ ملتان تک کا کرایہ کہاں سے دونگا۔ انہی خیالات میں غلطاں و
پیچاں جا رہا تھا کہ پیچھے سے ایک مانوس آواز نے اس کے خیالات کے
تسلسل کو توڑ دیا۔ مڑکے دیکھتا ہے تو حضور مرشد برحق کے چہرے پر نگاہ
پڑتی ہے۔ آپ قریب پہنچتے ہیں اور ایک چھوٹی سی گٹھڑی معمار کے ہاتھ میں
تھما کر فرماتے ہیں کہ بھئی! تو نے مسجد کا کام فی سبیل اللہ کیا ہم نے بھی تجھے
خدا واسطے ہی دیا۔ آپ واپس ہو جاتے ہیں اور معمار تھوڑی دور چلکر گٹھڑی
کو کھولتا ہے۔ اپنی مزدوری سے زیادہ رقم دیکھ کر حیران ہوتا ہے ؎

تو بندگی چو گدایاں بشرط مزد مکن — کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند

بلاشبہ ہمیں یقین ہے کہ قیامت میں جب مسجد قبا کے بانی جنہیں فیہ رجال
یحبون ان یتطہروا واللہ یحب المتطہرین کا تمغہ قرآنی مل چکا ہے
اپنے اپنے اخلاص و صداقت کی بنا پر دربار الٰہی میں حاضر ہونے کی سعادت
حاصل کریں گے تو انکے صدقے بانی مسجد بھرچنڈی شریف کو مع ان با اخلاص دوستوں کے
ایک کونے میں حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوگا کہ آں فرباؤل نسبتے دارد

در محفلے کہ خورشید اندر شمار ذرہ است — خود را بزرگ دیدن شرط ادب نباشد

حضور شیخ ثانی قدس سرہٗ فرمایا کرتے کہ اس مسجد میں نماز پڑھنا باقی مساجد
سے زیادہ ثواب ہے۔ کیونکہ بانی مسجد کے انفاس متبرکہ سے جماعت تزکیہ
نفوس کرکے قد افلح کے مقام پر فائز ہو چکی تھی۔ بے مزد و منت کام ہو رہا
تھا۔ جماعت میں ایسے لوگ تھے جن کا ہر سانس یاد خدا میں اور جن کا ہر لمحہ
عبادت میں بسر ہوتا تھا۔ جن کی سجدہ ریزیوں کی داستانیں اب بھی محراب
و منبر میں پڑھی اور سنی جا سکتی ہیں۔ عشق الٰہی میں جن کے آہ و بکا کی شہادت
مسجد کی اینٹیں دے رہی ہیں اور جنکی سرفروشانہ خدمات کا اعتراف بھرچنڈی
شریف کے کوچے کا ہر ہر ذرہ کر رہا ہے۔ مگر افسوس کہ سننے والے نہ رہے۔

کون سنتا ہے کہانی میری — اور پھر وہ بھی زبانی میری

سرفروشی کی تمنائیں انہوں نے سرپیدا کئے۔ ع
سرفروشی کی تمنا ہے تو سر پیدا کر

خاراشگافی کی آرزو میں انہوں نے پنجۂ فولادی پیدا کیا۔ اور ایک تھوڑی مدت میں اپنے شیخ کے مشن کو سندھ کے گوشے گوشے میں پہنچا دیا۔ حتیٰ کہ ضرب لاالٰہ الا اللہ اس جماعت کی انوکھی مشہور ہوگئی۔ فغانِ صبحگاہی ساری دنیا سے ممتاز شکل وشباہت میں باقی دنیا سے علیحدہ لباس واطوار میں مختلف دیکھنے والے کو سب ایک جیسے نظر آتے۔ نگاہ کرشمہ ساز نے سب میں ایک رنگ بھر دیا۔ سب کا مقصد ایک سب کے بول رسیلے اور سب کی شکلیں ایک۔

فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔ إنہ سمیع مجیب

جُبّہ شریف سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا شانِ نزول

مسجد کے شرقی سمت کتب خانہ کے متصل ایک حجرہ میں حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا جُبّہ مبارک رکھا ہوا ہے جمعہ کے روز اسکی عام زیارت ہوتی ہے۔

حضرت حافظ صاحب قدس سرہٗ کے زمانہ میں دو شہزادے مغلیہ خاندان کے آپکی خدمت بابرکت میں پہنچے چند دن رہے۔ شہزادگی بھول گئے۔ شرف بیعت سے مشرف ہوکر آپ کے حلقہ بگوش ہو گئے چند دنوں کے بعد آپ سے رخصت چاہی اور جبّہ شریف سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم آپکی خدمت اقدس میں یہ کہکر پیش کیا کہ نصف آپ رکھ لیں اور نصف ہمیں عنایت کریں۔ آپ نے جبہ شریف کھولا اور اپنے قد مبارک پر رکھا تو آپکی پنڈلیوں تک آیا۔ ارادہ فرمایا۔ کہ دو نیم کریں لیکن عشق مانع ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ تم ہی لیجاؤ۔ مجھ سے دو نیم نہیں کیا جاتا جب شہزادوں نے اپنے شیخ کا یہ عشق اور ادب دیکھا تو انہوں نے برضا ورغبت جبّہ مبارک حضور شیخ میں رہنے دیا جو ابتک دربار بھرچونڈی شریف میں موجود ہے۔ گریبان جبّہ مبارک کا

سیدھا تھا۔ آپ نے اسی کو دیکھ کر اپنا گریبان سیدھا کیا۔ اسی دن سے جماعت کا یہ شعار ہوگیا۔ جبّے کے ساتھ سند بھی تھی افسوس کہ دیمک کے ظلم سے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی ہے۔ اور پڑھی نہیں جاتی۔ یہ جبہ شہنشاہ تیمور لنگ سے ان شہزادوں کے حصّہ میں آیا اُنہوں نے اسے آستان شیخ کی زینت بنایا آج کا عقل کا پرستار آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منسوب اشیاء کو وہ مقام نہیں دیتا جو اس کے شایان شان ہے اور کلمات نازیبا کہنے میں بیباک ہے۔ خشک ملائے اسے اور زیادہ دلیر کردیا ہے۔ لیکن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس بارے میں شغف قارئین احادیث نبوی سے پوشیدہ نہیں۔ حضرت اُم المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک چوبی پیالہ تھا۔ جس میں پانی گھول کر ام المومنین مریضوں کو پلاتیں تو وہ شفایاب ہوجاتے تھے۔ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر کفار کی طرف سے جو نمائندہ ہوکر آتا ہے وہ صحابہ کرام کا عشق و محبت دیکھ کر حیران ہوجاتا ہے کہ صحابہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن کو مُنہ پر لگا رہے ہیں اور آب وضوئے مبارک نیچے نہیں گرنے پاتا بلکہ صحابہ کرام کے ہاتھوں میں پہنچ جاتا ہے اور وہ اپنی آنکھوں پر لگا رہے ہیں موئے مبارک اگر کسی صحابی کو میسر ہو گئے ہیں تو وارثوں کو کفن میں رکھنے کی وصیت کر رہا ہے۔ آخر یہ اس نسبت کا احترام نہیں تو اور کیا ہے عرفا طریق تو سگ کوئے نبی کے ساتھ اپنے آپ کو منسوب کرنا بے ادبی سمجھ کر منفعل ہو رہے ہیں۔ ؎

نسبت خود بسگت کردم و بس منفعلم — زانکہ نسبت بسگ کوئے تو شد بے ادبی

اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

سگ کوئے نبی و یک نگہے — من و تا حشر جان نثار رہا

وہ نمائندہ واپس جاکر اہل مکہ کو کہتا ہے کہ بڑے بڑے شاہوں کے بہت دربار دیکھے ہیں لیکن اس دربار جیسی عظمت و سطوت اور خادموں کی محبت و عقیدت

نہ دیکھنے میں آئی نہ سننے میں سچ ہے۔

دونوں جہاں آئینہ دکھلاکے رہ گئے   لانا پڑا تمہیں کو تمہاری مثال میں

جہادِ اصغر اور جہادِ اکبر

روزنامہ جنگ بعنوان سندھ کی یادگاریں بتاریخ ۲۶، نومبر ۱۹۶۰ء ایک مضمون پتن منارا اور شیخ ذی پر شائع ہوا ہے۔ جس میں مضمون نگار نے شیخ اعظم حضرت حافظ صاحب رضی اللہ عنہ کے جہاد پر جو آپ نے ان مقاموں پر کیا تھا۔ نہایت ہی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اسی کے الفاظ میں اس جہاد کی نوعیت لکھ رہا ہوں۔

رحیم یارخاں کی جنوبی سمت آٹھ میل کے فاصلہ پر ایک ویران شہر کے کھنڈرات ملتے ہیں جو اس وقت پتن منارا کہلاتا ہے۔ اندازہ ہے کہ کسی زمانے میں یہ دریا کا کنارا ہوگا اور کشتیوں کا پتن ہوگا۔ شیخ اعظم حضرت حافظ صاحب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یہاں ایک بدھ مذہب کا مندر تھا جس کا پروہت نہایت ہی مکار شخص تھا۔ سادہ لوح مسلمانوں کو اس نے اپنے دام میں گرفتار کر رکھا تھا۔ رسومات شرکیہ جنہیں اسلام مٹانے آیا تھا اس نے اپنے تقدس کی آڑ میں مسلمانوں میں رائج کر رکھی تھیں۔

آہستہ آہستہ مسلمان اسلام سے بیگانے ہو رہے تھے ایسے وقت میں ضرورت تھی کہ کوئی اللہ کا بندہ مسلمانوں کی دستگیری کرتا اور اسلام کی مشعل لیکر انہیں راہ ہدایت دکھاتا۔ حضرت حافظ صاحب قدس سرہٗ کے شیخ طریقت سید حسن شاہ صاحب جیلانی بانی سوئی شریف نے فقرا کی جماعت کو فوجی دستوں میں ترتیب دیکر حضرت حافظ صاحب قدس سرہٗ کو اس فوج کا سپہ سالار بنایا اور اپنی قیادت میں اس مندر پر دھاوا بول دیا۔ مندر کے پجاری ذاکرین کی ضربوں اور فلک شگاف نعروں کی تاب نہ لاکر میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے اور مندر معہ جاگیر حضرت سید صاحب جیلانی کے قبضہ میں

آیا جو تقریباً سات آٹھ سو بیگھ پر مشتمل ہے اور واہ فقیراں کے نام سے مشہور ہے زمانے کے انقلاب اس جاگیر سے فقیروں کا نام نہیں مٹا سکے۔

چونکہ اس جہاد میں شیخ اعظم حضرت حافظ صاحب رضی اللہ عنہ بحیثیت سپہ سالار تھے اور فتح کا سہرا آپ کے ہی سر رہا

اس لئے تاریخ میں یہ جہاد آپ کے مجاہدانہ کارناموں میں شمار کیا گیا ہے۔ سید صاحب جیلانی امیر المؤمنین تھے اور حضور حافظ صاحب سپہ سالار اس لئے حضرت حافظ صاحب خطبہ جمعہ و عیدین میں اپنے سلطان امیر المومنین کی نصرت و فتح کی دعا مانگا کرتے تھے جن کے مقدس ہاتھوں پر بیعت جہاد بھی آپ نے فرمائی تھی۔ جیسا کہ بنی امیہ و بنی عباس کے دورِ حکومت میں بعض علما ان کو امیر المؤمنین سمجھ کر خطبات میں دُعا مانگا کرتے تھے اس لئے تاہنوز جماعت میں امیر المؤمنین کیلئے فتح و نصرت کی دُعا مانگی جاتی ہے جس سے مراد اپنی جماعت کا امام ہے جو امامت صغریٰ و کبریٰ کا امام ہے۔

سید عالم رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوہ سے واپسی کے وقت فرمایا رجعنا من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر۔ "ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ رہے ہیں"۔ بیشک میدان جنگ میں اپنے خون سے کھیلنا کسی کے عشق میں اپنی جان کی پرواہ نہ کرنا بہت ہی اعلیٰ مقام ہے لیکن اس خاک کے پتلے نے ایک عجیب قسم کی طبیعت پائی ہے نہ جانے کن کن جذبات سے اس کا خمیر تیار کیا گیا ہے۔ یہ سمندر کی تہہ خیول سے نہیں ڈرتا پہاڑوں سے ٹکرا جانے پر تیار ہو جاتا ہے۔ شیروں کا مقابلہ اس سے آسان نہیں ہوتا۔ مصائب و مشکلات پر قابو پا سکتا ہے لیکن نفس کی ایک تھوڑی سی ترغیب کے آگے بےبس ہو جاتا ہے۔ اس کی معمولی سی ترغیب کا پھندا فوراً اپنے گلے میں ڈال لیتا ہے اسی لئے نفس کے خلاف جہاد کرنے کو جہاد اکبر کہا گیا ہے۔

اور اگر غور سے دیکھا جائے تو میدان جہاد میں جا کر اپنے آپکو کٹوانا بھی نفس کب گوارا کرتا ہے۔ وہ کب چاہتا ہے کہ میں خاک و خون میں تڑپوں میری نعش گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندی جائے۔ جس جسم کی پوجا کرنے کا عادی ہے۔ اسے پے در پے ضربوں سے پامال کیا جائے۔ نفس کی ان مرادوں کے خلاف اپنی تمام کوششیں صرف کرنا یہی تو انسان کا کمال ہے اور پھر جہاد کی تعریف یہ ہے۔ استفراغ الوسع فی مقابلۃ العدو ظاہراً و باطناً یعنی دشمن ظاہری اور باطنی کے مقابلے میں اپنی تمام کوششوں کو صرف کرنا جہاد کہلاتا ہے۔ ناظرین بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ شیخ اعظم حضرت حافظ صاحبؒ نے ترغیبات نفس پر قابو پانے کیلئے کیسے عجیب و غریب طریقوں سے اپنی جماعت کے ذہنوں میں انقلاب پیدا کیا ہے۔

یہیں سے خرقہ پوشوں کا کمال ظاہر ہو کر سامنے آتا ہے۔ ایک انسان جذباتِ نفس کے رو میں بہ جانے والا۔ گناہوں کے بوجھ تلے دبا ہوا۔ حرص و آز کے دام میں مقید انکی ایک نظر کا گھائل ہو کر ہوا و ہوس کے کمند اتار کر ایسا سبکبار ہو کر اٹھتا ہے گویا ان چیزوں نے اسکو چھوا تک نہیں تھا۔ طریقت کی صراط مستقیم پر گامزن ہو کر کہتا ہے ؎

عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصہ تمام اس زمین و آسماں کو بیکراں سمجھا تھا میں

ابن ساباط جیسا رسوائے زمانہ ڈاکو سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہٗ کی بزم اقدس میں آتا ہے۔ تو ساباطیہ سلسلہ کا موجد اور شیخ اعظم قرار پاتا ہے۔ زنار دار کسی درویش بے گلیم کے سامنے آتا ہے۔ زنار توڑتا ہے اور اس کے حلقۂ زلف کا اسیر ہو جاتا ہے۔ دیکھتا ایک درویش نما انسان کو ہے لیکن بے اختیار نام خدا لیتا ہوا۔ اس کے قدموں میں گرتا ہے۔ شاید ان خرقہ پوشوں میں ہی خدا کا بسیرا ہے اور انہیں میں اسکو دیکھا جا سکتا ہے۔ یہی اس کے ملنے کی راہ ہے۔ یہی اس بے نشان کا نشان ہے۔ وہ یہی دریچہ ہے اور انہی جھروکوں سے جھانکتا ہے اور

تاکتا ہے ۔ اِنَّ ربک لبالمرصاد جسنے پایا اسی راہ سے پایا۔ اور جسے ملا۔ اسی عنوان سے ۔ ڈھونڈھنے والوں نےمکان ولامکان چھان مارا۔ مگر جب ملنے پر آیا تو ایک خرقہ پوش کے دیئے ہوئے پتے پر مل گیا۔

مشکل حکایتی ہست کہ ہرذرہ عین اوست   اما نمے توان کہ اشارت باو کنند

اشارت با و برداشت نہیں کرسکتا۔ یہ بھی مشکل بات ہے کہ ہرذرہ اس کا عین ہو۔ لیکن اس کا نشیمن گدڑی پوشوں کے قلوب میں ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے یہ بات مشہور ہے کہ فقیروں کی گدڑی میں لعل ہوتے ہیں ؎

اگر بادشہ بر در پیر زن   بیاید تو ایخواجہ سبلت مکن

فقرو ولایت

ولایت کسبی ہے یا وھبی تقوی اور اعمال نیک سے آدمی ولی بن جاتا ہے یا اللہ تعالیٰ جسے پکڑ کر اپنا بنالے وہ ولی ہوتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مجاہدہ وریاضت میں جب بندہ اپنے اوقات مصروف رکھتا ہے اور اس کا اوڑھنا بچھونا رضائے مولا ہوجاتا ہے تو لطف ربانی اسے اپنے سایۂ عاطفت میں لیکر مقام یحبہم ویحبونہ پر فائز کردیتا ہے۔ جس کا دوسرا نام فقرو ولایت ہے ۔ اور کبھی کبھی۔ ع لطف تو ناگفتۂ ما می شنود کے مصداق اس کا لطف وکرم دستگیر ہوتا ہے۔ سوئے ہوئے کو اٹھا کر گلے لگا لیتا ہے۔ اسے ولایت وھبی کہا جاتا ہے۔ جن اولیائے امت محمدیہ کو ولایت وھبی سے سرفراز کیا گیا ہے۔ بلاشبہ ان مبارک ہستیوں میں حضور شیخ اعظم بانی بھرچونڈی شریف کا وجود گرامی ہے۔ حضرت سید صاحب جیلانی آپ کے شیخ محقق نے آپکو اپنی صحبت میں رکھ کر سونے پر سہاگہ کا کام کیاہے ناظرین اندازہ لگا سکتے ہیں، بیس سالہ نوجوان شباب کا عالم۔ بے یار و مددگار۔ بظاہر جس کا بغیر ایک بوڑھی والدہ کے کوئی سہارا نہیں مسند ارشاد پر متمکن ہوکر بادۂ عرفان کے خم کے خم لنڈھا رہا ہے۔ خلقت پروانہ وار اس کے گرد منڈلا رہی ہے اور وہ ایک ہی نگاہ میں بوڑھوں اور نوجوانوں کو ایسا

مست کن جام پلا رہا ہے۔ جس کا نشہ عمر بھر نہ اترے لوگ میخانۂ مرشد کی جاروب کشی عمر بھر تک کرتے ہیں پھر بھی اس مقام تک رسائی نہیں ہوتی۔

آخر کونسی ایسی ریاضتیں مجاہدے اس نے کئے ہیں کہ ایسی مقبولیت عامہ اسے نصیب ہوئی ہے کہ اپنے پرائے سب اس کی مدح و ثنا میں رطب اللساں ہیں اس کی ذات سے منسوب ہوجانا اور اس کے سلسلہ میں داخل ہوجانا کمال تصوّر کیا جاتا ہے۔ جونہی کسی نے اپنے اہل سلسلہ کو اس کی ذات پاک سے منسوب کیا سلسلہ کو عوام کی نگاہوں میں وہ علو اور مقبولیت نصیب ہوئی جو شاید بغیر اس انتساب کے حاصل نہ ہوتی ۔

کلاہ گوشۂ دہقان بآسماں برسید
کہ سایہ بر سرش انداخت چوں تو سلطانے

فقر کا مقصود عفت قلب و نگاہ ہے جو ایسے کاملوں کی صحبت میں بیٹھنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اسی واسطے کہا گیا ہے ۔

یکزمانی صحبت با اولیاء   بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

اور اسی واسطے کسی کامل کی دامن آویزی موجب فلاح دنیا وضمان عقبیٰ ہے۔ عارف روم نے کیا خوب فرمایا ہے۔

اندریں عالم نیرزی با خسے   تا نیاویزی بدامان کسے

یار لوگوں نے فقر و ولایت کے ساتھ جو مذاق بنا رکھا ہے۔ اسے دیکھ دیکھ کر اور سُن سُن کر حیرانی ہوتی ہے۔ کسی نے تعویذ گنڈے کو منتہائے کمال سمجھ رکھا ہے اور کسی نے طبلہ کی تھاپ پر سر دھننے کو مقصد فقر بنا رکھا ہے۔ طبلہ پر جونہی تھاپ پڑی فقر نے انگڑائی لی اور میدان میں کود پڑا اس عالم میں جو کچھ ان کے منہ سے نکل پڑا۔ وہی مایۂ زندگی بنا اور مشکلات کے کام آیا۔ حالانکہ اس مقام پر فائز ہونے والوں کے لیل و نہار ایک انوکھی شان رکھتے ہیں۔ کبھی کبھار اگر ان کے منہ سے کوئی

جملہ نکل پڑا۔ کسی کی بگڑی بن گئی۔ ان کے کمال کا ایک گوشہ ظاہر ہو پڑا جو اس لئے ظاہر ہوا کہ لوگ قریب ہو کر عشق الٰہی کی تکمیل کریں نہ اس لئے کہ دنیوی امور کی لسٹ پیش کر کے اپنی مطلب برآری کیلئے ایک کارکن کو تلاش کرنا۔

اس میں شک نہیں کہ کامل و اکمل سے ہر ایک اپنی اپنی استعداد کے مطابق مستفید ہوتا رہتا ہے کیونکہ

عشق جب کامگار ہوتا ہے — غوث و قطب مدار ہوتا ہے
نبض عالم پہ انگلیاں اس کی — صاحب گیر و دار ہوتا ہے

اس کا وجود مثل زر طلا ہوتا ہے۔ ع

وجود مردم دانا مثال زر طلا است

لیکن حلاوت ایمان اس وقت نصیب ہوتی ہے جب بندۂ مومن کے ساتھ محبت صرف اللہ تعالیٰ کیواسطے ہو۔ نہ حب منفعت دنیوی کیلئے۔ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ثلث من کنّ وجد بھن حلاوۃ الایمان من کان اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواھما۔ ومن احب عبداً لا یحبہ الا اللہ ومن یکرہ ان یعود فے الکفر کما یکرہ ان یلقی فی النار

تین چیزیں جس میں ہوں گی اسنے حلاوت ایمان پائی۔ جس کو اللہ اور اس کا رسول ہر شئے سے زیادہ محبوب ہوں اور جس نے کسی بندۂ کامل سے محبت فقط اللہ کیواسطے رکھی اور جو کافرانہ رسومات اختیار کرنے کو اتنا بُرا جانے جتنا آگ میں پڑنے کو۔

غلام محمد راجڑی خدمت اقدس میں عرض کرتا ہے۔ حضور فقر و ولایت چھینی بھی جا سکتی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی چیز کوئی نہیں چھین سکتا ہے

ہو جائیگا چھوٹی چھوٹی باتوں پہ خفا — کیا تو نے خدا کو آدمی سمجھا ہے

ہاں اپنے شیخ کیساتھ سوءظنی رکھنے سے خود بخود رخصت ہوجاتی ہے کہ جس راہ سے اسے یہ نعمت عظمٰی ملی اس کی قدر نہ کرسکا۔

شریعت کی پابندی

حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع (شریعت کی پابندی) سے مقام ولایت تک رسائی ہوتی ہے۔ وہی شخص کامل ہے جس کے اندر ادائے حسن مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کی جھلک موجود ہو۔ علامہ اقبال نے فرمایا

معنی دیدار آن آخر زماں

حکم او بر خویشتن کردن رواں

حضرت مالک مقام تحقیق حافظ صاحب رضی اللہ عنہ بلاشبہ ان ممتاز ہستیوں میں شمار کئے جاتے ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو قالب سنت مصطفویہ میں ڈھال لیا تھا۔ سیرت مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم آپکی طبیعت ثانیہ بن گئی تھی بغیر کوشش خاص کے سیرت حضور کا ظہور ہوتا تھا۔ یہی وہ کمال ہے جو کسی جگہ ڈھونڈھے سے نہیں ملتا۔

فقیر دریاخاں کا واقعہ

فقیر دریاخاں شاعر رندی دستی میں قیود شرعی سے آزاد تھا۔ استغراق میں اپنے تن دمن کا ہوش نہیں تھا ہندو فقیر جو ساتھ رہتے تھے فقیر دریا خاں کو اپنا ہم مشرب دہم مسلک سمجھتے تھے حضرت حافظ صاحب کے زمانے میں فقیر دریا خاں اپنی جماعت کے ساتھ جو اکثر ہندوں پر مشتمل ہوتی تھی، شہر ڈھرکی میں آیا، حضور حافظ صاحب ڈھرکی میں تشریف لیجا کر فقیر دریا خاں کو دعوت کرکے برچنڈی شریف لے آئے۔ بعض فقرا نے اس دعوت کو مناسب، نہ جانا اور زبان اعتراض کھولی۔ آپ نے فرمایا غیر مسلموں سے اختلاط کیوجہ سے عوام فقیر دریاخاں کو غیر مسلم سمجھ رہے ہیں۔ ہم نے دعوت کر کے واضح کر دیا کہ وہ قیود شرعیہ سے اپنے استغراق کیوجہ سے اگرچہ آزاد ہیں لیکن مسلمان ہیں فقیر صاحب کو آپنے اپنے کھجوروں کے باغ میں اتارا نماز کا وقت آیا۔ تو حضرت کی جماعت میں سے حاجی عبداللہ الحیل

جو لنگر کے گھوڑوں کی خدمت پر مامور تھا اور حاجی گھوڑے والا مشہور تھا۔ جیسا کہ حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک بزرگ اسی خدمت کیوجہ سے سلمان الخیل مشہور تھے۔ لوٹا پانی کا لیکر فقیر موصوف کیخدمت میں گئے اور عرض کیا حضرت نماز کا وقت ہے وضو کیلئے پانی لایا ہوں۔ فقیر دریا خاں نے فرمایا:

اسین متے نماز مراھیون و فی انفسکم افلا تبصرون یا دمن مرآھے اسین کید اٹھ وجون۔ حاجی عبداللہ الخیل نے فرمایا ایک بادشاہ اپنے غلام کے ساتھ بدفعلی کیا کرتا تھا ایک دن غلام نے تنگ آکر عرض کیا حرم سرائے سلطانی میں حور جیسی عورتیں موجود ہیں مجھ غریب کو تونے کیوں تختہ مشق بنایا ہوا ہے بادشاہ نے کہا بات یہ ہے کہ جب میں کسی عورت کے پاس جانا چاہتا ہوں تو اپنی ماں کی شکل سامنے آجاتی ہے اسی وجہ سے رک جاتا ہوں غلام نے عرض کیا، مرد کے پاس جانے سے باپ کی شکل یاد نہیں آتی۔ آپکو بھی وفی انفسکم افلا تبصرون تو یاد آئی اقیموا الصلوٰۃ یاد نہیں آتی۔ حالانکہ وہ بھی قرآن کی آیت ہے۔ فقیر نے اٹھ کر وضو کیا اور مسجد میں آگیا۔ شیخ اعظم حضرت حافظ صاحب کی اقتدا میں نماز پڑھی بعد نماز عرض کیا حضرت اجازت ملے تو گھنگرو پہن کر ناچتے ہوئے اپنی کافیاں سناؤں۔ حافظ صاحب نے فرمایا آپکی کافیاں خود ناچ رہی ہیں۔ فقیر دریا خاں نے اپنی کافیاں بغیر گھنگرو کے سوز و گداز کے لہجے میں سنائیں۔ جسے سنکر حضرت حافظ صاحب بہت محظوظ ہوئے۔

خواجہ غلام فریدؒ سے ملاقات

سابق ریاست خیرپور میراں میں کھرا ایک چھوٹا سا شہر ہے وہاں ایک خاندان صدیوں سے علم و فضل میں مشہور ہے اکثر مشائخ سندھ کو اس خاندان سے شرف تلمذ حاصل رہا ہے اس خاندان کے ایک عالم مخدوم دین محمد صاحب حضور شیخ اعظم حافظ صاحب کی خدمت اقدس میں بدیں غرض حاضر ہوئے کہ آپ سابق ریاست بہاولپور میں میرے ساتھ چل کر عوام اور خواص میں میرا تعارف کرائیں۔ آپ نے ایک

عالم کی استدعا کو ٹھکرانا مناسب نہ سمجھا اور ان کے ساتھ چاچڑاں شریف تک تشریف لے گئے خواجہ فخر جہاں رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ تھا خواجہ صاحب اکثر مسجد میں رہتے تھے مسجد کا فرش ہی آپکا اوڑھنا بچھونا تھا. طلبا کو درس دیا کرتے تھے. حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ ان دنوں اپنے برادر معظم حضرت خواجہ فخر جہاں رحمۃ اللہ علیہ کیخدمت میں پڑھتے تھے. شیخ اعظم حضرت حافظ صاحب قدس سرہٗ اور مخدوم دین محمد صاحب خواجہ صاحب کے ہاں مہمان ہوئے خواجہ صاحب نہایت تکریم اور تعظیم سے پیش آئے اپنے خدام اور طلبا کو تاکید فرمائی کہ معزز مہمان ہیں نہایت ہی ادب ملحوظ خاطر رکھنا اور کسی قسم کا سوال و جواب نہ کرنا لیکن ایک شخص نے جو خواجہ صاحب کے خدام میں سے تھا عرض کیا (غالبًا اسے خواجہ صاحب کی ممانعت کا پتہ نہ تھا) کہ یا حضرت سنا گیا ہے کہ آپ مہمان کو اس وقت تک کھانا نہیں دیتے جب تک نماز نہ پڑھے. اللہ تعالےٰ نے تو یہ فرق نہیں رکھا ؎

خدائے راست مسلم بزرگواری و حلم   کہ جرم بیند و نان برقرار میدارد

شیخ اعظم حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نہ مکلف ہے اور نہ مسئول ہم سے اگر پوچھے کہ تم نے میرے فرض کے ... کو کیوں کھانا کھلایا ہم کیا جواب دیں اس سوال و جواب کا پتہ حضرت خواجہ فخر جہاں رحمۃ اللہ علیہ کو لگا تو پوچھنے والے پر بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ افسوس تم نے آداب فقرا کی رعایت نہ کی. حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ جوان ظواہر میں پھنسا ہوا ہے. ورنہ دریائے توحید کا شناور اور بحر حقیقت کا غواص ہے تمنا ہے کہ اس کے محل کا پایہ پکڑ کر چلیں. سچ ہے ؎

قدر زر زرگر بداند یا بداند جوہری

فقیر خیر محمد شاہ مرید شیخ اعظم حضرت حافظ صاحب قدس سرہٗ نے زمانے

یں پھر چنڈی شریف آیا فقیر کو جذب و مستی میں اپنے تن من کی خبر نہ تھی مونچھیں بڑی ہو گئیں تھیں جماعت میں سے ایک فقیر قص شوارب کی نیت سے قینچی لیکر آیا اور کہا چاہ تو شیر شکر ہے لیکن خس و خاشاک . پر ہو گیا ہے . فقیر خیر محمدؒ صاحب نے قینچی لیکر اپنے مونچھوں پر پھیری اور واپس کر کے کہا ھیم واری اتئو مام (سندھی) احد احمد ایک جا لوز . یہ خبر جب شیخ اعظم حضرت حافظ صاحب کو ہوئی . آپ نے فرمایا . فقیر خیر محمدؒ نے بات ٹالدی اور یہ نہ سمجھا کہ قینچی کہاں سے آئی ہے . یہ خبر فقیر خیر محمد صاحب کو اس وقت ہوئی . جب واپس اپنے گھر پہنچے دوبارہ حاضر ہونے کا ارادہ کیا لیکن فقیر خیر محمد صاحب کے حاضر باش فقرا مانع ہوئے اور کہا آپ مُلا کے پاس جاتے ہیں . فقیر صاحب نے کہا جس مقام سے وہ گزر رہے ہیں تمہارے باپ کو بھی پتہ نہیں .

ضلع جیکب آباد کے ایک شخص نے حضور شیخ اعظم قدس سرہٗ کی دعوت کی آپ کی زبان ولایت ترجمان سے نکل گیا اگر دریا سے پار آنا پڑا تو تمہاری دعوت ضرور لیجائیگی . اتفاقاً آپکو سکھر میں بغرض خرید رنگ و روغن سامان سقف مسجد جامع پڑا سکھر چونکہ دریا کے پار ہے . یاد آیا کہ فقیر سے وعدہ تھا کہ دریا سے پار اترے تو ضرور تمہاری دعوت لیجائیگی . اب پار پہنچ گئے ہیں تو چلو فقیر کی دعوت لیں تاکہ وعدہ خلافی کی وعید سے بچیں خادم کو ساتھ لیکر پیدل چلکر اس شخص کی دعوت لی ایک فقیر نے لنگر کے اونٹ کا پالان ایسے شخص کو عاریتاً دیدیا جو اپنے اونٹ پر رکھ کر ایسی شادی میں شریک ہوا . جس میں مزامیر باجے وغیرہ لہو و لعب کا پورا سامان تھا . آپ نے وہ پالان جلا دیا تاکہ لہو و لعب کی یاد تازہ نہ کر دے جیسے حضرت امیر عمر رضی اللہ عنہ نے وہ قالین جلا دیا تھا جس پر شاہان ایران بیٹھ کر شراب پیا کرتے تھے . جو لاکھوں روپے کی لاگت کا تھا . اور جس میں موسم بہار کا پورا سامان تھا .

اصل میں اسلام کا مزاج ایسے خرافات کا متحمل نہیں . بعض مغرب زدہ لوگ

جو اسلام کے مزاج سے ناواقف ہوتے ہیں اضاعت مال کا الزام لگا کر اعتراض کرتے ہیں لیکن اسلام جس طرح کا معاشرہ پیدا کرنا چاہتا ہے وہ ان کے ذہنوں سے بہت بلند و بالا ہے۔

تمباکو نوشی اور نسوار کو آپ بہت برا جانتے تھے۔ نسوار کرنے والے امام کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی سمجھتے۔ جس کنوئیں پر تمباکو کی کاشت ہوتی اس سے وضو بھی نہ کرتے اور جماعت کو تاکیدی حکم تھا کہ جماعت کے آئین و ضوابط کی پابندی کریں یہی وجہ ہے کہ آج تک ہماری جماعت میں حقہ اور نسوار وہ مقام حاصل نہ کر سکی جو بعض خانقاہوں میں پایا جاتا ہے اور یہ کہتے سنا گیا ہے۔

اے برادر گر چشی تو لذت نسوار را
در بہائش میفروشی جبہ و دستار را

جس شادی میں ڈھول باجے نقارے ہوتے اس میں جماعت کو شرکت سے منع کرتے بہتوں نے اپنی رشتہ داریاں اس حکم شیخ پر قربان کر دیں۔ منع و عطا بغض و محبت، صرف اللہ کیلئے مخصوص ہو تو ایمان کامل ہوتا ہے۔ آپ نے اس بارے میں وہ انقلاب پیدا کیا تھا کہ عہد نبوی کی یاد تازہ ہوتی تھی۔ اب بھی ہملوی جماعت میں یہ شرارے موجود ہیں۔

بعض جہلاء متصوفین کا ذکر آپ کی مجلس میں آیا جو عشق نسوان و امارد میں مبتلا ہو کر اپنے آپکو واصل باللہ تصور کرتے ہیں۔ حضور نے فرمایا عشق نسواں وصول الی اللہ کے لئے اشاروک و حجاب ہے۔ نسواں کا سرمایہ پیشاب گاہ ہے۔ وہ بلاشبہ اس تک پہنچا دیتی ہیں۔ جہاں مجاز کو قنطرۃ الحقیقت فرمایا گیا ہے اس سے مراد مرشد کامل کا عشق ہے۔ جس سے یقیناً عرفان مولا نصیب ہوتا ہے، نہ امارد و نسواں کا عشق سے

ایں نہ عشق است آنکہ در مردم بود
ایں فساد از خوردن گندم بود

کرامات

اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبان عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

انسان کو اپنی زندگی میں کبھی ان حقائق سے بھی دوچار ہونا پڑتا ہے جو عقل سے نہیں سلجھائی جاتیں اور جو عقل سے تو ماورا ہو سکتی ہیں مگر خلاف عقل نہیں ہو سکتیں اپنی خانہ ساز عقل کے چشمے لگا کر ہر حقیقت کو دیکھنا اور جانچنا قعر ضلالت میں گراتا ہے۔ جن امور کو عقل سے دیکھا اور پرکھا جاتا ہے بیشک اس کے دیکھنے کیلئے عقل کو کام میں لایا جا سکتا ہے۔ جہاں عقل کام نہیں کر سکتی اور جس چیز کی حقیقت معلوم کرنے سے عقل بے مایہ تنگ ہے وہاں دیدۂ عقل بند کر کے کوئی اور آنکھیں کھولنی پڑتی ہیں۔ عارف رومؒ کیا پتے کی بات کہہ گئے ہیں۔ ؎

عقل قربان کن بہ پیش مصطفےٰ

ہر ایسا خارق عادت الہیہ جو نبی سے ظاہر ہو قرآن کریم اپنی زبان میں اسے آیت کہتا ہے۔ نجانے لفظ معجزہ کب آیت کے معنوں میں مستعمل ہوا۔

اللہ تعالیٰ کبھی کبھی کسی محبوب نبی کی خاطر اپنا قانون توڑ دیتا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔ ولن تجد لسنۃ اللّٰہ تبدیلا خدا کے قانون میں تبدیلی نہیں ہو سکتی دوسری جگہ فرماتا ہے۔ اقتربت الساعۃ وانشق القمر آسمان پر کملی والے آقا کی انگلی کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ اور اصحاب کہف کے غار پر طلوع ہونے والے سورج کو کہا جاتا ہے کہ دیکھنا سورج کی تمازت غار کے اندر جانے نہ پائے تم اپنے طلوع و غروب کے راستے چھوڑ دینا اور کترا کر نکل جانا۔ وتری الشمس اذا طلعت تزاور عن کھفھم الایۃ تاکہ ہمارے دوست جو غار کے اندر سوئے ہوئے ہیں انہیں تمازت آفتاب سے تکلیف نہ ہو بے شمار واقعات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین گواہ ہیں کہ صحابہ کیلئے کیسے کیسے خوارق عادات

ظاہر ہوئے۔ تاریخ کے اوراق ایسے واقعات سے مملو دکھائی دیتے ہیں جو کسی اللہ کے نیک بندوں سے کوئی ایسا واقعہ رونما ہو گیا جس نے ایوان عقل کی بنیادیں ہلا دیں ذیل میں چند ایک واقعات ہم اپنی کتاب کی زینت بنا رہے ہیں تاکہ حضرت ممدوح شیخ اعظم قدس سرہٗ کی سیرت کا کوئی گوشہ آنکھوں سے اوجھل نہ رہ جائے۔

فقیر خیر محمدؒ بخت آپکی جماعت میں ذاکر و شاغل درویش تھا ریاست تلات، کا باشندہ تھا۔ پہاڑ کے درے میں پردہ کاٹنے کیواسطے گیا۔ تاکہ بوریا بنا کر حضور مرشد میں پیش کروں۔ رات اندھیری پہاڑوں کی ویرانی ہو کا عالم تھا پیس کاٹنا شروع کیا کہ ایک پتھر کسی نے کھینچ کے مارا جو تھوڑے فاصلے پر جا گرا۔ دوسرا آیا وہ بھی خطا گیا تیسرا آیا وہ بھی دور جا پڑا آواز آئی کہ کامل کی حمایت میں ہو۔ میرا ایک پتھر بھی کبھی خطا نہیں گیا۔ پردہ کاٹ کر واپس گھر آیا بوریا بنایا۔ حضور شیخ اعظم میں حاضر ہو کر بوریا نذر کیا آپ نے فقیر کو دیکھ کر تبسم فرمایا اور کہا خیر محمدؒ ایسے خوفناک مقامات پر جانے سے احتیاط چاہیئے وہ تینوں پتھر ہم ہی نے تم سے ہٹائے ہے

اولیاء راہست قدرت ازالہ — تیر بستہ بازگرداند ز راہ

ایک دفعہ محفل اقدس میں ایک شخص کی زبان سے نکل گیا پیر وہ جو سو کوس پر مرید کی خبر لے۔ آپ نے فرمایا یار تم نے تو تحدید کر دی سو کوس سے پرے والا کدھر جائے۔ ے

دست پیر از غائباں کوتاہ نیست
دست او جز قبضۂ اللہ نیست

یہ ہر دو نقل میں نے حضور شیخ ثالث حضرت عبدالرحمٰن قدس سرہٗ سے سُنے۔

بہادر خاں کوسہ ضلع جیکب آباد کا ایک بہت بڑا رئیس گزرا ہے۔ ابتد

میں وہ نان شبینہ کو محتاج تھا۔ حضور شیخ اعظم قدس سرہٗ کا اس کی بستی کے قریب گذر ہوا تو زمیندار مذکور آپ کو برکت کے لیے گھر لے گیا اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو پہلے سے سکھا دیا کہ آپ جس وقت ہمارے گھر تشریف لائیں سب دامن اقدس میں چمٹ کر عرض کرد کہ یا حضرت ہماری بھوک ختم کریں۔ حضور نے بچوں کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دُعا کے لئے ہاتھ اٹھائے چند دنوں میں سردار بہادر خاں ضلع جیکب آباد میں رئیس اعظم تھا۔

مولوی احمدؐ دین صاحب بہادلپوری جو ایک نہایت عالم اور فاضل گذرے ہیں حضور شیخ ثالث قبلہ عبدالرحمٰن صاحب قدس سرہ کے زمانے میں برچونڈی شریف عرس شیخ اعظم قدس سرہٗ پر حاضر ہوئے۔ نہایت ہی ضعیف تھے۔ اپنے نوجوان بیٹے کو اپنے شیخ کامل کے آستان پر لے آئے تھے۔ میں مولانا صاحب کیخدمت میں حاضر ہوا۔ دوران گفتگو آپ نے شیخ اعظم قدس سرہٗ کیخدمت اقدس میں پہنچنے کا واقعہ سُنایا۔ فرمایا کہ ریاست جودھپور میں ایک مدرسہ میں مدرس تھا۔ خواب میں ایک بزرگ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ جو کھجوروں کے باغ میں اپنے ہاتھ سے چمن صاف کر رہے ہیں اور مجھے ایک طالب کو سبق پڑھانے کیلئے امر فرماتے ہیں۔ صورت مرئیہ دل میں منقش ہوگئی۔ اسی صورت کی تلاش میں ہزاروں خانقاہیں چھان ماریں آخر جو ینده یابنده بھرچونڈی شریف میں وارد ہوا دیکھا تو وہی بزرگ کھجوروں کے باغ میں چمن صاف کر رہے ہیں۔ دست بوسی کی آپ نے فرمایا کہ مولویصاحب اس بچہ کو سبق پڑھائیں وہ بچہ آپکا ولی عہد تھا جنکو ہم اپنی کتاب میں شیخ ثانی کے نام سے نامزد کر رہے ہیں۔ جنہوں نے آگے چلکر فقر و سلوک میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا۔

فقیر محمدؐ ہاشم مارواڑی آپ کے خاص خدام میں سے تھا مارواڑ میں کسی مندر میں گھس کر بتوں کو توڑ ڈالا مندر سے باہر نکلا تو مندر والوں نے تعاقب کیا۔ کفار جب قریب پہنچے تو فقیر نے بایں خیال کہ مقابلہ و مقاتلہ تک نوبت

پہونچ گی مبادا نماز قضا ہو جائے پہلے نماز پڑھ لوں کفار نے نماز پڑھتے ہوئے اسے نرغہ میں لے لیا کسی نے کہا اس فقیر کو مار ڈالو ایک شخص ان کافروں میں سے بولا اسے کچھ نہ کہو تم نے دیکھا نہیں مندر کے جو پتھر تم جیسے چار آدمی نہ اٹھا سکیں اس اکیلے نے اٹھا کر کتنی دور پھینکے ہیں۔ آخر اسے راجہ کے پاس لے گئے راجہ نے فقیر صاحب کو چھوڑ دیا۔ یہاں حضرت شیخ اعظم قدس سرہٗ میں یہ خبر آئی آپ نے فرمایا ماڑکی کا بچہ اگر فقیر کو نہ چھوڑتا تو قلعہ جودھ پور کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جاتی۔

تقدیر شکن قوت باقی ہے ابھی اس میں
ناداں جسے کہتے ہیں تقدیر کا زندانی

ریاست جموں سے دو شخص حاضر خدمت اقدس ہوئے ایک ظاہری علم سے آراستہ لیکن باطنی دولت سے محروم دوسرا ظاہری علم سے ناواقف لیکن باطن کا دریچہ کھلا ہوا یہ دوسرا شخص شرف بیعت سے سرفراز ہوا اور ملا محروم! یہ دونوں چند دنوں کے بعد چلے گئے ایک روز کسی فقیر کو حضور شیخ نے حکم دیا کہ وضو کیلئے کوزہ بھر لاؤ وہ لایا تو آپنے چلو میں پانی لیکر دو تین بار جموں کی طرف پھینکا فقیر نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا کہ یا حضرت مجھ سے کوئی خطا ہوئی یا پانی خراب ہے؟ حضور شیخ اعظم نے فرمایا نہیں! ملائے جموں کو شیطان پانی میں اپنا لعاب دہن ملاکر پلانا چاہتا تھا۔ ہم نے چھینٹے مار کر اسے بھگا دیا۔

ایک دفعہ دو چور چوری کی نیت سے گھر سے نکلے لنگر میں کھانا کھانے کیلئے آئے جب یہاں سے نکلے تو تمام رات قطع مسافت میں گزاری چلکاری کی وادی جو بھرچونڈی شریف سے آدھے میل کے فاصلے پر ہے وہاں تک جاتے پھر واپس بھرچونڈی شریف آجاتے حتیٰ کہ صبح ہو گئی صبح کو حضور شیخ اعظم کی خدمت میں تمام واقعہ سنایا آپ نے فرمایا لنگر کا دال دلیا کھا کر تم یہ کام نہیں کر سکتے، وہ توبہ سے سرفراز ہوئے اور جماعت میں داخل ہو گئے۔

آپ کے لیل و نہار

قرآن کریم کی روزانہ تلاوت ناغہ نہ فرماتے دلائل الخیرات کی تلاوت کا بھی اکثر معمول رہا ہے۔ رات کو عشاء سے پہلے حلقۂ ذکر الٰہی میں خود ضرور شامل ہوتے۔ ذکر کا اختتام اذان عشاء پر فرماتے اگر کوئی شغل باطنی سمجھنے والا آجاتا تو دوران ذکر رو بقبلہ ہو بیٹھتے اور اسے سمجھاتے پھر حلقہ میں شامل ہو جاتے۔ تہجد کا کبھی ناغہ نہ فرمایا۔ اس وقت بھی بعد نوافل تہجد ذکر فرماتے اور طلباءؔ و سالکین راہ کو اس وقت ذکر الٰہی کی نہایت ہی تاکید فرماتے۔ کبھی کبھی بعد ذکر نیمشبی ان شاعروں کا کلام بھی سنتے جنہوں نے واردات قلب کو نظم میں ادا کیا ہے۔ اس بارے میں بہت احتیاط فرماتے کہ اسی شاعر کا کلام ہو جو عارف باللہ ہو۔ جیسے حضرت سچل فاروقی بُلّہ شاہ صاحب فقیر عبداللہ شاہ دربار بیریا گارہ اور فقیر صاحبدنہ صاحب دربار سوئی شریف آپ کے پیر بھائی وغیرہ وغیرہ۔ مقام معرفت سے گرا ہوا کلام کبھی نہ سنتے۔

جمعہ سے پہلے سورہ کہف ضرور تلاوت فرماتے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جمعہ سے پہلے سورہ کہف تلاوت کرنیوالا فتنۂ دجال سے مامون رہیگا جمعہ کے بعد غلاف کعبہ اور غلاف روضہ مقدسہ علی صاحبہا الف الف التحیۃ والتسلیم کی زیارت فرماتے غلافوں کو آنکھوں سے لگا کر چومتے۔ نعت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نہایت ذوق شوق سے سنتے رہتے۔ اس کے بعد جبہ مبارک کی زیارت کرواتے۔ یہ طریقہ پسندیدہ آج تک من وعن چلا آتا ہے جمعہ کے بعد زیارات مقدسہ ہوجانے کے بعد بیعت ہونے والوں کو بیعت کرکے سلسلہ عالیہ قادریہ یا نقشبندیہ میں داخل کیا جاتا۔ البتہ نسبت قادریہ غالب تھی کسی مسلمان کا جنازہ آجاتا تو نہایت ہی اہتمام سے نماز جنازہ پڑھتے میت کے منہ کے قریب سمت کعبہ قرآن کریم رکھواتے۔ تاکہ قرآن کریم مسلمان کی حیات و ممات میں مونس رہے۔ بعد نماز جنازہ دعا مانگنے کو مستحسن سمجھتے۔ حدیث میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذا صلیتم

علے الجنازۃ فاَخلصوالہٗ باالدعاء کذافی المشکوٰۃ چہل قدمی مسنون طریقہ پر فرماتے ۔ قرآن کریم بخشنے کا وہ طریقہ جو فقہائے متاخرین کا معمول رہا ہے ۔ نہایت احتیاط سے عمر کا حساب لگا کر خود بخشواتے اور اس بارے میں مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ اپنے بیاض میں تحریر فرمایا ہے اسے کافی سمجھتے اور اس پر عمل کرنے کی تاکید فرماتے ۔ عشاء کی نماز کے بعد سورۂ ملک خود پڑھتے اور ساری جماعت سے پڑھواتے کہ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ نماز عشاء کے بعد سورۂ ملک پڑھنا عذاب قبر کا ضامن ہے ۔ میت کے کفن پر وہ رباعی جو حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے منسوب ہے لکھوانے کو مستحسن سمجھتے ۔ رباعی یہ ہے ؎

وفدت الی الکریم بغیر زادٍ
من الحسنات والقلب السلیم
فحمل الزاد اقبح کل شیئٍ
اذا کان الوفود الی الکریم

الغرض آپ کی زندگی ایک امام اور مقتدا کی زندگی تھی جس کو ہزاروں نہیں لاکھوں زندگیوں نے اپنا نصب العین بنا کر اپنی دُنیا اور عُقبیٰ کو سنوارا۔

علم اور علما کا بیحد احترام فرماتے کوئی کتاب ہو نیچے زمین پر رکھنے کے روادار نہ ہوتے علمائے کرام کی جوتی کی تحقیر بھی پسند نہ فرماتے حتیٰ کہ اسے کفران سے تعبیر فرماتے ۔ علماء کے وجود کو مغتنمات میں سے تصور فرماتے ۔

مخدوم محمدؒ ہاشم ٹھٹوی رحمۃ اللہ علیہ کا بیاض جو دو ضخیم جلدوں میں پھیلا ہوا ہے اپنے جماعت میں سے مولوی الٰہی بخش صاحب سیالکوٹی سے لکھوا کر اپنے کتب خانے کی زینت بنایا ۔ اور بھی بہت سی قلمی کتابیں کتب خانے میں موجود ہیں ۔ جو آپ نے خود لکھوائی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو علمی اور مذہبی کتابوں سے کتنا شغف تھا ۔ تصوف میں ایک رسالہ ناطقہ قلمی اپنے جانشین کیلئے لکھوایا ۔ حضور شیخ ثانی قدس سرہٗ نے ایک بار میرے والد صاحب کو فرمایا کہ یہ رسالہ خاص طور پر حضور شیخ اعظم نے

میرے مطالعہ کیلئے لکھوایا۔ کھجوروں کے پودے اپنے ہاتھ سے لگائے اس میں تھوڑا بہت کام ضرور خود کرتے چمن کو اپنے ہاتھوں سے صاف کرتے۔ چمن ہاتھ سے صاف کر رہے ہیں اور طلبا آکر قرآن کا سبق پڑھتے جاتے ہیں۔ دست بکار دل بیار کا نقشہ آنکھوں کے سامنے ہے۔

میت کی قلخوانی کی خیرات اور سات جمعہ تک صدقات و خیرات کو باعث اجر عظیم قرار دیتے۔ حسب تصریح مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی رحمۃ اللہ علیہ میت کے بعد سات جمعہ تک موتیٰ کی روحیں اپنے گھر لوٹتی ہیں تو جب گھر میں آئیں گھروالوں کو میت کے مال میں سے صدقات دیتا ہوا پائیں۔ آپکا اسی پر عمل تھا۔

تعیین یوم کو خیرات کرنے والے کی سہولت اور آسانی پر محمول فرماتے جو بعض علما تعیین کو بدعت اور طعام تعیین یوم کو حرام بتلاتے انہیں ناجائز تشدد سے تشبیہ دیتے۔ اور فرماتے تعیین لامن الشارع سے انکو بھی مضر نہیں۔ جسمانی تکلیف اور مرض کا علاج درود شریف قدسی سے کیا جاتا۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَسَلَّمَ۔ مگر دہات دینوی اور ترقی درجات کیلئے اس صلوٰۃ قدسی کو نیز بہدف دعا فرماتے۔

دس ہزار سنگریزوں کی دو بڑی بالٹیاں مسجد کے گوشے میں موجود رہتی مصیبت زدہ لوگ آتے اور فقرا عاکفین سے درود قدسی پڑھواکر پانی پر دم کرا کے لیجاتے ہیں۔ تاہنوز یہی طریق بدستور جاری ہے۔

ے فرماتے تعیین اسی وجہ سے نہیں کیجاتی کہ تعیین کرنے والا اسے فرائض یا واجبات کا درجہ دے رہا ہے۔ بلکہ فقرا ومساکین کو پتہ لگ جانے کیوجہ سے یہ تعیین کیجاتی ہے تاکہ وہ پہونچ جائیں اور اپنی بھوک پیاس دور کرسکیں۔ ربیع الاول شریف کا چاند نظر آتا تو جماعت فقرا کو بلواکر تلقین کیجاتی کہ اس ماہ مبارک میں جو کام کرو حتیٰ کہ کسی کی خدمت کرو۔ پانی پلاؤ عرس مولود مبارک کی نیت سے کرو۔ سارا مہینہ فقرا کی جماعت کو اچھے

شاہ اسمٰعیل اور آپکی ملاقات کا مفروضہ

زمانہ حال کے نادانش اور غلط راستہ پر چلنے والوں نے مولوی اسماعیل دہلوی مصنف تقویۃ الایمان و صراط مستقیم کی حضور شیخ اعظم بانی بھرچونڈی شریف سے ملاقات ثابت کرکے اور ان سے فیوض و برکات حاصل کرنے کا افسانہ گھڑا ہے جس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ حضور شیخ اعظم قدس سرہٗ اسمٰعیلی تحریک کے ہم نوا تھے انہیں اتنا بھی ہوش نہیں رہا کہ جس شخص کو ہم مولوی اسمٰعیل صاحب کا فیض یافتہ قرار دینے کی سعی نامشکور کر رہے ہیں وہ ہمارے سلسلہ کا شیخ اعظم ہے اُسے ہم اپنے مشائخ سلسلہ سے علیحدہ کرکے ایک مُلا کا فیض یافتہ قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ اتنا سفید جھوٹ ہے جس کی کوئی حد نہیں مولوی اسمٰعیل دہلوی سید صبغۃ اللہ شاہ اول صاحبزادہ حضرت قبلۂ عالم سید محمد راشد قدس سرہٗ سے امداد لینے کیلئے دربار پیر گارہ میں آئے۔ سید غلام مرتضیٰ شاہ عرف جی۔ ایم سید جو صوبہ سندھ کی وزارت پر بھی متمکن رہ چکے ہیں نے سندھی زبان میں ایک کتاب (جنت سندھ) لکھی ہے جو دو حصوں پر مشتمل ہے انہوں نے مولوی اسمٰعیل دہلوی کی پیر پاگارہ سید صبغۃ اللہ شاہ اول سے ملاقات کا تذکرہ لکھا ہے۔ اکثر تاریخوں میں یہ واقعہ تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے سید احمد بریلوی اور مولوی اسماعیل دہلوی نے ہندوستان کا جہاد چھوڑ کر پنجاب میں سکھوں سے جنگ شروع کی حالانکہ سکھوں کی لوٹ مار کے پیش نظر ہم اسے زیادہ سے زیادہ رہزنوں کا گروہ کہہ سکتے ہیں۔ اور کمپنی بہادر کا پروگرام مسلمانوں کی حکومت کا تختہ اُلٹنا اور اپنی حکومت کی بنیاد مضبوط کرنا تھا۔ علمائے

سے اچھا کھانا کھلایا جاتا۔ فقیروں کے ہاتھ بوقت کھانا کھانے کے خود دُھلاتے جب دیگیں لنگر میں چولھوں پر رکھتے۔ تو پانی خود بھر کر دیگ میں ڈالتے یہی طریق حضرات خلفاء نے بجان و دل جاری رکھا۔

حق مولینا فضل حق خیرآبادی اور مولوی عنایت احمد مصنف تواریخ حبیب الہ اور علم الصیغہ نے کمپنی کے اس ارادے کو بھانپ لیا اور انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتوی دیدیا۔ جزیرہ انڈیمان میں محبوس کئے گئے۔ لیکن مولوی اسمٰعیل دہلوی اور ان کے رفقائے کار نے انگریزوں کے سایۂ عاطفت میں زندگی بسر کرنا مستحسن سمجھا اور پنجاب جاکر سکھوں سے لڑنے کو جہاد بتلایا۔ یہ تاریخ کا ایک راز ہے جس کو ایک ایسا مؤرخ جس نے اپنے ذہن میں کسی پارٹی کے عقائد وخیالات اپنا رکھے ہوں۔ نہیں سمجھ سکتا ہے۔ سوئی شریف میں مولوی اسماعیل صاحب نہیں آئے۔ اور نہ ہی حضور شیخ اعظم سے ان کی ملاقات ہوئی۔

مولانا عبیداللہ سندھی نے شاہ ولی اللہ اور انکی سیاسی تحریک میں لکھا ہے۔ کہ مولوی اسماعیل صاحب اور ان کے رفقائے کار نے سندھ کا سفر ۱۲۴۲ھ میں کیا ۱۲۴۴ھ میں سید احمد بریلوی کی امامت منعقد ہوئی ۱۲۴۶ھ میں بالاکوٹ میں شہید ہو گئے۔

آپ کا وصال

شیخ اعظم بانی بھرچونڈی شریف کی تاریخ وفات ۱۳۰۸ھ جو کاشی کی خوبصورت خشت پر لکھی ہے اور کتب خانہ بھرچونڈی شریف میں موجود ہے۔ آپکی عمر حسب تصریح فقراد حضرت شیخ ثالث ۷۴ سال ہے۔ ۱۲۳۴ھ اس حساب سے آپکی ولادت ہوئی گویا مولوی اسماعیل دہلوی جب سندھ کا دورہ کر رہے تھے آپ آٹھ سالہ بچے تھے۔ تاریخ کی اتنی غلط بیانی اور وہ بھی ایک کامل ہستی کی زندگی میں صرف اپنے مزعومات و اعتقادات کو تقویت پہنچانے کیلئے کتنی ستم ظریفی ہے

۱۰ جمادی الثانی ۱۳۰۸ھ کی شب کو آپکا وصال ہوا۔ خلفاء کرام موجود تھے۔ یہ آفتاب علم و عرفان دنیاکی ظاھری آنکھوں سے چھپ گیا جسب وصیت مسجد کے جنوبی چبوترہ میں آپکو دفن کیاگیا۔ روضہ شریف دوسال کے بعد آپ کے سجادہ نشین صاحب نے بنوایا۔ روضہ شریف

پر زائرین کا صبح و شام جمگھٹا رہتا ہے۔ دور سے گنبد اپنے بانی اور اپنے مکین کی عظمت کی داستان سنا رہا ہے اور کہہ رہا ہے ؎

زیارت گاہ اہل عزم و ہمت ہے لحد میری
کہ خاک راہ کو مئیں نے بتایا راز الوندی

آپکا حلیہ مبارک بلند و بالا قامت کھلتا ہوا رنگ۔ سفید اور عریض داڑھی۔ سیاہ تیلے کی سفید دھاری دار شلوار پہنتے تھے۔ کرتے کا گریبان حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جبہ مبارک کی اتباع میں سیدھا سینہ پر رکھا۔ سر پر سفید گنبد نما دستار رکھتے تھے جو اپنے مشائخ کرام سے بسند متصل حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی دستار کا نمونہ ہے اور جمعہ و عیدین اور مجالس میں اور بوقت بیعت و ارشاد یہ دستار خصوصیت سے سر پر رکھتے تھے۔ کلاہ قادری چوکور حضور شاہ بغداد بانی سلسلہ عالیہ قادریہ سے بعینہٖ منقول ہے بھی سر پر رکھتے تھے۔

میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مئیں نے مدینہ منورہ میں مولانا عبد الباقی لکھنوی ثم المدنی سے دورہ حدیث پڑھنا شروع کیا۔ ایک دن میرے سر پر کلاہ قادری دیکھ کر انہوں نے فرمایا کہ شاہ صاحب یہ کلاہ کہاں سے ہوائی ہے۔ یہ تو حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے سر مبارک پر بارہا عالم رویا میں مَیں نے دیکھی ہے مشائخ کرام کی روایت کو حضرت مولنا صاحب کی منامی روایات نے اور زیادہ قوی کر دیا۔ اس زمانے میں جو کلاہ تیار ہوتی تھی اس کی کپاس کی بٹیں ذرا پتلی ہوتی تھیں۔ حضرت مولانا صاحب نے فرمایا۔ اس کلاہ میں اور اس کلاہ میں جو میں نے حضور غوث اعظم رضی اللہ کے سر مبارک پر دیکھی ہے کوئی فرق نہیں مگر یہ کہ اس کی بٹیں ذرا موٹی تھیں اور آپ کے کلاہ کی پتلی حضرت قبلہ والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ جب مدینہ منورہ سے واپس نہضت فرما ہوئے۔ تو کلاہ بنانے والے فقیر ہوت مرحوم کو سمجھایا کہ بٹیں

ذرا موٹی رکھو۔ اسی دن سے بیٹیں موٹی رکھی جانے لگیں۔

آپ کی جماعت کے بعض فقرا حافظ کاکا مرحوم۔ ظاہری آنکھیں بند تھیں مگر دل کی آنکھیں کھلی ہوئیں۔
کوزہ بھرنے کیلئے ایک فقیر کو کہا کہ ذرا کنواں چلاؤ میں کوزہ بھر لوں وہ شخص چلاتے چلاتے تھک گیا۔ اور عرض کیا حافظ صاحب کیا ابھی تک کوزہ نہیں بھرا حافظ صاحب نے فرمایا کہیں آگ لگی ہوئی تھی کوزے بھر بھر اسے بجھاتا رہا اسی واسطے دیر ہوگئی ہے۔ رحیم یار خاں کے قریب بستی امین گڑھ کے باشندے تھے۔ کوئی دعا کا طالب حضور شیخ اعظم بانی بھرچونڈی شریف کی خدمت اقدس میں حاضر ہونا چاہتا تو حافظ صاحب فرماتے۔ خادم اگر کام کرے تو بادشاہ تک جانے کی ضرورت نہیں ہاتھ اٹھاتے فوراً تیر دعا نشان اجابت پر بیٹھتا۔ ایک دفعہ نماز پڑھنے کے لئے تشریف لائے اپنا عمامہ اتار کر زمین پر پھینک دیا اور نماز میں مشغول ہو گئے۔ حضور شیخ اعظم قدس سرہٗ نے فرمایا اس کے عمامے کو دیکھو۔ دیکھا گیا تو اس میں دو آنے باندھے ہوئے تھے یہ دو آنے مانع ہو رہے تھے ان کے بار منت سے سبکدوش ہو کر معراج مومن کے حریم میں داخل ہونا چاہتے تھے۔ ع کہ

سبکسار مردم سبکتر روند

فقیر عبدالرحمٰن سنگھڑ درویش مستجاب الدعوات تھا۔ گھوٹکی کے سادات دعا کیلئے فقیر کے جھونپڑے میں کثیر حاضری دیتے تھے، جب ان کے ہاتھ کسی دعا کیلئے اٹھتے قبولیت گویا منتظر ہوتی ایک دفعہ ایک شخص نے اپنے بیمار بیٹے کیلئے دعا چاہی مگر اس کے لڑکے کو افاقہ نہ ہوا پھر حاضر خدمت ہوا عرض کیا کہ مرے لڑکے کو افاقہ نہیں تا ہنوز بیمار ہے' فقیر صاحب نے فرمایا اب تمہارے بیٹے کو غوث اعظم کے حوالے کرتا ہوں وہ محبوب سبحانی ہیں خدا ان کے کہے

کو رد نہیں کرے گا۔ اس کے بعد وہ شفایاب ہوگیا۔ ایک دفعہ مولوی ابراہیم صاحب مرحوم سرحد والے نے فقیر صاحب کو دعوت پیش کی فقیر صاحب مولوی صاحب کے پاس پہنچے رات وہیں گزاری۔ رات کو بجلی کی طرح روشنی ہوجاتی دو چار دفعہ ایسا ہوا۔ صبح کو بغیر اجازت مولوی صاحب روانہ ہوگئے۔ کسی نے حضرت مولوی صاحب کو کہا فقیر صاحب جا رہے ہیں۔ آدمی بھیج کر واپس بلانا چاہا۔ فقیر صاحب نے اس آدمی کو کہا مولوی کو جاکے کہو مجھے تمہاری کراہتوں کی ضرورت نہیں ہم نے جو کچھ دیکھا ہے۔ اس نے ہمیں ہر چیز سے بے نیاز کردیا ہے۔

سب سے اے دوست الگ ہے شناسا تیرا
حور پر آنکھ نہ ڈالے کبھی شیدا تیرا

فقیر صاحب حسب فرمان شیخ اعظم گھوٹکی کی جامع مسجد کے قریب ایک جھونپڑے میں رہتے۔ بغیر کسی ظاہری سبب کے کھانا آجاتا تھا۔ گھوٹکی کے سادات جیلانی اور علاقہ کے افسر دعا طلبی کے لئے حاضر خدمت ہوتے تھے۔

مرنے سے چند روز پیشتر حضور شیخ ثالث قدس سرہٗ کی خدمت کہلا بھیجا کہ میرا جنازہ کسی ملا سے خراب نہ کرنا اگر کوئی سواری نہ ملے تو میری ٹانگوں میں رسی ڈال کر بیلوں کو باندھ دینا اور گھسیٹ گھسیٹ کر آستان شیخ پر لیجا کر دفن کرنا۔ کیونکہ ؎

باغ بہشت سایۂ طوبیٰ و قصر حور
با خاک کوئے دوست برابر نمیکنم

حضور شیخ ثالث قدس سرہٗ بھرچونڈی شریف سے روانہ ہوئے اور ادھر گھوٹکی سے فقیر صاحب کا جنازہ بیل گاڑی پر روانہ ہوا۔ راستے میں سرحد اسٹیشن کے قریب ملے۔ جنازہ حضور نے پڑھایا اور

بھر چنڈی شریف میں دفن ہوئے۔

فقیر پیر محمد فقیر لانگری۔ پنجابی۔ پنجاب کے کسی علاقہ سے سیر کرتے کرتے بھر چنڈی شریف وارد ہوئے۔ حضور شیخ اعظم کا ابتدائی دور تھا۔ تیر نگاہ کے گھائل ہوئے اور یہیں کے ہو کے رہ گئے۔ لنگر کی خدمت میں عمر گذار دی۔

فقیر ولی محمد مرحوم اور میاں علی محمد مٹھن کوٹی شیخ اعظم کے نعت خوان تھے۔ نہایت متقی پارسا صاحبدل بزرگ تھے۔

سوانح شیخ طریقت محرم اسرار حقیقت معرفت آگاہ حضرت مولینا حافظ محمد عبداللہ قدس سرہٗ

پیدائش اور تعلیم و تربیت

آپ اپنے چچا محترم شیخ اعظم حضرت حافظ آداب المعرفت والتحقیق محمد صدیق رضی اللہ عنہ بانی بھرچنڈی شریف کے صحیح جانشین تھے۔ آپکی پیدائش ۱۲۸۳ھ میں ہوئی آپ نے جس ماحول اور جس گود میں پرورش پائی وہ ذکر الٰہی اور عشق و محبت کی سرمستیاں تھیں آپ کے کان بجز اس سامعہ نواز آواز کے اور کسی آواز سے آشنا نہیں ہوئے۔ زبان پر وہی جملے جاگیر ہوئے۔ جو آداب اور معرفت الٰہی کا سرمایہ ہیں۔ دل و دماغ پر وہی کیف و سرور طاری ہوا جو حقیقت آشناؤں کا حصہ ہے جس باغباں نے اس نہال کی تربیت کی اور اپنے دست شوق سے اس کی آبیاری فرمائی ہم نے ان کے کارناموں کا دھندلا خاکہ آپ کے سامنے رکھ دیا ہے۔ ع

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

ظاہر ہے کہ ماحول ایسا صاف ستھرا اور پاکیزہ مربی ایسا کامل اکمل شیخ اعظم جیسا جسنے خزف ریزوں کو ایک ہی نگاہ میں جواہر بنا دیا۔ جسنے بھرچنڈی شریف کا جنگل بقعۂ نور کر دیا۔ کی گود میں تربیت پانے والا بچہ کس طرح نہ اپنی ذات کی تعمیر سے فراغت پاکر جوان ہوا ہوگا۔

اپنے مرشد کامل شیخ اعظم قدس سرہٗ کی وفات حسرت آیات کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔ شیخ اعظم نے اپنی زندگی میں بہت شاغل فقرا آپ کے ساتھ وابستہ کر دیئے تھے۔ ان کی تربیت روحانی آپ کے سپرد تھی آپکی عمر بوقت سجادہ نشینی صرف پچیس سال تھی۔

اس عمر میں آپ نے جس حُسن اسلوبی سے نظام جماعت اور دستور خانقاہی کو سنبھالا اور سجادگی شیخ کے تمام تقاضے پورے کئے وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ قرآن کریم حفظ کر کے درس نظامی بیس سال کی عمر میں مکمل فرمایا۔ بقیہ پانچ سال خدمت شیخ اعظم میں بسر کئے۔ سفر حضر میں ہمرکاب رہتے تھے۔ حضور شیخ اعظم لمحہ بھر کیلئے اپنے سے جُدا نہ فرماتے۔

آپ نے ایک دفعہ میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کو ایک واقعہ سنایا۔ کہ حضور شیخ اعظم قدس سرہٗ زوال کے وقت اپنی اقامت گاہ میں بیٹھے تھے ہاڑ کا مہینہ تھا تمازت آفتاب زوروں پر تھی۔ ظہر کی اذان ہوئی شیخ اعظم قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اسی وقت کوئی سوئی شریف جائے اور فلاں کام سر انجام دے۔ بہت سے فقرا مجلس مبارک میں حاضر تھے۔ سب نے سُنی ان سُنی کر دی۔ میں اٹھا جوتی دوسرے دروازے پر تھی اس دروازے پر جا کر جوتی لینا تعمیل حکم میں تاخیر سمجھی فوراً ننگے پاؤں بھاگ کھڑا ہوا ابھی جماعت نہیں ہوئی تھی کہ جو کام حضور شیخ نے بتلایا تھا انجام دے کر واپس آ گیا۔ بھر چونڈی شریف سے سوئی شریف کوئی پانچ میل کے فاصلے پر ہے۔ نماز ظہر میرے آرام کی خاطر دوسری شکل میں ادا کی گئی۔ بس ایک ہی نگاہ میں جس پر طاعت ہزار سالہ بے ریا قربان ہو۔ وہ سب کچھ دیدیا کہ شکوۂ تنگیٔ داماں کرنا پڑے۔

دینے والے تجھے دینا ہے تو اتنا دیدے
کہ مجھے شکوۂ تنگیٔ داماں ہو جائے

سچ فرمایا عارف روم رحمۃ اللہ علیہ نے

یکزمانے صحبتے با اولیا
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

آپ کے والد صاحب کا نام قاضی اللہ بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ جو شیخ اعظم حضرت حافظ صاحب بانی برچنڈی شریف کے چھوٹے بھائی تھے شیخ اعظم چونکہ متاہلانہ زندگی کے بکھیڑوں سے اپنے شیخ طریقت جیلانی صاحب بانی سوئی شریف کے اتباع میں پاک تھے۔ اس لئے آپ نے اپنے بھائی اور بھتیجے کی اپنے بچوں کی طرح تربیت اور نگہداشت فرمائی۔ اپنے ہونے والے جانشین کو قرآن کریم حفظ کرایا بعد ازاں مولوی محمد اسحاق صاحب جو کوٹ سبزل میں پڑھاتے تھے کے سپرد فرمایا مولانا صاحب حضور شیخ اعظم قدس سرہ سے بیعت تھے۔ کوٹ سبزل بھرچنڈی شریف سے پچیس میل کے فاصلے پر جانب شرق حدود سابق ریاست بہاولپور میں واقع ہے۔ آپ جب رخصت پر آتے پا پیادہ آتے جاتے۔

ایک دفعہ آپ نے بُعد مسافت کیوجہ سے گھوڑی خریدی اسی پر سوار ہوکر بھرچنڈی شریف آئے۔ حضور شیخ اعظم قدس سرہ کو پتہ چلا کہ گھوڑی خریدی گئی ہے۔ آپ نے فوراً گھوڑی بیچ کر قیمت فقراء پر صرف کر دی اور فرمایا کہ ابھی سے تم صاحبزادہ بننا چاہتے ہو۔ تم گھوڑی پر سواریاں کرتے پھرو اور فقراو طالبین مولیٰ کیلئے راتب کا آذوقہ ہو۔

فقیر مؤلف کتاب سے آپنے ایک دفعہ شرح جامی کا سبق سنا اور اس سبق پر ایک نہایت نفیس اور مختصر تقریر فرمائی۔ کتب خانہ میں عموماً درسی کتابوں پر آپ کے دستخط ملتے ہیں۔

شیخ اعظم رضی اللہ عنہ کے وصال کیوقت آپکی عمر پچیس سال کی تھی۔ آپکی شادی خانہ آبادی حضور شیخ قدس سرہ نے اپنے اہتمام سے فرمائی حفاظ قرآن کا گھرانہ تھا۔ قدرت نے ولیہ عارفہ حافظہ کلام الٰہی بہو عنایت

فرمائی ؎

این سلسلہ از طلائے ناب است
این خانہ تمام آفتاب است

اسی بی بی پاکدامن سے ہماری بزم کی رونق قطب دوران قائم بادۂ عرفان حضور خواجہ عبدالرحمٰن قدس سرہٗ کی ولادت باسعادت ہوئی اس میں شک نہیں کہ شیخ اعظم بانی بھرچونڈی شریف کا زمانۂ ابتدائی تعمیر کا زمانہ تھا ابتدا میں جن مراحل سے گذرنا پڑتا ہے، آپ نے جس طرح ان پر قابو پاکے اپنی جماعت کی تشکیل فرمائی وہ آپ کا حصہ ہے لیکن آپ کے جانشین معرفت آگاہ حضرت حافظ محمدؐ عبداللہ صاحب قدس سرہٗ نے ان تعلیمات میں چار چاند لگا دیئے۔ گویا شیخ اعظم نے اپنے ہمنام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر چل کر منتشر شیرازہ جمع کیا اور شیخ طریقت معرفت آگاہ شیخ ثانی قدس سرہٗ نے فاروق اعظم کے خطوط پر چل کر ان تعلیمات اور جماعت کی تنظیم کو آسمان کمال پر پہنچا دیا۔

آپکی تعلیم کا زمانہ ہے اپنے مکتب سے تشریف لائے۔ حضور شیخ اعظم قدس سرہٗ کسی دعوت پر جانے کو تیار کھڑے تھے۔ آپ بھی جماعت کے ساتھ دعوت پر چل پڑے پچھلی مسافت کا طول اور تکان اگلی مسافت (جو کسی کی ہمرکابی میں تھی) پر غالب نہ آسکا۔ راستہ میں دو فقیروں نے آپکو اپنے عصا پر اٹھالیا۔ جب منزل دعوت قریب آئی آپ اتر پڑے۔ حضور شیخ اعظم قدس سرہٗ نے جب آپکو پاپیادہ دیکھا تو فرمایا۔ کہ ہمارا ایک بچہ تھا کسی فقیر نے اس کو سوار نہ کرایا۔ شفقت نے رحمت کا روپ دھارلیا تو ایک نگاہ نے سب کچھ دیدیا۔ جو ریاضتوں اور مجاہدوں سے نہیں مل سکتا ؎

جائیکہ زاہدان بہزار اربعین رسند
مست نگاہ عشق بیک آہ می رسد

عشق و مستی

فقر مقام نظر علم مقام خبر
فقر میں مستی ثواب علم میں مستی گناہ

عشق ایک پاک جذبہ ہے جو انسان میں صرف اس لئے ودیعت رکھا گیا ہے کہ جس امانت کے حامل آسمان و زمین اور جبال نہ بن سکے یہ ظلوم و جہول جو دیوانۂ عشق کی تعبیر ہے اپنے عشق و مستی میں اس امانت کو اٹھا کر یہ سفر گراں باآسانی طے کر سکے۔ ؎

عقل و دل و نگاہ کا مرشد اولیں ہے عشق
عشق نہ ہو تو شرع و دیں بتکدہ تصورات

چونکہ ع راہ طلب منزل آرام ندارد

راہ طلب کیلئے آسانی اور اس میں ذوق و شوق پیدا کرنے کیلئے ہر صاحب ارشاد نے مختلف طریقے ایجاد کئے ہیں۔

تا مست نگردی نکشی بار غم عشق
آرے شتر مست کشد بار گران را

لہٰذا اس مستی کو طالب کے اندر پیدا کرنے کیلئے کسی نے سماع و سرود کو لازمی قرار دیا اور کسی نے درد اور سوز پیدا کرکے اس راہ کے سفر کو آسان کر دیا۔ ؎

تنت را دل کن و دل درد گردان
کہ زینساں کیمیا سازند مردان

ہمارے حضور شیخ ثانی قدس سرہ نے جس انداز سے درد اور سوز پیدا کرکے اس راہ کے سالکوں کو مقام معرفت سے آشنا کیا وہ انہی کا حصہ ہے۔ دانشوران سلوک اور کاملان فقر کی سیرتوں میں یہ چیز ڈھونڈھے سے نہیں ملتی۔ چمن میں ایسا دیدہ ور بڑی مشکل سے پیدا ہوتا ہے جو خار کو دیکھ کر چمن کے احوال بتائے۔ جو سفر سفر کو جنت بنا دے۔ مشکل کو

نہ صرف آسان کر دے بلکہ اپنی نگاہ سے مشکل میں شان محبوبیت پیدا کر دے درد کو راحت بنا دے اور زخم کو پھول جسم کو دل بنا دے اور دل کو درد بلاشبہ حضور شیخ ثانی عدیم الامثال والاشباہ حافظ محمد عبداللہ قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہ الاقدس کو قدرت نے ایسے جامع شیونات سے آراستہ کر کے بھیجا جس کی نظیر خانزادگان فقر میں ملنی دشوار ہے۔ آپ نے جس نوعیت سے سالکوں کی تربیت فرمائی اور جس انداز سے طالبوں کی نگاہ میں جور و جفا کو لطف و عطا سے درد کو راحت سے بدل دیا وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔

آپکا طریق تمام سلاسل سے ایک انوکھی طرز رکھتا ہے۔ ذکر میں سوز و گداز پیدا کرنا حضور کا خاص وصف ہے۔ عبادت میں اگر عشق کی چاشنی مل جائے تو عبادت ایک معراج بنجاتی ہے۔ مسجود کا جلوہ ساجد کی نگاہوں میں آجاتا ہے اور مذکور ذاکر کی نگاہوں میں سما جاتا ہے۔

حضور کی بزم اقدس میں گریہ وزاری فریاد و فغاں کا ایک محشرستان قائم ہو جاتا ہے

گریہ وزاری عجب سرمایہ ایست
تا بہ شہر دل قوی تر پایہ ایست

مرد مومن کے وہ قیمتی آنسو جو یاد خدا میں بہ نکلتے ہیں جنکی قیمت دنیائے دوں ادا کرنے سے قاصر ہے آپکی محفل میں کوڑیوں کے مول لٹائے جاتے ہیں

اشک کان از بہر او بارند خلق
گوہر است و اشک پندارند خلق

اے دریغا اشک من دریا بدے
تا نثار دلبر زیبا شدے

آپ جب نماز میں تشریف لاتے تو کئی آدمی بیہوش ہو جاتے۔ جن کے کانوں میں کبھی صدائے اسم ذات نہ پڑی تھی ان سے ذکر الٰہی کے

ترانے بے اختیار نکل جاتے۔ میاں لدھا مرحوم زرگر ساکن گڑھی اختیار خاں نماز اول وقت پڑھنے کا سختی سے پابند تھا۔ بھر چونڈی شریف آیا۔ نماز عصر کی تاخیر برداشت نہ کرسکا۔ جماعت سے پہلے پڑھ کر فارغ ہو بیٹھا۔ حضور تشریف لائے صفیں درست ہوئیں نماز کا وہ سماں بندھا کوئی ایسا نہ تھا جو ہچکیاں نہ لے رہا ہو۔ بلکہ وہ خود اپنے آنسو نہ روک سکا۔ نماز دوبارہ حضور کے ساتھ پڑھی حالانکہ عصر کے بعد نماز جائز نہیں۔ اس نماز میں وہ شوق اور کیف میسر ہوا کہ عمر ساری کی نمازیں بے کیف اور خشک معلوم ہونے لگیں۔ بعد ناز مؤلف کتاب کے والد ماجد صاحب کی خدمت عرض کرنے لگا۔ کہ حضرت شاہصاحب میری نماز یہی ہے جو میں نے حضور کے ساتھ پڑھی مجھے اب معلوم ہوا کہ نمازیوں پڑھی جاتی ہے۔ چودھویں صدی کے قلندر علامہ اقبال نے کیا خوب فرمایا۔

عشق تیرا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب

بیشک زاہد کی تسبیح و تہلیل ایک خاص شان رکھتی ہے۔ لیکن ؎

غلغل تسبیح شیخ ارچند مقبول است ولیک
آہ ورد آلودہ رنداں را قبول دیگر است

آپ کی جماعت کا سوز

حضور شیخ طریقت نے اپنی جماعت میں آہ درد آلودہ اور نہ تھمنے والے آنسوؤں کی بارش کا وہ سماں پیدا کر دیا تھا جو کسی جگہ ڈھونڈھے سے نہیں مل سکتا۔ یہ وہ نایاب چیز ہے جو کسی دوکان سے نہیں مل سکتی لیکن حضور نے یہ چیز ایسی عام کر دی تھی کہ ہر خورد و کلاں اسی میں مست نظر آنے لگا ؎

مٹا دیا مرے ساقی نے عالم من و تو
پلا کے مجھ کو مئے لا الٰہ الا ھو

ذکر اللہ کی چاروں تسبیحیں ممکن نہیں کہ کوئی طالب رو رو کر بیہوشی میں پوری نہ کرتا ہو۔ مسجد کے ہر گوشے سے سسکیوں کی آواز آتی تھی خلوت نیم شبی میں قرآں یا ذکر

رحمان کی دردآلودہ آوازیں آتی تھیں۔

مؤلف کتاب کے عم محترم مولینا سید بہار علیشاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قریب ایک سات سالہ لڑکا صحن مسجد میں باآواز حزیں ہائے ہائے کرتا گزرا۔ چچا محترم نے اس سے پوچھا کہ برخوردار تجھے اس سن میں کیا ہوا جو یوں اُداس ہے۔ جواب دیا خبر نہیں رہ رہ کے ایک ہوک سی اٹھتی ہے۔ آنکھوں سے آنسو تھمنے کا نام نہیں لیتے۔ ع

ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں

جماعت میں ایسے لوگ بھی تھے جنہیں عشق کی سنتوں نے عقل سے بے نیاز کر دیا یہ لوگ دیوانہ بمطلب خود ہوشیار کے مصداق اپنی اپنی دُھن میں دنیا و مافیہا سے بے خبر۔ نگاہ مرشد نے ان سے کچھ چھین لیا تو دیا بھی اتنا کہ شکوہ تنگی دامان کرتے عمریں گزار دیں۔

ملن فقیر کا واقعہ ضلع جیکب آباد کا ایک مجذوب مستانہ ملن فقیر جو جماعت میں ایک خاص مقام رکھتا تھا مفتی سندھ و بلوچستان مولینا عبدالغفور ہمایونی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گیا۔ مولانا صاحب مصافحہ ہاتھوں پر کپڑا لپیٹے بغیر کسی سے نہ کرتے تھے۔ حسب دستور فقیر سے کپڑا لپیٹ کر مصافحہ کیا۔ فقیر صاحب نے کہا مولینا آپ استنجا کس چیز سے کرتے ہیں مولینا نے فرمایا ہاتھ سے۔ فقیر نے کہا۔ حضور سرور دو عالم رحمت مجسم صلے اللہ علیہ وسلم کی امت آپ کے مقام استنجا جتنا رتبہ بھی نہیں رکھتی اسے بغیر کپڑا لپیٹے دھوتے ہیں لیکن حضرت انسان مظہر رحمان امت نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑا لپیٹ کر مصافحہ کرتے ہیں۔ مولینا صاحب نے پوچھا فقیر صاحب آپ کہاں سے آئے ہیں۔ کہا بھرچونڈی شریف سے مولینا صاحب نے انگوٹھی کی اور چلے گئے ۔

زمانہ عقل کو سمجھا ہوا ہے مشعل راہ

کسے خبر کہ جنوں بھی ہے صاحب ادراک

چند اور فقراء گوہر فقیر ملک اتنے سوز و گداز سے کافیاں کہتا کہ سننے والے اپنے آنسو نہ روک سکتے تھے۔ ایک دفعہ کسی نے ایک مولوی صاحب

کے زُہد کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ صبح کے وضو سے ظہر کی نماز پڑھتے ہیں اور عشاء کے وضو سے صبح کی نماز۔ گو ہر فقیر نے کہا تو مولینا ہر وقت اپنا دھیان مقام استنجا کی طرف رکھتے ہیں کہ وضو ٹوٹ تو نہیں گیا۔

ناظرین بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کیسے اہم مسائل ان دیوانگان عشق کی زبان پر آکر حل ہو جاتے ہیں۔ میں نے عرض کیا ہے۔

تری دیوانگی فرزانگی ہے   تیری بیگانگی شیطانگی ہے
تیری راہوں میں قرباں ہو کے مٹنا   حقیقت میں یہی مردانگی ہے۔

رمضان فقیر مارواڑی برہنہ جس پر تزکیہ نفس سے پہلے استغراق طاری ہوگیا بھرچونڈی شریف کے غربی سمت جنگل میں ایک جھونپڑے میں رہتا تھا مادرزاد برہنہ تکلیفات شرعیہ سے آزاد ہے

خاک کوئش خود پسند افتاد در جذب سجود
سجدہ از بہر حرم نگذاشت در سیمائے من

عثمان فقیر سنگرے بھات (اُبلے ہوئے چنے) لاکر اسے دے جاتا۔ ع

دیوانہ باشں تا غم تو دیگراں خورند

چونکہ مرفوع القلم تھا اس لئے سب کچھ اپنے شیخ ہی کو سمجھتا تھا۔ اگر کوئی عام آدمی اس کے قریب جانے کی کوشش کرتا تو نجاست وغلاظت سے اسکی تواضع کرتا۔ اگر کوئی صاحبدل جاتا تو اس کے ساتھ توحید اور پیر مغان کے عشق ومحبت کے وہ راز بیان کرتا کہ عقل بے مایہ کی دسترس سے باہر ہوتے۔ تقریباً چالیس پچاس سال حضور شیخ میں گذار دیئے۔ دیدار شیخ کی بھوک نے ہر بھوک سے بے نیاز کر دیا تھا نہ خوراک کی پروا نہ پوشاک کی فکر نہ آرام وآسائش کا خیال نہ عزت وجاہ کی طلب

محبتے است کہ دل را نمید ہد آرام
وگرنہ کیست کہ آسودگی نمیخواہد

مؤلف کتاب کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی رمضان مجذوب بہت مانوس تھا۔ آپ جب کبھی اس طرف تشریف لیجاتے اور رمضان سامنے آجاتا

تو دونوں بیٹھ جاتے حتیٰ کہ بعض اوقات صبح سے لیکر ظہر کی اذان تک بیٹھے رہتے۔
اگر کوئی نامحرم قریب آنے کی کوشش کرتا تو رمضان فقیر کہتا شاہصاحب آپ
بیٹھیں میں اسکو دور کر آؤں تاکہ ہماری محفل کی گفتگو نہ سُن سکے۔ اسکو بھگا کر واپس
آجاتا پھر وہی سلسلہ کلام جاری رہتا جس شب کو حضور شیخ ثانی کا وصال ہوا اس کی
صبح کو تن تنہا ماروا ڑ چلا گیا۔ بجز شیخ کامل کے یہاں رہنا گوارا نہ کیا۔ خدا جانے ریگستان
کا سفر بے آب ودانہ بغیر رہنما کے اس نے کس طرح طے کیا۔ حالانکہ کوئی شخص بغیر رہنما
کے اس سفر سے زندہ سلامت نہیں جا سکتا۔

جب حضرت شیخ ثالث مولائی ومقتدائی حضرت عبدالرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ
علیہ سفر مارواڑ پر تشریف لیگئے تو رمضان فقیر سے اس کے جھونپڑے میں جو بستی سے
علیحدہ تھا جا کر ملے۔ جھونپڑے میں بڑی دیر تک تخلیہ رہا۔ آپ نے کپڑے بھی دیئے لیکن
اس نے جلا دیئے۔ آپ واپس ہوئے تو دو تین یوم کے بعد فوت ہوگیا۔

رتہ فقیر جس کی آنکھوں سے رات دن آنسوؤں کے سوتے جاری رہتے تھے
جس کو بغیر چشم تر کسی نے نہ دیکھا۔ حضرت بڈھ شاہصاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہ اور
حضرت سلطان باہو کے دوہڑے ایسے درد آلود لَے میں کہتا کہ سُننے والوں پر محویت
کا عالم طاری ہوجاتا۔ ایک دفعہ انسپکٹر مدارس مولوی غوث محمد صاحب امتحان
لینے کی غرض سے گڑھی اختیار خاں آیا۔ میرے چچا صاحب سکول ماسٹر تھے انسپکٹر
صاحب چونکہ فقیر دوست تھے۔ چچا صاحب نے فرمایا۔ ہمارے پیر صاحب کی جماعت کا
ایک درویش آیا ہوا ہے فرمائیں تو ان کو لے آئیں۔ انسپکٹر صاحب نے کہا ضرور اسے
بلوائیں رتہ فقیر آگیا۔ چچا صاحب نے فرمایا۔ فقیر سائیں انسپکٹر صاحب کو کچھ عارفانہ
کلام سناؤ۔ فقیر نے شروع اس ذوق سے کیا کہ اب ختم کرنا اختیار سے باہر ہوگیا۔
داڑھی بھیگ گئی ہے قطرات داڑھی سے نیچے گر رہے ہیں۔ انسپکٹر صاحب چاہتے
ہیں کہ یہ سلسلہ ختم ہو اور کھانا کھائیں لیکن فقیر صاحب کی زبان اور آنکھیں اپنی دھن
میں مست آنکھوں کا سیلاب تھمنے کا نام نہیں لیتا اور زبان خموشی کے لفظ سے ناآشنا

آخر بڑی دیر کے بعد نشہ اترا۔

عشق در اول چرا خونی بود
تاکہ ناید ہر کہ بیرونی بود

فقیر مذکور پیرمغاں کے وصال کے بعد پیدل حج پر چلا گیا۔ مدینہ منورہ میں فوت ہو کر جنت البقیع میں دفن ہوا۔ ع

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

رقص و وجد رقص و وجد عشق کے لوازمات میں سے ہے۔ جب واردات غیب بیک سالک کے دل پر طاری ہوتے ہیں تو اسے اپنے تن بدن کا ہوش نہیں رہتا۔ کودتا ہے اچھلتا ہے عالم بیخبری میں ہاتھ پاؤں مارتا ہے فریاد و فغاں اس کے ہر بُنِ مو سے نکلتی ہے، حتیٰ کہ بعض اوقات انزال و رنج کی نوبت بھی آجاتی ہے۔ لیکن سلسلہ غوثیہ قادریہ میں یہ واقعہ کبھی رونما نہیں ہوا۔ البتہ حضرات چشتیہ کے ہاں ایک آدھ موقعہ پر یہ نوبت آگئی ہے۔

عام حلقوں میں یہ بات مشہور ہے کہ وجد و رقص عمومی حالات میں سماع و سرود سے پیدا ہوتا ہے۔ مغنی اپنی لے میں جب غزل سرائی کرتا ہے تو وہی غزل اس جذبے کو ہرا دیگر اُبھارتی ہے۔ لیکن حضور شیخ ثانی قدس سرہٗ کے فقراءٔ اور طالبوں نے یہ بات واضح کر دی کہ رقص و وجد سماع و سرود کا محتاج نہیں۔ ؎

ومن یک وجدہٗ وجداً صحیحاً
فلم یحتج الی قول المغنی
لہٗ من ذاتہٖ طرب قدیمٌ
وسکرٌ دائمٌ من غیر دنٍّ

ایک فقیر کی شہادت بحالت وجد حضور شیخ ثانی قدس سرہٗ نے صرف اپنی صورت سے وہ کام لیا جو مشائخ نے سماع و سرود سے۔ فقیر محمد عثمان خشک کا بھائی جس کا نام مجھے اس وقت یاد نہیں آپکو ریل پر سوار کرانے

کیلئے ڈہرکی اسٹیشن پر گیا۔ آپ اسے لنگر سے متعلق چند کام سمجھاتے رہے وہ ڈوبی ڈوبی آنکھوں سے دیکھتا رہا۔ انجن نے سیٹی دی اور ریل چلی جب رفتار کچھ تیز ہوگئی تو فقیر جو اس ڈبے کو دیکھ رہا تھا۔ جس میں حضور تشریف فرما تھے اس نے دیکھا کہ دیدار یار آنکھوں سے اوجھل ہو رہا ہے۔ لپک کر ریل پر سوار ہونا چاہا۔ مگر ریل خاصی تیز ہو چکی تھی۔ اسی عالم میں کہ آنکھیں ڈبے کیطرف اور قدم ریل کی طرف تھے کہ پلیٹ فارم سے پھسل کر ریل کے پہیوں میں آگیا۔ اور دونوں ٹانگیں کٹ گیئں۔ ریل ٹھہر گئی فقیر کو لوگوں نے اٹھا کر پلیٹ فارم پر لٹایا وہ اٹھ بیٹھا کسی نے پوچھا تمہارے ساتھ یہ کس نے کیا فقیر نے حضور کے ڈبے کیطرف اشارہ کیا۔ چند دن زندہ رہ کر جان جانِ آفرین کے سپرد کی میاں شیر محمد شاہ غالباً ضلع میانوالی پنجاب کا رہنے والا عنفوان شباب میں بھرچونڈی شریف آیا۔ حضور شیخ ثانی کے تیر نظر کا شکار ہو کر یہیں کا ہو رہا۔ ایک شیر خوار بچہ اور زوجہ چھوڑ کر ے

ترکت الخلق طرا فی هواکا
وایتمت العیال لکی اراکا

بچہ جوان ہو کر باپ کو تلاش کرتا ہوا۔ بھرچونڈی شریف آیا والد کو باصرار کہا کہ گھر چلیں لیکن ے

آنکس کہ ترا شناخت جان را چہ کند
فرزند و عیال و خانماں را چہ کند
دیوانہ کنی و ہر دو جہانش بخشی
دیوانۂ تو ہر دو جہان را چہ کند

چالیس سال سے زیادہ عرصہ پیر مغاں کے آستاں کی جاروب کشی میں گذار دیئے۔ حلقۂ ذکر میں جب شاہصاحب کو وجد ہوتا تو ساری رات گذر جاتی۔ تن من کا ہوش نہ رہتا۔ سردیوں میں رقص کی حالت میں حوض جو صحن مسجد میں واقع ہے۔ میں گرتے ساری رات حوض کا پانی دیوانۂ عشق کے شعلہ

کی تاب نہ لاکر مدوجزر میں رہتا۔ شاہ صاحب صبح تک ہُو ہا میں گزارتے نماز کیوقت آپ اپنے ہاتھوں سے نکالتے لیکن عشق کی شعلہ سامانیاں کم نہ ہوتیں ؎

زورِ عشق از خاک و باد و آب نیست

قوتش از سختیٔ اعصاب نیست

عشق بانان جویں خیبر کشاد

عشق در اندام مرچا کے نہاد

ایک دفعہ مؤلف کتاب نے شیر محمد شاہصاحب کو دیکھا مسجد کے ایک کونے میں عین دوپہر کیوقت ذکر میں مصروف ہیں اور اپنا گھٹنہ کاشی کی پختہ اینٹوں پر مار رہے ہیں۔ ذکر اور گھٹنے کی چوٹ کی ملی جلی آواز ایک کیف پیدا کر رہی ہے گھٹنے سے فوارۂ خون جاری ہے۔ کاشی کی اینٹ ضربوں کی تاب نہ لاکر ذرا نیچے سُرک گئی اسپر خون جمع ہو گیا ہے جونہی گھٹنہ اسپر لگتا ہے قطرات خون اڑ اڑ کر دو تین گز تک پہنچ رہے ہیں۔ لیکن شاہصاحب اپنی دھن میں مست اور ایک ہی خیال میں غرق اقامت صلوٰۃ پر اس مقام سے واپسی ہوئی نماز عصر کے بعد اور سحر کے بوقت تہجد سندھ کے باکمال شاعروں کی کافیاں فقیر فتح محمدؐ نعت خواں نہایت سوز و گداز سے کہتا اس وقت کی کیفیت لفظوں میں بیان نہیں ہوسکتی۔ فقرا نیم بسمل کی طرح مسجد کے صحن میں لوٹتے اور تن من کی کسی کو خبر نہوتی۔

سندھ کے وہ بزرگ جنہوں نے اپنی واردات کو نظم کے زیور سے آراستہ کیا ہے اور جن کے اشعار اور نظمیں اکثر حضور سنتے تھے حسب ذیل ہیں۔

حضرت سچل سرمست فاروقی فقیر خیر محمد دریاخاں مخدوم محمدؐ اشرف صاحب سجادہ نشین کا مارہ شریف سید عبداللطیف شاہصاحب بھٹائی حضرت بلہ شاہصاحب قصوری فارسی کے شعرا مولینا جامی امیر خسرو مولینا روم۔ حافظ شیرازی۔ شمس تبریزی حضرت سید عثمان مروندی عرف لال شہباز قلندر۔

فارسی شعرا میں سے حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو بیحد پسند

فرماتے کیونکہ ان کے کلام میں عشق پیر مغاں کی چاشنی بدرجہ اتم موجود ہے اور آپ میں یہ جذبہ اتنا راسخ تھا کہ اسکی نظیر ملنی دشوار ہے۔ جب ایک دفعہ آپ نے حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کی کافی سنی۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:۔

بھیڑے چاچڑ صدقے کیتے

تو آپ نے فرمایا کہ میاں صاحب کو اپنے پیر و مرشد کے شہر کو ایسا کہنا زیبا نہ تھا۔ چونکہ چاچڑ خواجہ صاحب کے پیر کے شہر کے باسی ہیں۔ اور وہ اپنے کلام میں کسی مقام پر یہ فرماتے ہیں کہ چاچڑ وں کو قرباں کر دوں۔

آپ کا وصال بھی امیر خسرو رحمۃ اللہ کے ایک شعر پر ہوا جو اپنے مقام پر بیان کیا جائیگا۔ رقص و وجد سالکان راہ کا مشغلہ ہے منتہی اس سے بے نیاز ہوتا ہے۔ لایلیق بمنصب المشائخ الذین یقتدیٰ بھم لانہ یشبہ اللھو۔ ترجمہ:۔ یہ (یعنی رقص و سرود) ان مشائخ کے شایان شان نہیں جنکی اقتدا کی جاتی ہے، کیونکہ یہ لہو و لعب سے مشابہ ہے۔

اس لئے آپ سے رقص و وجد ظاہر نہیں ہوا البتہ آنکھیں سرخ ہو جاتیں اور موتی آنکھوں سے ڈھلکتے رہتے فقرا و سالکان راہ تڑپتے رہتے اور بیہوش ہو جاتے بعض ساری ساری رات ہو ہو کرتے گزارتے۔ اور بعض گم صم پڑے رہتے۔

سوز عشاق اور آگ

شیخ اعظم کے عرس کے موقعہ پر جب اطراف و جوانب سے فقرا حاضر ہونے لگے۔ عشاء کا وقت تھا۔ سردی کا موسم آپ اپنے کمرے میں تشریف فرما ہیں۔ آگ سلگ رہی ہے چند ایک فقرا آگ تاپ رہے ہیں۔ ناگہاں پروانوں کا ایک جم غفیر ہائے ہائے کرتا اندر داخل ہوا۔ قرب وصال نے آتش عشق بھڑکا دی۔

وعدہ وصل چوں شود نزدیک
آتش عشق تیز تر گردد

یہ جم غفیر جونہی کمرے میں داخل ہوا تین چار پروانوں کو وجد ہوگیا ماہی بے آب کیطرح تڑپنے لگے۔ آتش دان آگ کے انگاروں سے پُر تھا۔ کسی نے آگ آگ کا نعرہ لگایا کہ خیال رکھنا فقراً وجد کرنے والے آگ میں نہ گرنے پائیں۔ لیکن آگ نے پکارا کہ جُز یا مؤمن فاِنَّ نورک یطفاء لھبی۔ تھوڑی دیر میں عاشقوں نے آگ کو مسل کے رکھدیا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ آگ یہاں کبھی تھی ہی نہیں۔ وجد کرنے والوں میں ایک تو فقیر اللہ بخش خاں کو سہ دا روغہ تھا۔ باقیوں کا نام مجھے بھول گیا ہے۔

کامل وہی ہے رندی کے فن میں
مستی ہے جسکی بے منت تاک

بیشک عاشقوں کے قدموں سے آگ کے شعلے بجھ جاتے ہیں۔ فردائے قیامت میں بھی ان نوری قدموں سے نار جہنم کے شعلے بجھ جائیں گے۔ جبھی تو جہنم پکاریگی۔ جُز یا مؤمن الخ مجھ سے اے مؤمن جلدی گزر جا کہیں ترا نور میرے شعلے نہ بجھادے

مجھے سزا کیلئے بھی نہیں قبول وہ آگ
کہ جس کا شعلہ نہ ہو سرکش و بے باک

ایک فقیر جس کا نام مجھے اس وقت یاد نہیں۔ گھر میں ذکر کر رہا تھا عین ذکر میں اسے وجد آگیا۔ ہائے ہائے کرتا گر پڑا۔ ہمسایہ کی عورتیں اکٹھی ہوگئیں انہوں نے سمجھا کہ اسے آسیب کا خلل ہوگیا ہے۔ اب فقیر بیہوش ہے اور وہ یہ کہہ رہی ہیں کہ کلمہ شریف پڑھو۔ فقیر کی زوجہ کہنے لگی اسی کلمہ کا مارا ہوا ہے اب دوبارہ پڑھوا کر اسے اور زیادہ بیمار کرنا چاہتی ہو۔

اے حلقۂ درویشاں وہ مرد خدا کیسا
ہو جس کے گریبان میں ہنگامۂ رستاخیز
جو ذکر کی گرمی سے شعلے کی طرح روشن
جو فکر کی سرعت میں بجلی سے زیادہ تیز

ایک مولوی نے سیدہ کا غیر سید سے نکاح کے جواز یا عدم جواز کا مسئلہ پوچھا

آپ نے خاندان رسالت کی توہین و بے ادبی کی بناء پر حرام بتلایا مولوی مذکور نے کسی مفتی کا فتوٰی پیش کیا جس نے جائز لکھا تھا۔ آپ نے نہایت ہی حقارت سے مولوی کو دیکھا اور فتوٰی کو ہاتھ تک نہ لگایا۔

جب مولوی صاحب چلے گئے۔ آپ نے فرمایا علم نے اسے بچالیا ورنہ مار کھانے کے لائق تھا۔ ادب کا تقاضا یہی ہے کہ خاندان نبوّت کا احترام ہر فرد مسلم کے دل میں جاگزین ہو۔ یہی ادب ہی ایمان کی پونجی ہے۔ وائے افسوس ان لوگوں پر جو شان نبوت میں گستاخ جملے نکالتے ہیں اور ان کی جبینوں پر شکن تک نہیں پڑتی۔ فقر و ولایت کو جو عظمت نصیب ہوئی ہے۔ وہ نبوت کی چاکری اور نیازمندی کی وجہ سے ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک دفعہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ایک اچھے خاندان کی عورت نے چوری کی۔ عدالت نبوی میں مقدمہ پیش ہوا چوری ثابت ہوگئی دنیا کے مقنن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ لوگوں نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو باصرار کہا کہ آپ بارگاہ نبوی میں سفارش کریں خاندانی عورت ہے قطع ید سے بچ جائے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ حضور کے سابق الاسلام صحابی حضرت زید رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے تھے اور آپکو بہت پیارے تھے۔ انہوں نے خدمت اقدس میں زبان سفارش کھولنا چاہی حضور نے فرمایا لوان فاطمۃ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سرقت لقطعت ید ھا سب خاموش ہوگئے اور حدود الٰہی کا اجراء کیا گیا۔ یہ ایک حدیث ہے آج کل کا ملاء اسی طرح پڑھاتا ہے لیکن حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جب دورۂ حدیث پڑھاتے تو ادبا گلشن نبوت کے پھول حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کا نام مبارک اس موقعہ پر لینا توہین خاندان نبوت سمجھتے اور فرماتے لوان امرأۃ من القریش سرقت لقطعت ید ھا۔ یہ ہے بزرگان متقدمین رحمہم اللہ تعالیٰ کا ادب ۔ خاندان نبوت کے ساتھ۔ حضور شیخ ثانی قدس سرہٗ فرمایا کرتے کہ جہاں ادب نہیں وہاں

فقر نہیں۔ ع

ادب تاجیست از لطف الٰہی

محفل اقدس کے نظارے

آپ کی محفل میں مسائل علمیہ و تصوف کا ایک حسین تذکرہ ہوتا تھا۔ کامل فقیر نتر کھان جو عارف باللہ اور رحیق عرفان کا متوالا تھا نے ایک دفعہ خدمت اقدس میں عرض کیا کہ حضور عام طور پر مرغ بے وقت اذان دیتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے آپ نے فرمایا ہمارے مال حرام میں سے جو دانہ کھاتے ہیں ان پر وقت خلط ملط ہوجاتا ہے اور ملکہ عرفان وقت ان سے سلب کرلیا جاتا ہے۔ اسی فقیر نے ایکبار عرض کیا کہ حضرت جُنب میں جب آدمی نجاست میں لتھڑا ہوا سوتا ہے تو اچھے اچھے خواب نظر آتے ہیں۔ لیکن جب طاہر و مطہر ہوکر سوتا ہے تو اس کا عکس دیکھا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا پہلی حالت جُنب و نجاست توبہ و ندامت کی حالت ہوتی ہے۔ اور طہارت سمعہ وریا کی۔ عارف شیراز نے فرمایا ہے ؎

نصیب ماست بہشت اے خُداشناس برو

کہ مستحق کرامت گنہگار انند

مؤلف کتاب کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ایک بار حضور اقدس کی محفل میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا شاہ صاحب کیا ہے میں نے عرض کیا کچھ نہیں آپ نے فرمایا کیا ہے کا جواب یہ نہیں۔ جو آپ نے دیا اس کا جواب "خیر ہے" ہوسکتا ہے بعد میں حضرت والد صاحب قبلہ اس جواب کو یاد کرکے گھنٹوں رُویا کرتے اور فرمایا کرتے ایسا جواب شیخ کامل کے سوا اور کون دے سکتا ہے ؎

رستن ازیں پردہ کہ بر جان تُست

بے مدد پیر نہ امکان تست

ایک شخص نے عرض کیا کہ فقیر واحد بخش سمجھ جہاں کہیں مہمان ہوتا ہے میزبان کے میلے کچیلے کپڑوں میں جس میں نجاست کا احتمال یقینی ہوتا ہے

بغیر تفتیش کے نماز پڑھتا ہے۔ آپ نے اس معترض کو فرمایا تجھ میں اور واحد بخش میں یہ فرق ہے کہ اسے امت محمدیہ علی صاحبہا الف التحیۃ والسلام پر بدگمانی نہیں اور تجھ کو بدگمانی ہے۔

آپ کی محفل پُر ہیبت اور باوقار ہوتی تھی۔ اچھے بھلے آدمیوں کی زبان سے آپ کے رعب کی وجہ سے ایک جملہ بھی نہ نکل سکتا تھا۔ علامہ اقبال نے شاید حضور کی سطوت و رعب کا نقشہ ان لفظوں میں کھینچا ہے ؎

یہ دستور زباں بندی ہے کیسا تیری محفل میں
یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زباں میری

بڑے بڑے فضلاء اس باوقار اور پُر ہیبت محفل میں آکر دنگ رہ جاتے اور مجال گفتگو نہ رہتی۔ سلطان الواعظین مولینا محمد یار صاحب رحمۃ اللہ علیہ سکنہ گڑھی اختیار خاں مؤلف کتاب کے والد صاحب اور چچا صاحب کی معیت میں دربار بھرچونڈی شریف میں آئے۔ مسجد کے قبہ نما حجرے میں فروکش ہوئے جس میں والد صاحب قبلہ اکثر رہا کرتے تھے۔ حسب دستور شیخ اعظم رحمۃ اللہ علیہ آپ مولانا کو ملنے کیلئے حجرہ میں تشریف لائے۔ مولانا اس وقت اپنی دستار اتار کر بیٹھے ہوئے تھے۔ جونہی حضور نے حجرہ میں قدم رکھا اور مولانا کی نظر پڑی عمامہ باندھنے کیلئے اٹھایا ایک پیچ پورا نہ کرنے پائے تھے کہ ہاتھوں نے جواب دے دیا۔ پگڑی گلے میں آپڑی۔ اسی حالت میں حضور کے سامنے دوزانو بیٹھے رہے زبان میں بولنے کی سکت نہ رہی چند لمحوں تک حجرہ میں سناٹا رہا۔

مے شبانہ کی مستی تو ہو چکی لیکن
کھٹک رہا ہے دل میں کرشمۂ ساقی

بالآخر حضور نے مہر سکوت توڑی خیر و عافیت پوچھی مولانا نہایت مختصر جواب دیکر پھر خاموش ہو گئے وہ شخص جو بڑے بڑے مجموں میں کبھی ہراساں نہ ہوا جس نے جلسوں کے لاکھوں میدان سر کئے جو سلطان الواعظین اور فخر الواعظین

تھا۔ ایک درویش ہے کلیم کے رعب سے اتنا کانپ رہا ہے کہ منہ سے ایک لفظ تک نہیں نکل سکتا۔

کسی کے آنے سے ساقی کے ایسے ہوش اُڑے
شراب سیخ پہ ڈالی کباب شیشے میں

جب آپ واپس تشریف لے گئے تو مولینا صاحب نے فرمایا ہزاروں آستانوں پر حاضری دے چکا ہوں اور بہت بزرگوں کی زیارت سے شرفیاب ہو چکا ہوں لیکن یہ رعب اور شوکت کہیں نہیں دیکھی ہے۔

ہیبت حق است ایں از خلق نیست
ہیبت ایں پیر صاحب دلق نیست
فقر چوں عریاں شود ز یر سپہر
از نہیب او بلرزد ماہ و مہر

عصر کے بعد مسجد شریف میں محفل لگتی کبھی کبھار غزل اور کافیاں سوز و گداز کے عالم میں فقیر فتح محمد سناتا۔ اس وقت کا سماں الفاظ کی محدود دنیا میں ادا نہیں کیا جا سکتا اور کبھی بخاری شریف کی ایک حدیث فقیر مؤلف کتاب کے والد صاحب پڑھتے اور اس پر تقریر نہایت مختصر لفظوں میں خود فرماتے۔ دو دفعہ فقیر مؤلف کو بھی حضور نے اس شرف سے مشرف کیا۔ اس وقت میری علمی استعداد نہ تھی لیکن چونکہ اس شرف سے ممتاز فرمانا منظور تھا اس لئے عبارت پڑھوا کر تقریر خود فرمائی۔

کبھی کبھی لنگر اقدس کے دروازے پر عوام میں ملجاتے اور اپنے دامن میں فقراء کیطرح (کوہل) یعنی اُبلے ہوئے چنے لیکر کھاتے اور بہت خوش ہوتے۔

میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے کہ لنگر میں سے بھات یا جو کچھ تیار ہو۔ ضرور لیکر کھایا کریں کہ اس لقمے میں ایک قسم کا نور ہوتا ہے ہے

گر خوری یک لقمۂ از نان نور
خاک ریزی بر سر نان تنور

عشقِ رسول کے نظارے

ایک دفعہ تانگے پر سوار ہو رہے ہیں تانگے کے تختے پر کسی نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم لکھدیا ہے۔ اسم پر نگاہ پڑتی ہے مسمی کا نقشہ آنکھوں میں پھر جاتا ہے۔ آبدیدہ ہوکر فوراً تانگے سے اتر پڑتے ہیں۔ نوجوان فقیر ابراہیم مارداڑی کو حکم ہوتا ہے اسکو کھرچو وہ کھرچتا ہے مسالہ اپنی ہتھیلی پر لیکر اپنے صاحبزادہ حضرت محمدؐ عبدالرحمٰن قدس سرہ کو بلاکر دیتے ہیں۔ وہ منہ میں ڈالکر نگل جاتے ہیں۔ عشق ومحبت کے اشاروں کو فوراً سمجھ لیتے ہیں الولد سر لابیہ کر ایسا مسالہ جس میں اسم محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم ملا ہوا ہو اس کو ودیعت رکھنے کیلئے ایک عاشق کا سینہ چاہیئے:

تو خود وقت قیام خویش دریاب
نماز عشق ومستی را اذاں نیست

جب کوئی دیار عرب سے آتا آپ مختصر لفظوں میں پوچھتے۔ حضور سید عالم رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ اور مدینہ منورہ کے باشندے خوش وخرم تھے؟ ؎

مدینے کے خطے خدا تجکو رکھے
غریبوں فقیروں کے ٹھیرانے والے

یہ الفاظ بادی النظرمیں اپنے اندر کتنی سادگی رکھتے ہیں لیکن جب پُرنم آنکھوں سے اور محبت میں ڈوبے ہوئے لفظوں میں ادا کیا جاتا۔ تو سننے والے اپنے آنسو نہ روک سکتے۔ میں نے عرض کیا ہے ؎

یاد تیری ہو بات تیری ہو ۔ وقف آمیں حیات میری ہو
بھیگی پلکوں سے ذکر تیرا ہو ۔ یہ الٰہی صلات میری ہو

آپ کے زمانہ میں یار لوگوں نے شریف مکۃ المکرمہ کے خلاف مکمل سازش کا جال ملک کے طول وعرض میں پھیلا دیا آخری حربہ یہ کہ ایک محضر تیار ہوا جس میں مشائخ دینیاں عظام وعلمائے کرام کی مہریں ثبت تھیں کہ مایان دستخط کنندگان

شریف مکہ کو اس لئے کہ شریف نے پٹرول کیلئے ایک مخصوص علاقے کا ٹھیکہ برطانیہ کو دیا ہے اور حرمین شریفین کا متولی و سلطان ماننے کو تیار نہیں ہیں۔ اس لئے اسے حرمین شریفین سے دستبردار ہونا چاہیئے۔ یہ محضر دستخط کیلئے آپ کے سامنے پیش ہوا آپ نے دیکھا ؎ کس کس کی مہر ہے سر محضر لگی ہوئی

آپ نے محضر کے ایک کونے پر لکھا۔ حرمین شریفین سے جسکو ذراسی نسبت حاصل ہے ہم اس کے متعلق کچھ نہیں لکھ سکتے۔ ہماری اُن سے غلامی اور خادمی کی نسبت ہے خادم اپنے مخدوم اور غلام اپنے آقا کے متعلق کچھ کہنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ اور اگر کچھ کہیگا تو یہ منسوب الیہ کی بے ادبی ہوگی العیاذ باﷲ۔

مولف کتاب کے والد ماجد مولینا الحاج سید سردار شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب دیارِ عرب تشریف لیگئے تو آپ نے بعد حج مدینہ منورہ میں اقامت پذیر ہوکر دورہ حدیث پڑھنا شروع کیا۔ موجودہ سجادہ نشین صاحب مدظلہ العالی اور آپ کے بھائی میاں عبدالکریم صاحب کی شادی خَتنہ پر حضور نے تمام جماعت کو مدعو کیا۔ شادی کا دعوت نامہ مدینہ منورہ میں قبلہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھیجا گیا چونکہ والد ماجد حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے زیرِ فرمان مدینہ منورہ میں اقامت پذیر ہو گئے تھے۔ اس لئے معذرت نامہ میں مخدوم محمد اشرف صاحب کا مارہ شریف کی ایک کافی لکھ کر آپکی خدمت میں ارسال فرمائی۔ مھنجوں سجن لھن سنیاروں ہیو کیہ لے کل مُنی جی۔

خط بھرچونڈی شریف پہونچا۔ آپ نے فقیر فتح محمد نعت خواں سے اسکو بار بار سنا سوز و گداز کا وہ کیف طاری ہوا جو الفاظ کی تنگنائی میں بیان نہیں ہوسکتا۔

حاجی احمد صاحب جو آپ کے اخیافی بھائی تھے حضرت والد ماجد مؤلف کتاب کے ساتھ حج پڑھا پھر غلاف کعبہ پکڑ کر قبلہ والد صاحب سے عہد لیا کہ بعد زیارت گنبد خضراء واپس میرے ساتھ چلنا ہوگا۔ اس لئے کہ آمد کیوقت صحبتوں میں جو ذوق وشوق شامل حال رہا اسے واپسی کیوقت بھی دیکھنا چاہتے تھے۔ اس لئے مدینہ منورہ پہونچ کر بصد تاکید دامنگیر ہوئے کہ اپنے عہد کا پاس کریں جو غلاف کعبہ پکڑ کر آپ نے کیا تھا۔ لیکن قبلہ والد صاحب نے واپس آنے

سے انکار کر دیا۔ حاجی احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ واپس اکیلے آئے اور حضور شیخ ثانی قدس سرہٗ کی خدمت اقدس میں شکوہ کرنے لگے کہ شاہ صاحب نے اس عہد کا بھی پاس نہ رکھا جو غلاف کعبہ پکڑ کر کیا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ حاجی تم اس راز کو نہیں سمجھ سکتے شاہ صاحب کو خود آنحضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ آنے دیا اور روک لیا ہے۔

واقعہ یوں ہوا کہ جس رات کی صبح قافلہ مدینہ منورہ سے جدہ روانہ ہونے والا تھا اسی رات حضرت قبلہ والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کو آنحضور نے جمال جہاں آرا سے مشرف فرماتے ہوئے فرمایا المدینۃ خیر لھم لو کانوا یعلمون یہ ایک قسم کا اشارہ تھا کہ تم یہیں رہو۔ اس لئے قبلہ والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ پورا ایک سال رہ کر دوسرا حج پڑھ کر واپس ہوئے۔ اس دوران آپ نے صحاح ستہ (احادیث کی چھ کتابیں) کا دورہ اور فصوص الحکم شیخ اکبر محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ مولٰنا عبد الباقی صاحب لکھنوی ثم المدنی سے سبقاً پڑھیں۔

سابق ریاست بہاولپور میں آپ سفر پر تھے میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے دعوت پیش کی مع جماعت تشریف لائے۔ اس وقت جماعت کا نظارہ یہ تھا کہ بیس کے قریب اونٹ بہترین ساز و سامان سے مزین۔ دو دو فقیر نورانی شکل والے صاحب جبہ و دستار ان پر سوار، بیس پچیس گھوڑے، ایک گھوڑا گاڑی اور ایک موٹر کار جس میں آپ سوار تھے۔ قدم قدم پر ذکر الٰہی کا نعرۂ مستانہ۔ موٹر کے دائیں بائیں مستانے بھاگم بھاگ چلے جا رہے ہیں نہ منزل کا پتہ ہے نہ راہ کا عشق کے گھوڑوں پر سوار نہ مسافت کی خبر نہ تکان کا نشان موٹر نے اپنی تیز رفتاری بھلا دی ہے یا فقرا کی ہمت عالیہ نے موٹر کی تیز رفتاریوں کا ساتھ دے دیا ہے۔ بہرحال ؎

بیخودی بے سبب نہیں غالب
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

جس وقت آپ مخصوص قطعۂ زمین پر پہنچے جس میں ہمارا گھر تھا پیادہ ہو گئے جماعت کو فرمایا یہ سادات کا گھر ہے یہ آستان مقدس ہے اس زمین کی بے ادبی نہ ہونے پائے۔ عصا مبارک سے آستان کو حرم بنایا اور اس کے اندر بول و براز سے احتراز کی تاکید فرمائی اور فرمایا اس زمین کو سادات کرام سے نسبت ہے اور سادات کرام کو ایسی نسبت وتعلق حاصل ہے جس سے کوئی نسبت برتر نہیں ہو سکتی اس نسبت کو مولانا قدسی نے کیسے والہانہ انداز میں پیش کیا ہے ؎

نسبت خود بسگت کردم و بس منفعلم
زانکہ نسبت بسگِ کوئے تو شد بے ادبی

خشک ملائیت مقام نسبت سے شناسا نہیں اپنے نام نہاد تقویٰ پر ناز ہوتا ہے وہ نہیں جانتے کہ عمل کی مقبولیت کا راز اسی نسبت میں مضمر ہے نماز میں اگر یہی نسبت ملحوظ خاطر نہ ہو تو یہی نماز حجاب اکبر بن جاتی ہے ؎

عشق تیرا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب

میں نے عرض کیا ہے ؎

آبرو عشق نے میری رکھ لی
کام عملی جلال آ نہ سکا

ہمارے پورے گھرانے کا خرچ خورد و نوش اپنے لنگر سے عنایت کرتے ہماری ایک ماما تھی جو گھر کا کام کاج کرتی تھی۔ اس کا خرچ اور کپڑے بھی یہ کہہ کر دیتے کہ سادات کی لونڈی ہے اس کی خدمت ہمارے ذمے ہے۔ جیسے سادات ہمارے مخدوم ہیں وہ بھی ہماری مخدوم ہے کہ **مولی القوم منھم** حدیث پاک میں وارد ہے

ناظرین بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ عشق نبوی کے تقاضے حضرت شیخ ثانی قدس سرہ کی سیرت میں کس طرح نمایاں ہو کر سامنے آ رہے ہیں۔ اور کس طرح اطفال طریقت کی تربیت کے فرائض ادا ہو رہے ہیں۔

ایک دفعہ ایک سید صاحب سر اور پاؤں سے ننگے کپڑے میلے کچیلے دوپہر کیوقت آئے اور آپ کے کمرے کے دروازے سے اندر جھانکا اتفاق سے کوئی خادم اس وقت نہیں تھا آپ اکیلے تشریف فرما تھے آپ نے جونہی دیکھا اٹھے نہایت نیاز سے ملے اور پوچھا آپ سید ہیں۔ سید صاحب نے فرمایا جی ہاں۔ آپنے انکا ہاتھ۔ ہاتھ میں لیکر اپنے پلنگ پر بٹھایا آپ بائنتی کی طرف بیٹھے دیر تک خیر وعافیت پوچھتے رہے جب خدام آئے دیکھ کر حیران رہ گئے آپ نے معقول نذرانہ دیکر انہیں رخصت کیا۔

اگر کوئی صاحب پیر کوٹ سدھانان ضلع جھنگ سے تشریف لاتے تو آپ خود جا کر اقامت گاہ میں انہیں ملتے نہایت ہی ادب سے ان کی خیر وعافیت پوچھتے اس لئے کہ ان کے خاندان کے مورث اعلیٰ آپ کے شیوخ طریقت میں سے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ کہ یہ خاندان حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہے جتنے دن وہ بزرگ ٹھیرنا چاہتے انتہائی تعظیم اور ادب سے ان کی مہمان نوازی کی جاتی تھی جاتے وقت نذرانہ دیکر انہیں رخصت کیا جاتا۔

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے عرس کا باقاعدہ اہتمام فرماتے اور اس موقع پر بہترین پوشاک کسی درویش یا عالم کو عطا فرماتے یہ طریقہ مرضیہ شیخ ثالث رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تا حیات جاری رکھا۔

اتباع شریعت بعض مسائل کتابوں میں دیکھے گئے لیکن ان پر عمل ہوتے نہیں دیکھا گیا ان میں سے وضو کے پانی کا مسئلہ بھی ہے جو یتیم اور نابالغ لڑکے سے کنواں چلوا کے حاصل کیا گیا۔ یا بغیر اجازت لئے وضو کر لیا گیا۔ کنواں ایک نے چلایا پانی شرعاً اسی کی ملک ہو گیا اب دوسرا بغیر اجازت استعمال نہیں کر سکتا۔ غیر بالغ نے لوٹا بھرا تو اب اگر وہ پانی کا لوٹا کسی کو دے بھی دے تب بھی وضو جائز نہیں کیونکہ غیر بالغ خود ملکیت کا اہل نہیں تو دوسرے کو کس طرح مالک بنا سکتا ہے۔ یتیم کے بھرے ہوئے پانی میں تو دو طرح کی حرمت

آگئی ایک میتی دوسری نابالغی۔

لیکن شیخ ثانی قدس سرہٗ نے ایسا انقلاب پیدا کر دیا تھا کہ کیا مجال ایک کا پانی دوسرا استعمال کرے بلکہ انہیں یقین تھا کہ ایسے پانی سے نماز نہیں ہوتی۔ کئی دفعہ ایسی نمازوں کا اعادہ کیا گیا جو غیر بالغ کے بھرے ہوئے پانی سے وضو کرکے پڑھائی گئیں۔

نیا کپڑا جب تک ڈھلوایا نہ جاتا نماز پڑھانے کے لائق نہ سمجھا جاتا۔

اکثر فرمایا کرتے آج کل کے ملا کھاتے حرام ہیں اور پاخانہ حلال پھرتے ہیں کسی نے تفسیر پوچھی فرمایا پہلے تو پوچھے بغیر کسی کی چیز کھالی بعد میں مالک سے پوچھا کہ تمہاری فلاں چیز میں نے کھالی تھی معاف کرنا۔ اب اس شخص کو چارو ناچار بخشنا پڑتا کیونکہ چیز تو کھی واپس آنے کی نہیں اب معاف ہی کردوں گویا کھایا حرام اور ہگا حلال

سابق ریاست بہاولپور کے سفر کے دوران آپ نے مؤلف کتاب کے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا۔ میاں صاحب (آپ میرے والد صاحب کو اسی لقب سے یاد فرمایا کرتے تھے) آپ کے ملک میں کسی نے بھی اللہ اللہ نہ پوچھا جو آتا ہے تسخیر اور الحب کا تعویذ مانگتا ہے۔ آہ سرد نکالی اور فرمایا لوگ اس قیمتی متاع سے غافل ہیں۔ جو سرمایۂ ایمان والیقان ہے جو گدا کو سلطان بنا دیتی ہے ؎

ذکر او سرمایۂ ایمان بود

ہر گدا از یاد او سلطان بود

گر ہمی خواہی کہ یابی آبرو

ذکر او کن ذکر او کن ذکر او

سماع اور آپ معازف و مزامیر کے سختی سے مخالف تھے اور انہیں دین و ایمان میں رخنہ تصور فرماتے حتیٰ کہ کفگیر کو دیگ پہ مارنا جیسا کہ نام باورچی کیا کرتے ہیں کو بھی ناجائز بتلاتے۔ لانگری جو لنگر کا دال دلیا پکاتا وہ

اپنے حلقہ کارکنوں کو تاکید کرتا کہ دیگ پر کفگیر مارنے سے طعام مکروہ ہو جاتا ہے ؎

رزق از حق جو مجو از زید و عمرو
مستی از حق جو مجو از بنگ و خمر

غلط بانے مزامیر نے کس طرح مجلس فقراء میں یہ مقام حاصل کر لیا کہ اس کے بغیر انکی تسلی ہوتی ہے۔ حالانکہ متقدمین نے بتصریح اسے حرام لکھا ہے۔
کشف المحجوب میں ناقصوں کے پیر کامل اور کاملوں کے رہنما سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جناب بھی بر حوالی مزار مقدس لکھا ہوا موجود ہے السماع زاد المضطرین فمن وصل استغنی عن السماع سماع بالمزامیر مضطر کا توشہ ہے جو پہنچا وہ اس سماع سے مستغنی ہوا شرعی حیثیت سے میں اس وقت گفتگو نہیں کر رہا کیونکہ میری یہ کتاب اس گفتگو کا محل نہیں۔ سلوک و فقر کے رہنماؤں نے جو کچھ فرمایا ہے وہی اس وقت پیش کرنے کی جرأت کر رہا ہوں

سرخیل چشتیاں خواجہ سلطان نظام الدین محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ نے فوائد الفوائد شریف میں جو انکے ملفوظات کا مجموعہ ہے فرمایا۔

مزامیر بالاتفاق حرام است (مزامیر بالاتفاق حرام ہیں)

علامہ بحر العلوم نے شرح مثنوی میں شیخ اکبر کا قول نقل کیا ہے کہ سماع مفید رفع درجہ نمیتواند شد اگرچہ مباح است و شوق می انگیزد

ترجمہ: سماع ترقی درجات کیلئے مفید نہیں گو یہ مباح ہے اور شوق پیدا کرتا ہے۔

ملے اس سے ہمارا مقصد یہ ہرگز نہیں کہ ہم سماع کو مطلقاً حرام سمجھتے ہیں۔ ہمارا مسلک حلال لا بلکہ حرام لغیرہ ہے البتہ مروجہ طریق میں اکثر شرائط کے بغیر عام مجلسوں میں عوام کو بھی کھلی اجازت ہوتی ہے جو بہر صورت درست نہیں ورنہ شرائط کے ساتھ مخصوص قسم کی مجلسوں میں اکابر صوفیاء نے سنا ہے جنکو کسی صورت میں بھی غلط نہیں کہا جا سکتا۔

تفسیر روح البیان صفحہ ۳۴۳ ج فرمایا۔ اعلم ان الرقص والسماع حال المتلوّن لاحال المتمکن

ترجمہ :- رقص اور سماع حال سالک مبتدی کا ہے صاحب ارشاد وتلقین کا حال نہیں۔

قال ابوالحسن الشاذلی رحمۃ اللہ علیہ ۔ السماع اخطاطٌ فی درجۃ الحق اذا کان صادراً عن اھلہ بشرائطہ وآدابہ

(ترجمہ) سماع مزامیر درجۂ حق میں کمی ہے جبکہ اس کے اہل سے شرائط اور آداب کے ساتھ پایا جائے۔

علامہ اقبال

آ تجھ کو بتادوں میں تقدیرِ اُمم کیا ہے
شمشیر وسناں اوّل طاؤس ورباب آخر

گرُبلبل وطاؤس کی تقلید سے توبہ
بلبل فقط آواز ہے طاؤس فقط رنگ

فقر قرآں احتساب ہست وبود
نے رباب ورقص ومستی وسرود

منت (نذر) جو مقابر اولیاء پر بجا لیجا کر ذبح کرتے ہیں اور عورتیں باجے گانے پر گورستان میں ناچتی ہیں اور گورستان کی بیحرمتی ہوتی ہے ۔ اسکو حرام بتلاتے اور فرماتے گورستان تذکر آخرت کی جگہ ہے ۔ لہو ولعب کی جگہ نہیں ہے ۔ گھر میں جو چیز پکا کر اس کا ثواب بزرگ کو بخشدیا جائے ثواب اسے ملجاتاہے ۔ اور اگر گورستان سے باہر کھانا پکا کر مقیمان آستان بزرگ کو کھلایا جائے ۔ تو اس میں کسی قسم کی قباحت نہ سمجھتے ۔ بڑے بڑے معرکۃ الآراٗ مسائل نہایت سادہ

لفظوں میں بیان فرما کر سائل کی تشفی کرا دینا حضور کا خاص کمال تھا۔ علاقہ رحیمیار خاں بستی میانوالی شیخاں میں مدت دراز سے عربی مدرسہ قائم تھا مدرسہ کے متولی اور مہتمم صاحب الفضل والکمال مولوی عظیم بخش صاحب مرحوم تھے جو نہایت متقی اور فقرائے کاملین کے معتقدین سے تھے اور والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ میں سے تھے۔ حضور شیخ ثانی کا گزر اسی علاقہ میں ہوا تو مولینا صاحب خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ بعد رسمی گفتگو کے خدمت والا میں عرض کیا۔ حضور! عالم وحدت کی بیرنگی سے عالم کثرت کا کس طرح ظہور رہوا۔ آپ نے سندھی زبان کا ایک شعر پڑھا:

اگیوں ان پویون ان کھانو پن وچوں نکری ویا

یعنی گندم پکنے سے پہلے بھی دانہ اور پک جانے کے بعد بھی دانہ درمیان بیوہ تنہ اور پتے نکل گئے۔

مولانا صاحب دیر تک سبحان اللہ کرتے رہے۔ ان کا عقدہ حل ہو گیا اس مضمون کو ایک فارسی شاعر نے ایک اور رنگ میں پیش کیا ہے ؎

با وحدت حق ز کثرت خلق چہ باک
صد جائے اگر گرہ زنی رشتہ یکیست

یعنی دھاگے میں جو گرہیں لگا دی جاتی ہیں وہ اگرچہ دھاگے سے متمایز نظر آتی ہے لیکن دھاگے کے سوا اس کا اور کوئی وجود نہیں لہذا عالم کثرت کا ظہور عالم وحدت سے رشتہ اور گرہ کا سا ہے۔ ان میں جو تمایز نظر آتا ہے فریب نظر کے سوا کچھ نہیں۔

اس کے بعد مولانا صاحب نے عرض کیا۔ حضور؟ کوئی مرید اپنے شیخ سے کمال میں بڑھ سکتا ہے۔ حضور نے فرمایا شیر نے بکری کو پکڑ کر اچھالا۔ بکری کوٹھے کی چھت پر جا پہنچی اب شیر وہاں نہیں پہنچ سکتا۔ لیکن بکری کا چھت پر پہنچنا شیر کی ہمت و طاقت پر منحصر ہے۔ اگر وہ نہ پھینکتا تو بکری چھت پر

نہیں پہنچ سکتی تھی مرید اپنے شیخ سے کمال میں بڑھ جائے تو اسکو شیخ کا کمال سمجھے ؎

رستن ازیں پردہ کہ برجان تست
بے مددِ پیر نہ امکان تست

ایک برخود غلط اور ناواقفِ رموز نے عرض کیا کہ حضور وحدت وجود کے کیا معنی ہیں۔ آپ نے فرمایا میں تو تم سے یہ لفظ سُن رہا ہوں۔ ع

حد ادراک سے باہر ہیں باتیں عشق و مستی کی

موجودہ سجادہ نشین صاحب حضرت عبدالرحیم صاحب مدظلہٗ العالی صغر سنی میں فقیر خدا بخش مرحوم کی گود میں کھیل رہے تھے۔ آپکو آتے دیکھا تو فقیر مذکور کی پشت کے پیچھے چھپ گئے جیسے بچوں کی عادت ہوتی ہے۔ فقیر خدا بخش کی زبان سے نکلا۔ وہ یہاں نہیں۔ حضور شیخ ثانی قدس سرہٗ نے فرمایا۔ خدا بخش تم ابھی سے جھوٹ بولنے کی تعلیم دے رہے ہو۔ شرم کرو۔ ع

طفلی میں بھی ہم جو کھیل کھیلے تو صنم کا

اپنی جماعت کے ساتھ محبت و شفقت آپکو اپنی جماعت کے ہر فرد سے بیحد محبت اور شفقت تھی۔ اس باب میں حضور زمرہٗ مشائخ میں منفرد شخصیت کے مالک ہیں۔

تم کو غلاموں سے ہے کچھ ایسی محبت
ہے ترکِ ادب ورنہ کہیں ہم پہ فدا ہو

شیخ اعظم بانی بھرچونڈی شریف قدس سرہٗ کے عرس مبارک کے بعد جب بیرونی جماعت رخصت لیکر روانہ ہوتی آپ بیمار ہو جاتے کئی دفعہ جماعت کو اسٹیشن سے واپس کیا گیا۔ کہ حضور کی طبیعت ناساز ہوگئی ہے جنہوں نے ٹکٹ نہیں لئے وہ واپس چلیں۔ جب فقرا واپس ہوتے۔ آپ خوش و خرم ہو جاتے۔ سفر و حضر میں خلوص نیت کو مدنظر رکھنا اور طالبوں کے قلوب میں اس کو جاگزیں کرا دینا آپکا خاص کارنامہ تھا

ایک دفعہ کسی نے عرض کیا حضور عرس شریف کی تقریب نزدیک ہے کہ ال اور کلہاڑیاں جمع کیجائیں جماعت بکثرت آئیگی فلاں کام کرائیں گے۔ آپ نے فرمایا۔ شرم کرو۔ طالبان مولٰے طلب مولیٰ میں پرسفر اختیار کرتے ہیں، ذکر الٰہی کیلئے جمع ہوتے ہیں۔ تمہاری نیت یہ ہے کہ ایسے لوگوں سے کام لیں۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّات

خلیفہ خدا بخش نے کسی کام کے لئے آدمی مانگے۔ آپ مسجد میں تشریف لے گئے کہ کوئی مناسب آدمی ملے تو کام کیلئے خدا بخش کے ساتھ کردیں۔ مسجد میں جتنے فقرا تھے سب ذکر و فکر میں مشغول تھے اور مدرسہ میں طلباء تعلیم قرآن میں مصروف تھے۔ آپ واپس آکر خدا بخش کو کہنے لگے کہ خدا بخش! فقرا اور طلباء اپنے اپنے کام میں لگے ہیں جس کے لئے انہوں نے گھر بار تج کے یہیں اقامت اختیار کی ہے اب میں کیسے انہیں اس کام سے ہٹا کر انکی توجہ دنیوی کام کی طرف مبذول کرادوں۔ مجھے تو حیا آتی ہے۔

دوران سفر ایک ضعیفہ نے عرض کیا کہ حضور میں نادار ہوں اور کھانا کھلانے کی طاقت نہیں رکھتی اور دل چاہتا ہے کہ حضور کی جماعت کے نوری قدم میرے صحن کو منور فرمائیں۔ بیر بہت ہیں۔ بیروں کی دعوت منظور ہو تالیف قلب کی خاطر دعوت منظور ہوگئی۔ خود بھی جماعت کے ساتھ بیر کھا کر رات گزاری۔ تمام رات ذکر الٰہی میں بسر ہوئی۔ تین سو کے قریب جماعت نے ثابت کردیا کہ سفر میں یہ لوگ اغراض نفسانی سے کتنے پاک ہیں۔ انکو اپنے امام کی رفاقت و صحبت میں سب کچھ بھولا ہوا ہے امام نے اس جماعت کو خواہشات نفسانی سے کتنا بلند کردیا ہے۔ بچے بھی ہیں بوڑھے بھی ہیں لیکن سب ایک ہی دھن میں سرشار ہے

جو فقر ہو تلخی دوراں کا گلہ مند
اس فقر میں باقی ہے ابھی بوئے گدائی

خلیفہ غلام محمد صاحب دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر تشریف لے گئے دن کی دعوت تھی خلیفہ صاحب نے بصد الحاح شب باشی کیلئے منت کی۔ فرمایا

کہ رات کا پروگرام اگلی دعوت پر ہے، بعد نماز ظہر کار پر روانگی ہوئی۔ کار کا راستہ ذرا موڑ دار تھا خلیفہ صاحب سیدھے راستے پیدل چل کر سڑک پر جا بیٹھے۔ آپ نے راستے میں فقیر ابراہیم موٹر ڈرائیور سے فرمایا کہ خلیفہ صاحب حضرت شیخ اعظم قدس سرہ کا خادم ہے اس کی دل شکنی مناسب نہیں واپس چلکر رات دین پور بسر کریں۔

کایں حریفاں خدمت جام جہاں بیں کردہ اند

فقیر ابراہیم نے عرض کیا سامنے سڑک پر کچھ آدمی نظر آرہے ہیں۔ شاید زائر ہوں وہاں سے واپس ہوں گے۔ وہاں پہونچے تو خلیفہ صاحب مع اپنی جماعت کے منتظر تھے۔ آپ نے فرمایا خلیفہ صاحب واپس دین پور چلو جماعت آج رات وہاں قیام کریگی خلیفہ صاحب اسی خوشی میں ایسے مست ہوئے کہ باوجود کبر سنی کے دوڑنے لگے ؎

کس نے وعدہ گھر میں آنے کا کیا

آپ سے باہر ہوئے جاتے ہیں ہم

حضور نے بلاکر فرمایا کہ گھوڑے پر سوار ہوں لیکن ان کو بھاگنے میں جو لطف آرہا تھا وہ سواری میں کیسے آتا۔

سلطان نجد ابن سعود کا جب حرمین شریفین پر تسلط ہوا تو اس نے بہت سے قبے گرائے اور کچھ کو نقصان پہنچایا۔ ان دنوں بنا و انہدام قباب کے متعلق علماء کی بیت بازی نے ملک کے طول و عرض میں دو جماعتیں پیدا کردی تھیں ایک جماعت کا کہنا تھا کہ قبے بنانا مزارات پر حرام اور یہودیوں کا طریقہ ہے دوسری جماعت کا کہنا تھا کہ اتنا منع نہیں ہاں بنار کو رسوم شرکیہ کی آماجگاہ بنانا برا ہے۔ اگر بنا کو گرانا اسلام میں ضروری اور کار ثواب ہوتا۔ تو شام اور مصر میں امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب افواج اسلامیہ کا پورا تسلط ہوا اور وہاں انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے مدفنوں پر قبے موجود تھے تو جہاں انہوں نے غیر اسلامی رسومات و تصورات کی بیخ کنی کی وہاں قبے بھی ضرور گراتے لیکن تاریخ

گواہ ہے کہ ایسا نہیں کیا گیا۔ علماٗ کی اس جماعت نے سلطان ابن سعود کے اس فعل کو نہایت ہی حقارت سے دیکھا اور ملامت کے ریزولیشن عام اجتماعات میں پاس کرکے شائع کئے گئے۔ ہر خاص وعام کی زبان پر سلطان ابن سعود کی اس توہین و بے ادبی کا چرچا تھا۔ دارالعلوم دیو بند سے اس زمانہ میں ایک فتویٰ شائع ہوا کہ بناٗ قباب بھی منع اور انہدام بھی منع یعنی سرے سے پہلے بنائے نہ جائیں اور اگر بنجائیں تو گرائے نہ جائیں یہ فتویٰ اس زمانہ کی فضا کو دیکھ کر مرتب کیا گیا تھا[۱] ع

باغباں بھی خوش رہے اور راضی رہے صیاد بھی

اس فتویٰ کو دیکھ کر حضور شیخ ثانی قدس سرہ نے فرمایا کہ کتابیں مولویوں کی سانڈنیاں ہیں جہاں انکو جھکانا چاہتے ہیں۔ جھکا لیتے ہیں۔ وتقلبك فى الساجدين کی تفسیر میں مفسرین کا ایک قول یہ بھی ہے کہ بوقت تہجد آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے حجروں میں تشریف لیجاکر تہجد پڑھنے والوں کو ملاحظہ فرماتے تھے۔ حضور شیخ ثانی قدس سرہ اس پر سختی سے عمل پیرا تھے فقراٗ کے حجروں میں اکثر بوقت تہجد و ذکر نیمشبی تشریف لیجاتے سونے والوں پر یہ ڈر سوار رہتا کہ مبادا حضور تشریف لائیں اور ہمیں تہجد و ذکر نیمشبی میں مشغول نہ دیکھیں۔

آپ اپنے صاحبزادہ حضرت عبدالرحمٰن قدس سرہ الرحمٰن کا ذکر اس کتاب کی تصنیف کا باعث ہے)کی تربیت کا نہایت ہی اہتمام فرماتے۔ ایک دفعہ لنگر کی بکریاں آپ نے دیکھیں عثمان فقیر چرانے کے لئے لیجا رہا تھا۔ آپ نے پوچھا یہ اتنا بڑا بکریوں کا گلہ کس کا ہے۔ گلہ بان نے عرض کیا یہ لنگر کا ہے۔ آپ نے فرمایا اسے بیچ کر قیمت لنگر میں داخل کرو۔ عثمان فقیر نے ریوڑ کی تہائی بیچنا چاہی صاحبزادہ صاحب موصوف نے قیمت دیکر خرید کرلی۔ حضور شیخ ثانی قدس سرہ کو پتہ چلا کہ

---

[۱] ابن سعود کے اس فعل کو چند انتہا پسند علماٗ کے علاوہ ہر فرقہ کے سنجیدہ علماٗ نے ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا چنانچہ اس زمانے میں اس مسئلہ پر کئی رسائل اور مضامین لکھے گئے۔ سید محمد فاروق

صاحبزادہ نے خرید لی ہیں۔ بلوا کر سخت زجر و توبیخ فرمائی اور فرمایا میں تو نہیں دیوی بکھیڑوں سے پاک وصاف دیکھنا چاہتا ہوں اور تم خواہ مخواہ اس میں گود پڑنے کی کوشش کرتے ہو۔ آپ نے ان بکریوں کی قیمت لیکر لنگر میں داخل کر دی پھر فرمایا کہ میرے لئے اپنے شیخ نے ایک مرغی پالنا بھی گوارا نہ فرمایا۔ جب انکو پتہ لگا کہ میں نے ایک مرغی پالی ہے تو عتاب فرماکر مرغی لنگر میں ذبح کرادی۔

سنت فجر اور فرض کے درمیان دینوی گفتگو کرنے سے سنت فجر کا ثواب زائل ہو جاتا ہے۔ چونکہ فجر کی سنتوں اور فرض کو باہمی ایک طرح کا لزوم ہے۔ درمیان میں بولنا گویا بیچ نماز میں بولنا ہے اس لئے اسے منع کیا گیا۔ ایک دفعہ آپ نے صاحبزادہ صاحب کو فجر کے فرضوں سے پہلے بلوایا وہ آئے تو آپ چند ایک باتیں ان سے کرتے رہے۔ جب وہ جانے لگے تو آپ نے پوچھا کیا تم نے فجر کی سنتیں پڑھی ہیں انہوں نے جواب اثبات میں دیا۔ تو فرمایا جاؤ سنتیں پھر پڑھو کہ بولنے سے ان کا ثواب زائل ہوگیا۔

پیرِ مغاں کا ادب

آپکو اپنے شیخ کریم قدس سرہٗ سے ایسا عشق تھا کہ ایسا نہ دیکھا گیا نہ سُنا گیا جب کوئی ایسا درویش آتا جس نے شیخ اعظم قدس سرہٗ کے سامنے زانوئے ادب تہ کیے ہوتے۔ بڑی محبت اور ادب کے ساتھ پیش آتے ان دنوں کی یاد تازہ کرتے خصوصاً جس موقعہ پر شیخ اعظم قدس سرہٗ نے تادیباً زجر و عتاب فرمایا ہوتا! وہ حکایت مزے لے لیکر بیان کرتے۔ ؎

بہر تسکیں دل نے رکھ لی ہے غنیمت جانکر
وہ جو وقت ناز کچھ جنبش ترے ابرو میں ہے

اور ان عتاب آلود فقروں سے جو زبان پیر مغان سے نکلے تھے حظ اٹھاتے

؎ عاشقم بر قہر و بر لطفش بجد — بوالعجب من عاشقم بر ہر دو ضد

اے جفائے تو زرحمت خب تر   وانتقام تو زجاں محبوب تر

حضور جیلانی صاحبؒ بانی سوئی شریف کے روضہ مبارک پر تشریف لیجاتے تو ادب سے نگاہ جھک جاتی جوتی اتار کر سوئی شریف کی گلیوں میں قدم رکھتے پیر گوٹھ درگاہ پیر پاگارہ میں حاضری دیتے تو شہر سے دور ایک میل کے فاصلے سے پا پیادہ ہوتے جوتیاں اتارتے اور تھوڑی سی لکڑیاں لنگر کیلئے سر پر اٹھائے ہوئے احاطہ درگاہ میں داخل ہوتے۔ حضرت شمس العلماءؒ سید شاہ مردان شاہ پیر پاگارہ رحمۃ اللہ علیہ کیخدمت اقدس میں حاضر ہوتے۔ نذرانہ ایک مسواک اور ایک کوزہ مٹی کا پیش کرتے گویا کنایۃً اتباع سنت کی تاکید فرماتے تصریح بے ادبی میں داخل سمجھتے اس لئے کہ کنایہ مقام ادب سے زیادہ قریب ہے۔ ایک دفعہ جبکہ جون جولائی کا مہینہ ہے اور گرمی زوروں پر ہے۔ خادموں نے پلنگ اٹھا کر احاطہ بنگلہ کی ایک کوٹھی پر بچھا دیا ہے۔ آپ کوٹھی پر جاکر جونہی بیٹھے روضے شریف پر نگاہ پڑتی ہے فرماتے ہیں۔ مجھ کو گنبد والے سے حیا آتی ہے فوراً نیچے اترے ~~اور~~ وہیں پلنگ بچھایا گیا جہاں پہلے ہوتا تھا۔

آپ کا معمول تھا کہ جب سفر پر جاتے تو روضہ شریف میں جاکر رخصت لیتے واپس جب تشریف لاتے تو پہلے سیدھے شیخ اعظم قدس سرہٗ کے روضہ شریف میں حاضر ہوتے۔ بس معمول میں کبھی فرق نہ آیا۔ جمادی الثانی کی دس تاریخ کو حضور شیخ اعظم کا عرس ہوتا ہے۔ جونہی چاند جمادی الثانی کا نظر آیا اسی وقت سے عرس شروع ہوگیا۔ علے الصباح چاولوں کا تھال کا مسجد میں آجاتا۔ آپ نماز فجر سے فارغ ہوکر فاتحہ کیلئے ہاتھ اٹھاتے اور ختم قرآن کریم کا حکم دیتے۔ جماعت کثرت سے ہوتی بسا اوقات پندرہ پندرہ ختم قرآن ہوجاتے شب عرس مکمل پوشاک کسی عالم حافظ یا سید کو دیتے۔ شیخ اعظم قدس سرہٗ کی نیاز یعنی دونوں وقت کا کھانا دینے میں تاعمر ناغہ نہ کیا۔ کھانا پکانے والی با وضو ہوکر پکاتی برتن مخصوص ہوتے کسی دوسرے کے لئے وہ برتن استعمال نہ کئے جاتے۔

قرآن کریم کے سبق اتباع شیخ اعظم میں اخیر عمر تک پڑھاتے رہے۔
چنانچہ محمد بخش خشک حافظ محمد بخش اور حافظ امیر الدین آپ کے خاص شاگردوں
میں سے ہیں۔ ایک شخص نے سوئی شریف کا نام حضور کے سامنے صرف سوئی لیا
آپ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا یہ وہ خطۂ زمین ہے جس کا نام دہن
کو مشک و گلاب سے دھو کر لینا چاہیئے۔

ہزار بار بشویم دہن ز مشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

آپ کی جماعت کے باکمال لوگ

خوشا وہ قافلہ جس کے امیر کی ہے متاع
تخیل ملکوتی و جذبہ ہائے بلند

قدرت نے ایسے باکمال لوگ آپکی محفل اقدس میں جمع کر دیئے تھے کہ
شاید ہی کسی کو میسر ہوئے ہوں۔ راقم کے والد ماجد الحاج
سید سردار شاہصاحب رحمۃ اللہ علیہ جو عالم کامل صوفی شاعر۔ تقریر و تحریر کے
قائل۔ مسائل تصوف پر اتنا عبور کہ سننے والے دنگ رہ جاتے۔ آپکی مجلس میں
جو ایک دفعہ بیٹھ جاتا۔ اسے اٹھنا بھول جاتا۔ حضور شیخ ثانی قدس سرہٗ کی بزم نور
کے خاص ندیم تھے۔ فقیر فتح محمد نعت خواں ایسے سوز و گداز سے نعت اور
غزل سناتا کہ سننے والے صحن مسجد میں نیم بسمل ہو جاتے۔ خلیل فقیر مؤذن جس
نے پچاس سال حضور کی مسجد میں اذان دی جس سے تکبیر اولیٰ کبھی فوت نہیں
ہوئی مولانا استاذ مکرم مولوی عبدالکریم صاحب ہزاروی جنہوں نے پورے
تیس سال مسجد کے نورانی حجرے میں یاد الٰہی میں بسر کئے۔ بہت بڑے عالم
فاضل معقول و منقول تھے۔
خلیفہ خدا بخش جس نے عمر کا بیشتر حصہ خدمت میں گزارا۔ مسائل فقہ

کا ایسا حافظہ کہ بڑے بڑے علما کو لاجواب کر دیتا۔ سلطان فقیر میراث کا ایسا ماہر کہ انگلیوں پر گن کر مناسخہ جیسے مشکل مسائل حل کر دیتا۔ استاذ کرم حافظ محمد بلال رحمۃ اللہ علیہ جو ابتدا میں مجذوب مقام سکر پر فائز تھے۔ بعد میں مقام صحو میں آئے تو قرآن کریم کی تعلیم پر مقرر کئے گئے۔ تین سو طلبا کو سبق دینا اور انکا آموختہ یاد سننا رات دن کا مشغلہ ہوگیا۔ بیک وقت چار چار طلبا قرآن کریم سنا رہے ہیں مگر کیا مجال کہ کوئی غلطی ہونے پائے۔ حافظ محمد عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو آپ کے رشتہ داروں میں سے تھے۔ قرآن کریم کے قاری تھے۔ جب قرآن پڑھتے تو یوں معلوم ہوتا کہ سننے والے کے رگ و پے میں ایک ایک لفظ سرایت کرتا جا رہا ہے۔

مجاذیب میں سے رمضان فقیر کا قدرے حال ہم لکھ آئے ہیں اور دوسرے مجذوب فقیر عبدالحکیم کا ایک واقعہ پیش خدمت ہے۔ ایک دفعہ سیاہ سانپ کو پکڑ کر حضور کی خدمت میں لے آیا اسے آپ کے پلنگ کے سامنے ڈالدیا کہنے لگا۔ قبلہ جو ذکر آپ نے ہمیں بتلایا ہے۔ کچھ اسے بھی بتلائیں۔ جو سوز اور درد ہمیں ملا ہے اس کا کچھ ذرہ اسے بھی ملے۔ اب سانپ پھن نکالے حضور کو تک رہا ہے اور حضور خاموش ہیں ع

خموشی معنیٰ دارد کہ در گفتن نمے آید

شاید زبان نطق خاموش ہے لیکن دوسری زبان کھلی ہوئی ہے۔ جس سے ذکر الٰہی کی تلقین اور صورت شیخ کا درس مل رہا ہے آخر آپ نے فرمایا کہ اسے لیجاؤ اور وہیں چھوڑ آؤ جہاں سے لائے ہو۔

خلیفہ خدا بخش آشوب چشم میں مبتلا تھا۔ آنکھیں کھول نہیں سکتا تھا۔ عبدالحکیم مجذوب کو کہنے لگا۔ مجھے بہت درد ہے آنکھیں کھولی نہیں جا سکتیں۔ عبدالحکیم لعاب دہن لگا کر کہنے لگا کہ خلیفہ تم جھوٹ کہتے ہو۔ کہاں ہے آشوب چشم خدا بخش کہتا ہے کہ میری آنکھیں کھل گئیں جیسے آنکھوں میں کچھ تھا ہی نہیں۔

دل شکستہ در ایں کوچہ میکنند درست
چنانکہ خود نشناسی کہ از کجا بشکست

میر محمد فقیر کھوسہ جو ایک سال گنگ رہتا کسی سے نہ بولتا۔ اور ایک سال ایسا بولتا کہ سننے والے اسکی ۔ رنگین گفتگو پر سر دھنا کرتے۔ مولانا مفتی محمد حیات صاحب ساکنہ گڑھی اختیار خاں کو کہنے لگا۔ مولوی صاحب! دعا کے کتنے مستحب ہیں مولوی صاحب چپ ہو گئے۔ میر محمد کہنے لگا چھ مستحب ہیں۔ ہاتھ کھلے ہوں۔ دو تو کف دست آپس میں ملے ہوئے ہوں۔ منہ کے عین مقابل ہوں۔ خشوع وخضوع ہو۔ کلمات دعا کے مسنون ہوں۔ داعی وضو سے ہو۔ یہ دعا کے مستحبات ہیں۔ ؎

زمانہ عقل کو سمجھا ہوا ہے مشعل راہ
کسے خبر کہ جنوں بھی ہے صاحب ادراک

مائی مستانی تنگوانی والی جس کی آنکھوں میں آنسو کبھی نہیں خشک ہوئے،

پیش چشم کمتر از قطرۂ
آں حکایتہا کہ از طوفاں کنند

جب گھر سے روانہ ہوتی تو ہو۔ حق کے نعروں کو فضا میں بکھیرتی ہوئی بھر چونڈی شریف پہونچتی اس کے ذکر سے کائنات مرتعش ہو جاتی اور اس کی آواز کے سوز سے سونے والے اٹھ بیٹھتے۔ ع

میری نواؤں میں ہے میرے جگر کا لہو

کامل فقیر جو بھر چونڈی شریف کے کتوں کو کتا کہکر پکارنا توہین نسبت سمجھتا تھا اپنے لڑکے محمد صابر کو سمجھاتا کہ انکو کتا نہ کہو بلکہ گوشت خور کہہ کر پکارا کرو، حضور شیخ کے استنجے کے ڈھیلوں کو اپنے رخسار پر رگڑ رگڑ کر صاف کرتا پھر انہیں آپ کے بیت الخلا میں جا کر رکھتا، ایک دفعہ اسے میرے والد صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے دیکھا کہ ڈھیلوں کو اپنے رخسار پر رگڑ رہا ہے اور آنکھوں سے

آنسو جاری ہیں ؎

روشن از پرتو رویت نظرے نیست کہ نیست
منت خاک درت بر بصرے نیست کہ نیست

کامل فقیرؒ پر مشاہدہ کا ایسا عالم طاری تھا کہ جب پیشاب کیلئے بیٹھتا فوراً اللہ اللہ پکارتا ہوا اُٹھ کھڑا ہوتا۔ پھر دوسری جگہ بیٹھتا اور یہی صورت درپیش ہوتی، پانچ سات دفعہ کے بعد کہیں جا کر وہ پیشاب کرتا ایناتولوا فثم وجه الله کا نقشہ ہر وقت پیش نظر رہتا۔ ؎

جس سمت دیکھتا ہوں چلا آ رہا ہے تو
حیراں ہوں کہ آنکھیں بچھاؤں کہاں کہاں
ہر ہر قدم پہ نقش کف پائے یار ہیں
ذوق سجود سر کو جھکاؤں کہاں کہاں

نکہ فقیر جس نے ساری عمر خدمت شیخ میں گزار دی دنیا سے اس قدر بے تعلق تھا کہ اپنے نفس کی خاطر متاع دنیا سے کبھی کوئی چیز جمع نہ کی۔ ایک دفعہ حضور شیخ نے فرمایا کہ: نکہ! جس حجرہ میں تم رہتے ہو وہ کسی اور فقیر کے لئے ضرورت ہے خالی کردو نکہ فقیر نے چابی نکال کر حضور کے سامنے رکھدی اور عرض کیا حجرہ فارغ پڑا ہے

خوش فرش بوریا و گدائی و خواب امن
کیں عیش نیست درخور اورنگ خسروی

حضور شیخ نے فرمایا کہ فقیر کے یہی معنی ہیں کہ با دنیا و اہل دنیا کارے ندارد

میرے چچا مولانا سید بہار علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو آپ سے بیعت کرنے میں تامل تھا ایک دفعہ انہوں نے اپنے بھائی یعنی میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ بھائی صاحب! جب اپنے شیخ کا کوئی ایسا کمال جو دلوں کو موہ لے آپ دیکھیں مجھے ضرور اطلاع دیں میں اسی وقت بیعت کرونگا

ایک دفعہ چچا جان اپنے ماموں مولوی حکیم عزیز اللہ صاحب اور منشی فیض محمد خان کلہوڑہ کے ہمراہ عرس کے موقعہ پر تشریف لائے اس وقت حضور شیخ ثانی کی مجلس کا نظارہ یہ تھا۔ فقیر فتح محمد نہایت سوز سے سچل صاحب کی کافی سنا رہا تھا فقراً گریہ زاری میں تڑپ رہے تھے والد صاحب رحمتہ اللہ علیہ زمین پر دوزانو بیٹھے فریاد وفغاں میں مصروف۔ ؎

در جنوں بیکار نتواں زیستن
آتشم تیز است و داماں مے زنم

ناگہاں اپنے بھائی پر نظر پڑی فرمایا ؎

انیست کہ دل بردۂ دخون خوردہ کسی را
بسم اللہ اگر تاب نظر ہست کسی را

چچا جان پر لاشعوری طور پر اس قدر اثر ہوا کہ اپنی خبر نہ تھی بیعت کیلئے عرض کیا، حضرت شیخ اعظم بھرچنڈی شریف کے مکان میں جاکر بیعت فرمائی۔

مولوی شاکر محمد صاحب مثنوی مولانا روم کے حافظ صاحب جذب مقام سکر پر فائز تھے۔ ایک دفعہ بھرچنڈی شریف کے ایک کوچے میں لیٹے ہوئے ہیں اور عالم محویت و استغراق میں خواجہ حافظ شیرازی کا یہ شعر پڑھ رہے ہیں۔

ذرۂ خاکم و در کوئے تو ام وقت خوش است
ترسم اے دوست کہ بادے ببرد ناگاہم

اندریں اثنا حضرت شیخ تشریف لائے اور سنتے رہے مگر یہ اپنی مستی میں گم زبان پر شعر ہے اور دل کی دنیا میں کوچہ دوست کی لذتوں نے حکایات کے دفتر کھول رکھے ہیں۔ مولوی صاحب موصوف نے ایک دفعہ خدمت اقدس میں عرض کیا کہ جماعت کے کسی فرد کو جب کبھی کوئی ٹھوکر لگتی ہے تو اس کے منہ سے آواز نکلتی ہے۔ اللہ جل شانہٗ، شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ تلقین ذکر کے وقت حضور نے اسم ذات ہر طالب کے دل میں نقش کر دیا ہے۔ * کل اناءٍ یترشح بما فیہ

مولوی شاکر محمد صاحب مستجاب الدعوات تھے ہاتھ اٹھانا ہی دلیل اجابت تھی۔ رُبَّ اشعث اغبرَ لو اقسم علی اللہ لابَرَّہٗ اللہ کے بندوں میں سے بعض ایسے ہیں کہ اگر وہ خدا پر قسم کھائیں تو اللہ پوری کرتا ہے (الحدیث) مولوی صاحب مذکور کو اگر رات کے وقت کہیں جانا ہوتا تو ایک مشعل خود بخود روشن ہو جاتی۔

نواب آف روجھان ایک دفعہ بھرچونڈی شریف دعا کی غرض سے حاضر ہوئے غالباً دو تین دن قیام رہا کوئی ایک فقیر بھی کورنش کے لئے قریب تک نہ پھٹکا نواب صاحب بڑے حیران ہوئے اور کہا کہ گدا و فقرا تو ہمارا دروازہ نہیں چھوڑتے یہاں تو کسی نے پوچھا تک نہیں ہے

اس مرد خود آگاہ و خدامست کی صحبت
دیتی ہے گداؤں کو شکوہ جم دیرینہ

فقیر دین محمد موچی مرحوم جو شاغل اور ذاکر درویش تھا ہمیشہ با وضو ہو کر حضور شیخ کی جوتیاں بناتا سینے والے اوزار بھی مخصوص ہوتے انہیں دوسروں کے لئے ہرگز استعمال نہ کیا جاتا حضور مرشد کے وصال کے بعد اس ملک میں رہنا گوارا نہ ہوا مدینہ منورہ میں سرکار دو جہاں کے سایۂ دیوار میں میٹھی نیند کے مزے لے رہا ہے۔

یا خدا ال جائے سونے کی جگہ
اس سخی کے سایۂ دیوار میں

حاجی احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضور شیخ ثانی کے اخیافی بھائی تھے۔ حضرت بانی بھرچونڈی شریف کے نعت خوان تھے ان کے بعد اپنے بھائی کی زندگی میں بھی نعت خوانی کے فرائض بحسن وجوہ انجام دیتے رہے۔ عیدگاہ کی غربی سمت اپنے کنوئیں پر رہا کرتے تھے۔ لنگر کا دال دلیا کسی ٹوٹے پھوٹے برتن میں لے کر شوق سے کھاتے۔

در سفالیں کاسۂ رنداں بخواری منگرید
کایں حریفاں خدمت جام جہاں بیں کردہ اند

گرمیوں کے موسم میں مسجد کے سخت گرم فرش پر اینٹ سرہانے رکھ کر یہ درویش اس طرح موخرام ہوتا تھا جیسے ہفت اقلیم کا بادشاہ ہے کہتے ہیں جوانی میں بڑے طاقتور اور تنومند تھے ایک دفعہ حضور شیخ اعظم بانی بھرچونڈی شریف روہڑی جانے کے لئے ریل پر سوار ہوئے تو حاجی صاحب سڑک پر پاپیادہ نہیں بلکہ عشق کے گھوڑے پر سوار ہوکر چل پڑے گاڑی جب روہڑی پہنچی اور آپ اترے تو یہ عشق کا راہی بھی قدمبوس ہوا ؎

در راہ عشق مرحلہ قرب و بعد نیست

عاشق نے ریل کی تیز رفتاریوں کا ساتھ دیدیا یا ریل اپنی رفتار بھول گئی حاجی صاحب کی نعت خوانی میں ایک خاص قسم کا ذوق ہوتا تھا جو اہل دل ہی سمجھ سکتے ہیں۔ حاجی صاحب کا وصال حضور شیخ ثالث رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ہوا۔

بنا کر دند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کنداین عاشقان پاک طینت را

مشتے از خروارے کے طور پر ہم نے چند بزرگوں کا مختصر تعارف کرایا ہے۔ ورنہ حضور شیخ ثانی کے خدام خاص اور بزم پر انوار میں جگہ پانیوالوں کے لئے ایک علیحدہ دفتر چاہیے گویا حضور شیخ بجا طور پر فرما سکتے ہیں ؎

ہر چیز پہ بہار ہر اک شے پہ حسن تھا
دنیا جواں تھی میرے عہد شباب میں

عملی کارنامے

حکومت برطانیہ کا آفتاب نصف النہار پر ہے تحریک خلافت زور پکڑتی جارہی ہے۔ مولینا تاج محمود صاحب امروٹی مرحوم نے تمام ملک کے طول و عرض میں ترک موالات اور قطع تعلقات کی دھوم مچا رکھی ہے۔ چرخہ کاتو اپنے ملک کی چیزیں استعمال کرو غیر ملکی مال کا بائیکاٹ کرو۔ "سنت پیغمبر پیغمبران کھدر ہے"

کے بول رسیلی آوازوں میں گا گا کر عوام کے جذبات کو اُبھارا جا رہا ہے بڑے لوگوں نے کھدر کا استعمال شروع کر دیا ہے۔ مسٹر گاندھی آنجہانی اپنے ساتھ چرخہ لئے پھر رہے ہیں۔ حکومت کی چولیں ڈھیلی ہو رہی ہیں کروڑوں روپے کا نقصان ہو رہا ہے۔ جلسے پر جلسے ہو رہے ہیں لیکن یہاں بالکل خاموشی اور اطمینان سے فقراء ذکر و فکر میں مشغول ہیں آخر وہ وقت بھی آیا جب جذبات پر کھیل جانے والوں نے انگریز کے ملک سے ہجرت کر دیکھو کہ یہ دارالحرب ہے اور دارالحرب سے ہجرت واجب کا نعرہ لگایا۔ مولینا تاج محمود صاحب مرحوم پوری ٹرین مہاجروں سے بھری ہوئی لیکر کابل جانے لگے بس وہ لوگوں نے زمینیں فروخت کیں۔ جائداد کو کوڑیوں کے عوض برباد کیا۔ ایسے حالات میں یہی ایک ہستی پورے اطمینان سے سالکان راہ کی تربیت و خدمت میں مشغول تھی۔ فراست ایمانیہ پر اتنا وثوق اور اعتماد تھا کہ فرمایا لیڈروں نے غلط قدم اٹھایا ہے۔ ابھی اس کا وقت نہیں ہے۔ آخر وہی ہوا امیر کابل نے ملکی مصالح کے پیش نظر ان لوگوں کو اپنے ملک میں بسانے سے انکار کر دیا اور یہ پورا قافلہ واپس ہوا۔

تحریک خلافت کا مقصد سلطان عبدالحمید خاں کو خلیفۃ المسلمین قرار دیکر اس جماعت کا اس کے ساتھ الحاق کر کے برطانیہ کے خلاف پورا محاذ قائم کرنا تھا ترک اس زمانے میں یورپ کے نرغے میں پھنسے ہوئے تھے۔ علی برادران اور مسٹر گاندھی آنجہانی نے متحد ہو کر ملک کے طول و عرض میں انگریزوں کے خلاف اک آگ لگا رکھی تھی۔

سندھ میں اس تحریک کا مرکز زیادہ تر مولینا تاج محمود صاحب مرحوم ہالائی کی مساعی سے قرار پایا۔ اس وقت دیوبندی مکتبۂ فکر کے علمائے نے سندھ کو دارالحرب قرار دے کے ہجرت کرنا واجب اور ضروری مشتہر کیا۔ ہمارے حضرت شیخ ثانی قدس سرہٗ نے سندھ کے مشہور اور متبحر علماء اور بیرون سندھ سے فتوے

منگواکر خانقاہوں میں اسکی خوب نشر و اشاعت کی۔ سندھ کے لوگ جو عموماً خانقاہوں اور مشائخ کرام سے وابستہ ہیں۔ انہوں نے اس فتویٰ کے تحت سندھ کو دارالحرب تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور نقل مکانی کے نقصانات سے بچ گئے۔ لیکن وہ لوگ جو علمائے ناعاقبت اندیشوں کے دام عبا میں پھنس گئے بُری طرح نقصان مایہ و شماتت ہمسایہ کا شکار رہے۔ اس زمانہ میں سندھ کے چوٹی کے علماء میں سے مخدوم سید محسن علی شاہ صاحب ساکن پٹ میاں صاحب علاقہ شکارپور سندھ کا شمار ہوتا تھا بلاشبہ علمی دنیا میں آپ مخصوص مقام کے مالک تھے کا لکھا ہوا فتویٰ بعینہ موجود ہے۔ آپ نے سندھ کو دارالاسلام قرار دیا۔

دوسرا فتویٰ اعلیحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ ہم اپنی کتاب میں اعلیحضرت کے فتویٰ کو نقل کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں تاکہ عوام پر ہمارے مشیخ کی بصیرت واضح ہو جائے۔ اگر یہ ملک دارالحرب قرار پاتا تو پاکستان کے تصور کو کتنی ٹھیس پہنچتی۔ ہندو یہ کہہ سکتے تھے کہ تمہارے علمائے نے اسے ہمارا ملک تسلیم کیا ہے تمہارا کوئی صوبہ بھی نہیں ہے۔ ہندوں کی دوستی میں ان لوگوں نے کیسے کارہائے نمایاں کئے۔ فنا فی الہندو ہو گئے۔ دارالاسلام کو دارالحرب بنایا دھوتی باندھی قشقہ لگایا۔ گاندھی کی ارتھی کو کندھا دیا۔ پاکستان کو پلیدستان اور کفرستان سے تعبیر کیا جلسے کئے ریمارک دیئے فتوے لکھے پاکستان کے خلاف ریزولیشن پاس کرائے۔ پاکستان بننا تھا۔ علی رغم انفہم معرض وجود میں آگیا۔

نقل فتویٰ از اعلیحضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

کیا فرماتے ہیں علمائے اسلام اندریں مسئلہ کہ سندھ و پنجاب جو عملداری برطانیہ میں ہیں دارالاسلام ہیں یا دارالحرب بصورت ہونے دارالحرب کے ان ملکوں سے ہجرت کرنا فرض ہے یا نہ

بینوا فتوجروا

الجواب از اعلیٰحضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

ہندوستان دارالاسلام ہیں اور دارالاسلام سے ہجرت نہیں۔
قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا ھجرۃ بعد الفتح جامع الفصولین میں ہے ما بقی شیئ من احکام دار الاسلام تبقی دار الاسلام علے ما عرف ان الحکم اذا ثبت بعلتہ فما بقی شیئ من العلۃ یبقی الحکم ببقائہ ہکذا ذکر شیخ الاسلام ابوبکر فی شرح سیر الاصل۔ ہجرت خاصہ خاص اشخاص سکونت پذیر دارالاسلام بوجوہ خاصہ ہوسکتی ہے۔ اور وہ کبھی واجب ہوتی ہے اور ایک محلہ سے دوسرے محلہ بلکہ ایک مکان سے دوسرے مکان میں چلے جانے سے حاصل ہوجاتی ہے۔ مثلاً اس مکان میں کوئی شخص اقامت فرائض نہ کرسکتا ہو تو اس پر واجب ہے کہ دوسرے مکان میں چلا جائے جس میں اقامت ممکن ہو۔ علی ہذا القیاس محلہ پھر شہر پھر ملک اور کبھی حرام ہوتی ہے جیسے اقامت فرائض ممکن ہو اور یہ اپنے ضعیف ماں باپ یا بیوی بچوں کو چھوڑ کر چلا جائے کہ وہ ضائع ہوجائیں یا یہ اعلم اہل بلد ہو اور مسلمانوں کو اس کے علم کی طرف حاجت ہو ایسے کو اپنے شہر سے طویل سفر کی بھی اجازت نہیں ہجرت درکنار ہکذا فی البزازیہ والدر المختار اور کبھی مباح ہوتی ہے جبکہ نہ موجب ہو نہ مانع مگر ہجرت عامہ کہ سب ترک وطن کر کے چلے جائیں دارالاسلام سے ہرگز واجب نہیں ہوسکتی بفرض باطل اگر مباح ہوتی۔ جب بھی عام پر اسی کا التزام شریعت پر زیادت اور دین میں غلو ہوگا۔ طلب فقہ تو فرض ہے اس کے لئے رب عزوجل نے فرمایا وما کان المؤمنون لینفروا کافۃ فلولا نفر من کل فرقۃ طائفۃ لیتفقھوا

الآیہ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ سب مسلمان طلب علم میں نکلیں کیوں نہ ہو کہ ہر گروہ میں سے کچھ لوگ فقہ حاصل کرنے جائیں۔ حالانکہ اس میں دارالاسلام والوں کو کسی ملک سے باہر جانا نہ تھا۔ بلکہ ایک بستی سے دوسری بستی میں اور نہ ہمیشہ کے لئے بلکہ چند روزہ سفر۔

جب طلب فرض کے لئے مولیٰ عزوجل نے فرمایا یہ نہیں ہو سکتا تو ایک مباح کیلئے دارالاسلام کا سابقہ ملک چھوڑ کر سب کا چلا جانا کیونکر ممکن ہو اور یہ تو شرعاً مباح بھی نہیں، وہ ملک جس میں کثیر حصہ فرو کا ہے اگر وہاں کے سب مسلمان ہجرت کر جائیں تو انکی مساجد پامال کفار ہوں گی قبور مسلمین اور مزارات اولیاء کرام بول و براز کے لئے رہ جائیں گے عورت بچے ضعیف مریض جو نجا سکیں گے دستبرد کفار میں ہوں گے۔ اور جو مباح ایسے امور کو مستلزم ہو مباح نہیں بلکہ حرام ہے پھر اسے فرض کہنا حرام کو نہ صرف حلال بلکہ فرض بتانا ہے اور اس کے منکر فرضیت کو کافر کہنا اسی سے سخت تر بلے ادبی اور صرف تارک کو کافر کہنا شدید تر ضلال و ناپاکی۔

لا تغلوا فی الدین کما غلت الیھود والنصاریٰ

نسأل اللہ العفو والعافیۃ واللہ تعالیٰ اعلم

نشان مہر

فقیر عبد المصطفیٰ
احمد رضا قادری
بریلی شریف

شریعت میں ارکان اسلام میں سے جس طرح نماز ایک خاص مقام رکھتی ہے اسی طرح طریقت میں ذکر الٰہی بھی ایک خاص شان رکھتا ہے بلکہ غور سے دیکھا جائے تو ارکان اسلام بھی ذکر الٰہی کی خاص خاص صورتیں ہیں مقصد سب کا یاد الٰہی ہے ہمارے حضرات مشائخ ثلاثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے ذکر الٰہی کی اہمیت جس طرح طالبوں کے دلوں میں جاگزیں فرمائی ہے۔ اور جس طرح سالکوں کو ذکر کا رسیا بنایا ہے وہ ان ہی کا حصہ ہے۔ قیام و قعود گفتار و رفتار۔ زرع و تجارت اور مال و جاہ کی مشغولیتوں میں ذکر الٰہی میں فرق نہ آنے پائے۔ ان حضرات کی یہ خصوصی تلقین ہوتی تھی۔

علمائے ظاہرین جو مشائخ کرام اور اولیائے عظام کی مقبولیت کے راز سے ناواقف ہیں اور مصداق یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم چاہتے ہیں کہ ان کی مقبولیت کو ٹھیس لگے۔ ایک فتویٰ لکھ مارا۔ کہ ذکر الٰہی کی دوسری صورت ناجائز اور حرام ہے۔ یعنی پہلے لا الہ الا اللہ کا تکرار دوسری دفعہ الا اللہ کا تکرار یہ دوسرا جملہ غیر اللہ کا ذکر ہوا جو حرام ہے کیونکہ الا بمعنی غیر ہے تو یہ غیر اللہ کا ذکر ہوا۔ حضور غوث الثقلین شہنشاہ بغداد رضی اللہ عنہ کا طریقہ مرضیہ اتنی مدت سے مسلمانوں کا ورد، کسی نے آج تک اعتراض کی جرأت نہیں کی ہم کون ہیں اعتراض کرنے والے لیکن انکو تو تخریب میں لطف آتا ہے ع

دینِ ملا فی سبیل اللہ فساد

یار لوگوں نے اسی دربار کو ذکر کا مرکز سمجھ کر فتویٰ بھیجدیا۔ و لقد نعلم انك یضیق صدرك بما یقولون دل پر ایک خاص قسم کا بوجھ محسوس ہوا۔

مخدوم سید محسن علی شاہ صاحب کی خدمت میں یہ سوال و جواب بھیجا گیا۔ مخدوم صاحب نے عالمانہ وقار و تہذیب کو مد نظر رکھتے ہوئے اس جملہ کی ترکیب نحوی اصولوں اور علمائے سلف کے معمولوں اور فقہائے کرام کے دلائل و براہین

سے مملو و مشحون ایک فتویٰ مرتب فرمایا اور یہاں بھیجدیا جو بیاض مخدوم محمد ہاشم رحمۃ اللہ علیہ پر حسب حکم حضور شیخ ثانی میرے والد صاحب کا لکھا ہوا موجود ہے جس کے اقتباسات ہدیۂ ناظرین کئے جاتے ہیں۔

الجواب

مدار قائلان عدم جواز ورد مذکور اس پر ہے کہ لفظ الا در الا اللہ بمعنی غیر صفتیہ ہے اور تحقیق یہ ہے کہ لفظ الا در الا اللہ بمعنی غیر صفتیہ نہیں بلکہ استثنائیہ ہے چنانچہ محققین نحو کا قول ہے بحر العلوم بہاؤ الدین نے فوائد صمدیہ میں فرمایا ہے فان تعذر فعلی المحل نحو لا الہ الا اللہ اس محل پر الّا کو انہوں نے استثنائیہ قرار دیکر بدل کے قائل ہوتے ہیں اور الا کو بمعنی غیر صفتیہ قرار نہیں دیا۔

صاحب رضی شارح کا یہ فرماتے ہیں۔ واجاز المبرد رفع اللہ علی البدل لان فی لو معنی النفی اذ هو لا متناع الشیٔ لا متناع غیرہ کانہ قیل ما فیھما آلھتہ الا اللہ ترجمہ مبرد نے لفظ اللہ پر بطریق بدل رفع جائز رکھا ہے کیونکہ لفظ لو میں نفی کا معنی ہے کیونکہ لفظ لو ایک چیز کو منع کرتا ہے اس لئے کہ دوسری منع ہے۔ گویا کہ یوں کہا گیا ہے۔ آسمان و زمین میں کوئی خدا نہیں اللہ کے سوا۔

اور صاحب متن متین نے فرمایا ہے ویبدل علی المحل با التعذر من اللفظ ومن ثم ضعف النصب فی لا الہ الا اللہ لفظ اللہ در لا الہ اللہ بدل ہے محل پر کیونکہ لفظ پر مشکل ہے۔ اسی لئے اللہ پر نصب پڑھنا ضعیف ہے۔ اور اگر ہم یہ تسلیم کرلیں کہ الا در الا اللہ غیر کے معنی میں ہے پھر بھی یہ ورد صحیح اور جائز ہے۔ کیونکہ الا اللہ تاکید ہے اس الا اللہ کی جو لا الہ الا اللہ میں ہے اور لا الہ الا اللہ کہ پہلے مذکور ہوا ہے ملحوظ خاطر ہے۔

مولانا مخدومنا محمد ہاشم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ بیاض ہاشمی فصل فی مسائل الادعیۃ والاذکار صفحہ ۴۴۳ میں فرماتے ہیں فلو قال مرۃ لا الہ الا اللہ

ثم یکرر الا اللہ کما شاع حملاً علی التاکید جاز کما سمعتہ من مشائخ خوارزم اگر ایک دفعہ لاالہ الا اللہ کہا پھر الا اللہ کا تکرار کرتا رہا جیسا کہ سلاسل کا دستور ہے جائز ہے تاکید کے اوپر عمل کر کے جیسا کہ میں نے مشائخ خوارزم سے سُنا ہے اسی طرح بزازی میں ہے ۔

بس ناجائز کہنا ذکر الا اللہ کو بعد ذکر لاالہ الا اللہ خلاف عقل و نقل ہے اور ایسے بزرگان دین کی طرف کفر کی یا غلطی کی نسبت کرنا حد اعتدال سے تجاوز ہے

حررہ محمد محسن علی عفی عنہ الغنی — ما حررہ المحرر فہو صحیح وخلافہ قبیح

از پٹ میاں صاحب — ابوالظفر امید علی عفی عنہ

فقیر الٰہی بخش مرحوم جو خلیفہ صاحب دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کا پیر بھائی تھا دونوں نے اپنے شیخ اعظم قدس سرہ کی خدمت بابرکت میں اکٹھے منازل فقر طے کئے تھے۔ بعد اجازت خلیفہ صاحب کو وہی نواح خانپور میں لے آیا اور اپنی زمین نذر کی جہاں دین پور کی مسجد بنی۔ چند سالوں کے بعد خلیفہ صاحب کے فقرا نے فقیر الٰہی بخش مرحوم کے ساتھ معمولی باتوں پر تنازعہ شروع کر دیا۔ رفتہ رفتہ اس تنازعہ نے طول پکڑا اور مقدمہ بازی شروع ہوگئی خلیفہ صاحب کی طرف سے مقدمے کی پیروی کرنے والا عبدالغنی آرائیں تھا۔ دوسری جانب فقیر الٰہی بخش خود تھا زمین کے بعض ٹکڑوں پر اور چاہ کے دورے پر مقدمہ تھا۔ خانپور سے منتقل ہو کر مقدمہ بہاولپور میں سیشن جج بابو سراج الدین صاحب کی عدالت میں پہنچا۔ سیشن جج نے فیصلے سے اکتا کر مسل بھرچونڈی شریف بھیجدی شاید دونوں فریق اپنے پیر صاحب کے فیصلے پر جلدی راضی ہوجائیں۔ پورے چالیس سال سے یہ مقدمہ چل رہا تھا۔ میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان دنوں مدینہ منورہ میں قیام پذیر تھے۔ حضور نے فیصلہ فرمایا کہ فقیر الٰہی بخش مبلغ چالیس روپیہ خلیفہ صاحب کو ادا کرے اور خلیفہ صاحب کے فقرا

متنازعہ فیہ قطعہ کو چھوڑ دیں لیکن عبدالغنی نے یا کسی دوسرے نے ۵۰ کے صفر کے ساتھ ایک اور صفر بڑھا کر ۴۰۰ چار سو کر دیا۔ جج صاحب کے ہاں یہ فیصلہ پیش ہوا تو انہیں دوسرا صفر مشکوک نظر آیا سرکاری طور پر اس نے پوچھوایا کہ یہ صفر آپ نے ڈالی ہے یا کسی دوسرے نے۔ حضور شیخ ثانی قدس سرہ' نے فرمایا کہ ہم نے ۵۰ کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ صفر ہماری ڈالی ہوئی نہیں ہے فیصلہ نہ ہو سکا۔ اور تھک کر دونوں فریق بیٹھ گئے۔

والد صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب میں حج (قیام مدینہ منورہ) سے ڈیڑھ سال کے بعد حاضر ہوا تو عشا کی نماز ہو چکی تھی اور آپ آرام فرما تھے میں نے قدموں پر بوسہ دیا۔ اور آپ نے اٹھ کر گلے لگایا دیر تک معانقہ میں ٹھیرے رہے۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی خیر و عافیت اور مدینہ منورہ اور باشندگان دیار حبیب کے حالات معانقے ہی میں پوچھتے رہے۔ جب بیٹھے تو یہی دکھڑا دہرایا کہ ہم نے فیصلہ ۵۰ کا کیا تھا لیکن خلیفہ صاحب کے مختار دن نے ۴۰۰ سو بنا دیا۔

آپ اپنی سب آمدنی لنگر کی سمجھتے اور اسے فقراء و مساکین کا مال سمجھتے۔ اپنا ذاتی خرچ تین بگیھے جدی ملکیت جو باغ میں ہے اس سے حاصل کرتے باقی سب آمدنی فقراء و مساکین کے طفیل سمجھتے۔ اپنی زبان سے کبھی نہ فرمایا کہ یہ چیز ہماری ہے بلکہ لنگر کی ہے۔ ہم لنگر میں سے فقراء اہل دل کے صدقے کھا رہے ہیں۔

کشف و کرامات

مرد کامل کا ہر سانس ایک مستقل کرامت ہوتا ہے وہ کسی بیرونی کرامت کا محتاج نہیں ہوتا مگر یہ مرتبہ اس وقت حاصل ہوتا ہے کہ جب اس کا ہر سانس اندر جائے تو اسم ذات کے ساتھ اور باہر نکلے تو اسم ھو کے ساتھ جو لاتعین کا ایک مرتبہ ہے اس وقت پھر مرد کامل کا نصب العین یہ ہوتا ہے کہ

گر زمانے غافل از رحمان شوی
اندراں دم ہمدم شیطاں شوی

جس کا ایک سانس بھی یادِ الٰہی سے خالی نہیں اس سے بڑھ کر اور کیا کرامت ہو سکتی ہے اور پھر سیرت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر مکمل عمل تو اس سلسلے کی آخری اور پہلی کڑی ہے اسی لئے عرفاء طریق کو کہنا پڑا الاستقامۃ فوق الکرامۃ۔ چونکہ ہمیں حضور شیخ ثانی قدس سرہٗ کی زندگی کے ہر پہلو کو اجاگر کرنا ہے۔ اس بنا پر ہم چند ایک واقعات بیان کرتے ہیں تاکہ ہمارا نوجوان نئی روشنی کی چکاچوند میں بصارت اور بصیرت کھو کے ہر حقیقت کو افسانہ نہ سمجھ لے۔

حضرت خلیفہ غلام محمدؒ صاحب دین پوری رحمۃ اللہ علیہ جب حج مبارک پر تیار ہوئے تو پہلے اپنے مرشد شیخ اعظمؒ بانی بھرچونڈی شریف کے روضہ مبارک پر حاضری دینے کا ارادہ کیا مولوی عبدالقادر صاحب مرحوم نے کہا کہ ساتھ چلنے والی جماعت کی کثرت ہے۔ تمام لوگوں کو تکلیف ہوگی، آپ حضور شیخ ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں کہلا بھیجیں کہ اسٹیشن ڈہرکی پر تشریف لاکر زیارت کرائیں چنانچہ اس تجویز پر عمل کرتے ہوئے ایک آدمی بھیجا گیا جس نے خلیفہ صاحب کی طرف سے حاضر ہونے کی معذرت چاہی اور عرض کیا کہ فلاں گاڑی پر خلیفہ صاحب جماعت کثیر کے ساتھ حج پر جا رہے ہیں آپ اسٹیشن پر تشریف لاکر زیارت کرائیں۔

دور دراز سے آنے والے لوگوں کی سہولت کے پیش نظر حضرت صاحب گاہے گاہے اسٹیشن کے قریبی بنگلہ میں رہائش رکھتے تھے، ان دنوں بھی اتفاق سے اسی بنگلہ میں قیام پذیر تھے۔ گاڑی کے ٹائم پر اسٹیشن پر تشریف لے گئے گاڑی جونہی آکر پلیٹ فارم پر ٹھیری آپ جلدی سے خلیفہ صاحب کے اترنے سے پہلے ڈبے میں تشریف لے گئے دیر تک آپس میں مصروف گفتگو رہے گارڈ نے

سیٹی بجائی تو حضرت صاحب اترے، آپ کا دستور تھا کہ دیار عرب کے راہی کو صلوٰۃ و سلام کا تحفہ ضرور عرض کرتے تھے لیکن اس دفعہ خاموش تھے۔
جب گاڑی روانہ ہوئی تو حضرت صاحب واپس ہوئے اور خاص خدام خلیفہ خدا بخش دانہ، فتح محمد اور حافظ محمد بخش کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا:

"خلیفہ نے اپنے شیخ کی زیارت سے اعراض کیا ہے مجھے اس کے نتائج اچھے نظر نہیں آ رہے کہیں یہ اعراض اگلے اعراض کا موجب نہ ہو جائے"[1]

ثواب روزہ و حج قبول آنکس یافت
کہ خاک میکدۂ عشق را زیارت کرد

چنانچہ دنیا نے دیکھ لیا کہ خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ آستان سرکار مدینہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام پر حاضری نہ دے سکے۔ مولانا رومؒ کا یہ شعر شاید آپ ہی کے لئے وضع کیا گیا تھا ؎

گفتۂ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

مولف کے عم مکرم سید بہار علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ایک دفعہ عرس شریف پر ہم حاضر ہوئے بلا کی سردی تھی مجھے خیال آیا کہ عرس کا موقع ہے اتنا بڑا اجتماع نہ معلوم اس سردی میں رات کیسے گزرے گی حضرت کی خدمت

---

[1] اس روایت کے راوی حضرت صاحب کے مذکورہ بالا خاص خدام کے علاوہ اور بھی کئی فقراء ہیں جو اس وقت حضرت کے ساتھ تھے اور میں نے یہ روایت موجودہ سجادہ نشین مجاہد ملت حضرت پیر عبدالرحیم صاحب دامت برکاتہم العالیہ سے بھی سنی ہے انہوں نے فرمایا کہ میں اس موقع پر موجود تھا۔ اس موقع پر یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ جس زمانے میں خلیفہ صاحب حج کو گئے تھے اس وقت شریف مکہ

میں حاضری دی آپ نے فرمایا میاں صاحب! آپ کیلئے بستر لئے میں کب کا منتظر بیٹھا ہوں ؎

جام جہاں نماست ضمیر منیر دوست
اظہار احتیاج خود آنجا چہ حاجت است

مولف کے والد صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں عشا کی نماز سے پہلے حاضر خدمت ہوا دیکھا کہ آپ سو رہے ہیں اور خراٹے سنے جا رہے ہیں۔ مجھے وعید کا خیال آیا۔ فخر عالم رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ من نام قبل العشا فلا نامت عیناہ (جو عشاء سے پہلے سوئے اسکی آنکھیں نہ سوئیں) آپ نے فوراً منہ سے چادر ہٹائی اور میرا نام پکارا۔ میں نے عرض کیا میں حاضر ہوں آپ نے فرمایا عشاء کی نماز سے پہلے سونا کیسے ہے؟ میں نے کہا حضور بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا وعید تو اس کے لئے ہے جس کا عشاء پڑھنے کا ارادہ نہ ہو اور جو امام ہے جس کے بغیر نماز نہیں ہو سکتی وہ اگر تھوڑی دیر سو جائے تو فقہ حنفی کی رو سے کراہت نہیں، اس کے بعد میں نے اس وسوسے سے توبہ کی۔

آپکی نیند کی عجیب کیفیت ہوا کرتی تھی نیند بھی بدستور اور بیداری کا یہ عالم کہ کیا مجال کوئی غلطی کرنے پائے بظاہر منہ پر چادر تنی ہوئی ہے اور محو آرام ہیں لیکن جو نہی کسی سے کوئی قابل گرفت بات نکلی فوراً حضرت کی طرف سے تنبیہ ہوگئی۔

کا زمانہ تھا ملکی حالات بہت خراب اور راستہ غیر محفوظ تھا اس لئے سو آدمی کا قافلہ اکٹھے بھیجنے سے حکومت نے انکار کر دیا تھا۔ چنانچہ ان تکالیف اور پھر مولوی عبدالقادر صاحب کے مشورے سے خلیفہ صاحب واپس ہوئے کچھ آدمی ان سے علیحدہ ہو کر مدینہ منورہ چلے بھی گئے تھے، درحقیقت ایک بزرگ کے منہ سے نکلی ہوئی بات کی لاج رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ خود اس قسم کے عوارضات پیدا کر دیتا ہے چنانچہ

زملک تا ملکوتش حجاب بردارند
کسی کہ خدمت جام جہاں نما بکند

ضلع رحیم یار خاں میں کوٹ سبزل ایک قصبہ ہے۔ ابتدائی زمانہ میں کچھ عرصہ آپ یہاں پڑھتے بھی رہے۔ ایک دعوت کے سلسلے میں یہاں تشریف آوری ہوئی۔ جماعت کی آمد کے نظارے اور ذکر الٰہی کی مست کن صداؤں نے اہلیان قصبہ کو گھروں سے باہر گلیوں اور لب بام پر لا کھڑا کیا، آپ نے جونہی حدود قصبہ میں قدم رکھا ایک ہندو عورت جو لب بام محو نظارہ تھی۔ چھت سے گری اور خدمت اقدس میں حاضر ہو کر کلمہ پڑھنے لگی ع
نگاہِ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

ایک دفعہ ضلع رحیم یار خاں سے ایک زمیندار حاضر خدمت ہوا اسے مطلوبہ جگہ سے لڑکے کیلئے رشتہ نہیں مل رہا تھا اس نے عرض کیا آپ نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے اس نے کہا حضور! میں دعا کیلئے حاضر نہیں ہوا بلکہ میں اس لئے آیا ہوں کہ لڑکے کا نکاح مطلوبہ لڑکی کے ساتھ اپنی زبان حقائق ترجمان سے پڑھ دیں آپنے فرمایا اچھا رات یہیں جماعت میں رہو جب صبح کو وہ شخص حاضر ہوا آپ نے مبارکباد دی اور فرمایا جاؤ ہم نے تمہارے لڑکے کا نکاح مطلوبہ جگہ پر کر دیا ہے، یہ شخص گھر پہنچا دوسرے دن لڑکی والوں نے خود بلا کر رشتہ دے دیا۔ سے
تقدیر شکن قوت باقی ہے ابھی اس میں ناداں جسے کہتے ہیں تقدیر کا زندانی

محمد بن ابی بکر کی شہادت، بغداد کی تباہی بھی اسی قبیل سے ہیں ورنہ خلیفہ صاحب نہایت خدا رسیدہ بزرگ اور حضرت بانی بھر چونڈی شریف کے خاص خلفاء میں سے ہیں اس لئے دانستہ طور پر ایسا کرنا یہ ان سے بعید ہے
سید محمد فاروق غفرلہ فاضل شہادۃ عالمیہ جامعہ اسلامیہ بہاولپور

آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہر ولی کی ولایت کی ایک حد ہوتی ہے لیکن حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ ناپیدا کنار سمندر ہیں۔
اقبال مرحوم نے فرمایا ؎

سید ہجویر مخدوم امم　　مرقد او پیر سنجر را حرم

آپ جب کبھی لاہور تشریف لے جاتے پہلے زیارت کے لئے حاضری دیتے ایک دفعہ دربار داتا صاحب پر زیارت کیلئے آپ حاضر ہوئے کافی دیر بیٹھے رہے جب واپس ہوئے تو گلی کے موڑ تک پچھلے پاؤں چلتے رہے کسی نے پوچھا حضور! اتنی رجعِ قہقری تو آپ نے کسی آستان پر نہیں فرمائی آپ نے فرمایا۔ حضرت داتا صاحب رخصت کرنے کیلئے آرہے تھے میں پشت دیکر کیسے چلتا۔ جب آستان کی حد ختم ہوئی تو حضرت داتا الوداع فرماکر واپس ہوئے اور میں نے سیدھا چلنا شروع کیا۔

خان پور کا ایک ہندو زمیندار مسمی ٹیکہ مل ایک سنگین مقدمہ میں ماخوذ ہوا۔ دریں اثنا اس نے فقراء کی خدمت شروع کی کہ کسی طرح اس مقدمہ سے رہائی ہو ایک شب خواب میں دیکھ رہا ہے کہ ایک نورانی شکل والے بزرگ جنکی داڑھی حنا سے سرخ ہے۔ تشریف لائے ہیں اور میرے پاؤں سے بیڑیاں کاٹ رہے ہیں۔ خضاب حنا سے سرخ داڑھی یہ پکی نشانی تھی تلاش شروع کردی آخر جوئندہ یابندہ بھرچونڈی شریف پہنچ گیا۔ حضرت کی زیارت سے خواب کی تصدیق ہوگئی چنانچہ یہاں مقیم ہوگیا۔ دو اڑھائی ماہ رہا لنگر کا پانی بھرنا لکڑیاں لانا اور اس قسم کے کام اس نے اپنے ذمے لے رکھے تھے دو ماہ کے بعد آپ نے فرمایا ٹیکہ مل تمہارا مقدمہ خارج ہوگیا ہے۔ گھر جاؤ اور آرام سے زندگی بسر کرو

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ صاحب کی دعوت پر جب دین پور تشریف لائے تو ٹیکہ مل بھی وہاں پہنچ گیا۔ اور دعوت پیش کی خلیفہ صاحب نے فرمایا ٹیکہ مل گوماتا ذبح کروگے؟ ٹیکہ مل نے فوراً جواب دیا آپ اپنی جات

کے ساتھ جیلیں تو گڑ ماما کی جانی کروں گا۔ حضرت اور حضرت کی جماعت کے لئے بکریاں دنبے موجود ہیں۔ ٹیکے ل درود شریف نہایت کثرت سے پڑھا کرتا تھا، پاکستان بننے سے پہلے مر گیا۔ اسکی اولاد نرینہ نہیں تھی۔ حسب دستور ہنود نے آگ میں جلانا چاہا لیکن اس کی میت کو آگ نہیں لگی۔

آپ کا وصال پُر ملال

ہوئی نہ عام جہاں میں کبھی حکومت عشق
سبب یہ ہے کہ محبت زمانہ ساز نہیں

قدرت کے ہر کام نرالے ہوتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلافت کیلئے پونے دو سال ملتے ہیں اور امیر معاویہؓ کو بیس سال، جس نے ملت کی ڈوبتی کشتی کو بچایا۔ جو امت کی گرتی دیوار کا پشتیبان بنا اگر اسے دس سال خلافت کا موقع دیا جاتا تو نہ معلوم اسلام کے چمن میں کتنی شادابی آتی۔ جس شخص نے خلافت راشدہ ختم کر کے اسلام میں ملوکیت کا آغاز کیا پھر یزید جیسے فاسق و ظالم بیٹے کو ولیعہد بنا کر اسلام میں نئی بدعت رائج کر ڈالی۔[1] اسے بیس سال کا موقع دیا جاتا ہے مرے مولیٰ ترا ہر کام عقل انسانی سے وراء الوراء ہے۔ دوستوں کو دشمنوں سے کٹواتا ہے جنہیں دوست کہتا ہے انہیں پانی کے ایک گھونٹ کیلئے ترساتا ہے ؎

نخشبی عشق مذہبے است عجیب
شد نشش کس بیاں چہ خواہد کرد
آنکہ ازہ بفرق دوست نہد
بر سر دشمناں چہ خواہد کرد

آخر وہ وقت آ گیا جو ہر انسان پر لازمی طور آیا کرتا ہے۔ کُلُّ مَنْ

---

[1] خلافت راشدہ کے خاتمے کے بعد پوری اسلامی تاریخ میں خلافت علیٰ منہج النبوت قائم نہ ہو سکی اگرچہ خلافت کے نام پر ملوکیت صدیوں رہی ان دونوں میں فرق نہ کرنے کی وجہ سے اسلام کا آئیڈیل طرز حکومت گڈمڈ ہو جاتا ہے۔ سید محمد فاروقی

عَلَیْھَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام ۝۔

آخر عمر میں آپکو سنگ مثانہ کی تکلیف رہا کرتی تھی اس تکلیف کو آپ نے جس صبر وتحمل سے برداشت کیا وہ آپ ہی کا حصہ ہے ۔ تکلیف انتہائی شدت پر ہے لیکن زبان حمد وشکر سے رطب اللسان کیا مجال کہ زبان سے آہ نکلے کیونکہ آہ تنگی سینہ کی وجہ سے نکلتی ہے اور سینہ کی تنگی عدم رضا بقضاء اللہ کی وجہ سے ہوتی ہے اور مقام فقر و ولایت سے فروتر ہے ۔ سابق ریاست بہاولپور سے ایک قابل طبیب حکیم نور محمد صاحب کو علاج کیلئے بلوایا گیا آپ نے نبض دکھائی تو حکیم صاحب حیران ہوئے کہ نبض کی حرکت بالکل بند ہے اور آپ تندرست بول رہے ہیں ۔ آپ نے حکیم صاحب سے پوچھا کہ نبض کا کیا حال ہے ۔ حکیم صاحب نے عرض کیا حضور ! طب یونانی میں تو آپ .... اور طب روحانی میں آپ مختار ہیں ۔

چند خوانی حکمت یونانیاں

حکمت ایمانیاں راہم بخواں

آپ نے فرمایا میرے شیخ کا وصال بھی اسی طرح ہوا تھا ۔ الحمد للہ اسی سنت پر عمل ہو رہا ہے ۔

اس حال میں اپنے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن قدس سرہٗ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ "ہم تم ہوا ' تم ہم ہوا" یعنی اپنے صاحبزادے صاحب کو اس مقام پر فائز فرماتے ہیں جس پر خود فائز ہیں ۔

اتحادیست میاں من و تو

من و تو نیست میاں من و تو

حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کی غزل کا ایک شعر بار بار دہراتے ہیں ۔ مگر دہرانے کی کیفیت یوں ہے پہلی دفعہ پورا شعر پڑھتے ہیں ۔

شاد باش اے دل کہ فردا بر سر بازار عشق وعدہ قتل است گرچہ وعدہ دیدار نیست

پھر پہلا مصرعہ دو چار دفعہ پڑھتے ہیں پھر فرماتے ہیں۔ شاد باش اے دل کہ فردا۔ دو ایک دفعہ لے سے دھرلتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں شاد باش، دو تین دفعہ اس لفظ کا تکرار فرماتے ہیں۔ چوتھی دفعہ ش اد کا لفظ مُنہ سے نکلتا ہے اور جان جانِ آفرین کے سپرد کر دیتے ہیں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

وہ لوگ تم نے ایک ہی شوخی میں کھو دیئے
پیدا کیئے تھے فلک نے جو برسوں سے خاک چھان کے

معلوم یوں ہوتا ہے کہ وعدۂ دیدار حدود وعدہ سے نکل کر مقام ایفا میں داخل ہو چکا تھا۔ جبھی تو زبان سے صرف شاد باش نکل رہا تھا کہ الکریم اذا وعد وفی۔ کریم نے وعدہ پورا کیا عاشق وصال جاناں سے شادکام ہو گیا۔ دو کم چالیس سال جماعت کی خدمت میں بسر کئے جماعت کی تربیت یادِ الٰہی کے فرائض حلقہ ہائے ذکر، عشق و محبت کا سوز، درس قرآن ان سب چیزوں نے ایک ہی ذات میں بہت کم آشیانہ بنایا ہے لیکن ؎

وہ اپنی ذات سے اک انجمن تھے

۱۳۴۶ھ رجب المرجب کی پچیس تاریخ منگل کی شب بوقت عشایہ آفتاب فقر غروب ہو گیا۔ حضرت مولوی محمد صاحب سجادہ نشین خان گڑھ شریف نے تاریخ وصال ایک عجیب انداز میں نکالی صرف تاریخ والا مصرعہ یاد رہا ؎

در لیل معراج آمد شد وصال
۱۳۴۶ھ

مَیں نے بھی تاریخ وصال نکالی ہے اس مصرعہ کو تبرکاً اپنے شعروں کا زینت بنایا ہے۔

آپ کا حلیہ مبارک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

اخی یوسف اصبح وانا املح ۔ میرے بھائی یوسف صبیح ہیں اور میں ملیح ہوں[1]

حضور شیخ ثانی انا املح کے مقام سے شناسا تھے۔ رنگ ملیح، چہرہ مدور آنکھیں سُرمگیں جن میں سُرخ ڈورے جس پر نگاہ پڑتی اسے اپنا کر کے رہتیں۔ ؎

ایسی آنکھوں کے تصدق مری آنکھیں ہمدم
جنہیں آتا ہے اغیار کو اپنا کرنا

داڑھی عریض سینے پر گول دائرہ کی شکل میں حنا سے سُرخ آنکھوں کے سرخ ڈورے اور داڑھی کے بالوں کی سُرخی کو ملنے سے ایک عجیب سماں پیدا ہو جاتا ؎

جنکی نظر چڑھا ترا رخسار آتشیں
ان کا چراغ گور نہ تا حشر گل ہوا

اعضاء گوشت سے بھرے ہوئے قد بلند و بالا۔ سینہ رحمت و رأفت کا گنجینہ۔ جو آپکو ایک دفعہ دیکھ پاتا دیکھتا ہی رہتا، نگاہ ہٹانا بھول جاتا، مہر و ہیبت کا یکجائی منظر آپ کے چہرہ اقدس پر موجود تھا ؎

مہر و ہیبت ہست ضد یکدگر
مہر و ہیبت جمع دید اندر جگر

اس طرح یہ آفتاب فقر و ولایت نصف صدی سے زیادہ ظلمت کدہ عالم پر اپنی ضیا باری کرنے کے بعد ہمیشہ کے لئے چھپ گیا ؎

جو بادہ کش تھے پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آب بقائے دوام لے ساقی

---

[1] ملاحت کا خاصہ یہ ہے کہ ہر چیز کو اس کے اوصاف سے جدا کر کے اس میں اپنی خصوصیات کا رنگ بھر دیتی ہے ؎ ہر کہ در کان نمک رفت نمک شد، چنانچہ اس کا فیصلہ ہر آدمی خود کر سکتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جس کا بھی تعلق ہوا سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ملاحت کا رنگ اس میں کیسے بھرا

حالات مجاہد اعظم شیخ ثالث حضور پیر عبدالرحمن صاحب رحمتہ اللہ علیہ

اسلام نے میدان جنگ کے غازیوں اور خرقہ پوشوں سے ایک جیسا کام لیا ہے۔ غازیوں نے مجاہدانہ کارنامہ میں اپنے گلے کے خون سے صفحۂ کائنات پر نقش کلمۃ اللہ ثبت کیا تو درویشوں اور خرقہ پوشوں نے قلوب زنگ آلود کو مجلیٰ کرکے عرش الٰہی بنایا۔

ایک جلوت کے سپاہی تھے تو دوسرے خلوت کے۔ ع

ایں دو شمع اند کہ از یکدگر افروختہ اند

ایک نے اپنے خون سے اسلام کے ایوان میں نقش و نگار بنائے تو دوسرے نے عیش دنیوی اور سلطنتیں قربان کرکے اسلام میں چار چاند لگا دیے۔

اگر ایک نے لشکر کفار کی صفوں کو توڑا تو دوسرے نے بیگانوں کو یگانہ بنا کر ان کا رشتہ مولیٰ سے جوڑا، ایک کا جسم زخموں سے چور تھا تو دوسرے کے قلب میں عشق الٰہی کا ناسور تھا، ایک گمراہوں کو راہ پر لایا تو دوسرے نے بے راہوں کو راہنما بنا دیا۔

ایک نے سندھ فتح کیا تو دوسرے نے ہند میں اپنا عصا گاڑ کے نوے لاکھ انسانوں کو در مولیٰ پر جھکا دیا، ایک سمندر کی قہرمانی سے نہیں ڈرا اور اس نے بحر ظلمات میں گھوڑے دوڑا دیئے تو دوسرے نے شیطانی یلغار کے چھکے چھڑا دیے ایک نے شمشیر و سناں کی جولانیاں دکھائیں تو دوسرے نے راہ مولیٰ میں سب

آں نمک کز وے محمد املح است   زاں حدیث با نمک او افصح است

ہمارے حضرت شیخ ثانی میں بھی یہ خصوصیت بدرجۂ اتم موجود تھی جیسا کہ انکی جماعت کے چند فقرائے کے مختصر حالات پڑھنے سے ناظرین کو خود بخود اندازہ ہوگیا ہوگا۔

(سید محمدؐ فاروق غفرلہٗ)

کچھ لٹ کر بے سروسامانیاں دکھائیں ایک کے حصہ میں ذوق خدائی آیا ؎

یہ غازی یہ تیرے پُراسرار بندے
جنہیں تُو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی

تو دوسرے نے بھی اپنی رضا اسکی رضا میں گم کرکے ذوق خدائی کا مزہ پایا ؎

میری مرضی ہوئی جب سے تری مرضی میں گم
بندگی ہی میں ملے ہم کو خدائی کے مزے

ایک جویائے راہ ہیں تو دوسرے دانائے راہ ایک کی پیشانی میں حق کی چمک ہے تو دوسرے کی نورانی شکل میں اسکی جھلک، ایک نیزے کی انی پر قرآن خوان ہے تو دوسرا دردو سوز میں حمد و شکر سے رطب اللسان ایک درخیبر اکھاڑنے والا دوسرا حصار ابلیس اجاڑنے والا ایک نے اپنے خون سے صفحہ دہر پر گلکاریاں کیں تو دوسرے نے نیم شب کو آہ و زاریاں کیں، بارگاہ الٰہی میں ایک اپنا خون بہاتا حاضر ہوگا۔ تو دوسرا دل کے پھپھولے دکھاتا پیش ہوگا۔ ایک کا خون پانی سے اولیٰ تر ہوگا ؎

خوں شہیداں را ز آب اولیٰ تر است
ایں خطا از صد ثواب اولیٰ تر است

تو دوسرے کے آنسوؤں کا پانی اس کے برابر ایک خون آلودہ کو جب قدرت گلے لگائیگی تو دوسرا اسکی گود میں پل رہا ہوگا۔ تاریخ نے دونوں کے کارنامے محفوظ کررکھے ہیں انہی دونوں گروہوں کے کارناموں کا نام تاریخ ہے یہ لوگ تاریخ ساز ہیں اور تاریخ ان کے نام پر فخر کرتی ہے۔ عرب، مصر، شام اور ایران کی تاریخ غازیان اسلام کے کارناموں سے بھری پڑی ہے تو ہند و پنجاب کی تاریخ خرقہ پوشوں کی مساعی جمیلہ سے مزین ہے۔ دونوں فریق ہمارے مشکور ہیں اور فردائے قیامت میں اپنے اعمال کی وجہ سے مغفور ؎

نہیں فقر و سلطنت میں کوئی امتیاز ایسا
یہ سپہ کی تیغ بازی وہ نگہ کی تیغ بازی

بلاشبہ ہمارے حضرت شیخ ثالث قدس سرہٗ کی حیات طیبہ ہر دو فریق کی جد و جہد اور مساعی کا حسین سنگم ہے، دونوں کے خد و خال جس میں نمایاں ہیں مجاہدانہ زندگی کی شورشیں اور عارفانہ رموز و اسرار کی خاموشیاں اپنے اپنے مقام پر سرزد ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ حضرت شیخ اعظم بانی بھرچونڈی شریف کا بزرگانہ جاہ و جلال اور اپنے والد ماجد شیخ قدس سرہٗ کی عشق و مستی اور جذب و بیخودی آپکی ہر ہر ادا سے ٹپک رہی ہے آپکی زندگی میں کئی ایک متنوع زندگیاں ابھر کر سامنے آجاتی ہیں، ایک کہانی میں کئی کہانیاں ایک چہرے ایک شخصیت میں کئی شخصیتیں، ایسی شبنم جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو اور ایسے طوفان جس سے دریاؤں کے دل دہل جائیں۔ دونوں اس سلطان نما فقیر میں موجود ہیں اپنی بزم ساحل پہ لگا کے نوائے زندگانی کو نرم خیز بنانے کی کوشش کبھی نہیں کی؛ بلکہ معمول یہ تھا ؎

بدریا غلط و با موجش در آویز
حیات جاوداں اندر ستیز است

موج دریا کو تھپیڑے مار مار کر مغلوب کرنا اس غواص بحر حقیقت کا شاہکار رہا ہے قید و بند کی صعوبتیں ابنائے زمانہ کی مخالفتیں دستور خانقاہی کی ترتیب مسترشدین کی تربیت اس جذبے پر اثر انداز نہ ہو سکی اور یہ ملاح کشتی حیات کو موجوں کے تھپیڑوں سے بے پروا ہو کر بسلامت ساحل پر لے گیا ؎

ولیس علی اللّٰہ بمستنکر
ان یجمع العالم فی واحد

قبل ازیں دو حضرات کی سوانحعمریاں پیش کر چکا ہوں، حضرت شیخ ثالث کی سوانحعمری بھی ان سے کچھ مختلف نہیں بلکہ پہلی دونوں زندگیاں درحصل آپکی زندگی کے مختلف خد و خال ہیں بظاہر جہاں جہاں فرق محسوس ہوتا ہے وہ اول وثانی کا فرق ہے۔

ے زاہد از طبع دو بیں در قصۂ خام افتاد

ابتدائی حالات

۱۳۱۰ھ میں آپکی ولادت ہوئی، آپ نے جس ماحول میں آنکھیں کھولیں وہ عشق الٰہی کی سرمستیوں کا زمانہ تھا کم از کم پندرہ سولہ برہنہ یا نیم برہنہ مجذوب جماعت میں موجود تھے اگر ان کے مُنہ سے کوئی آواز نکلتی تو اللہ ہو کا نعرہ مستانہ ہوتا تھا۔ تین چارسو فقرا، لنگر کے وال دلیا پر قانع تلاوت قرآن اور ذکر رحمان میں مست تھے دنیا و اہل دنیا سے کوسوں دور، مسجد کی چٹائیاں انکا بہترین فرش، ابلے ہوئے چنے اور جوار کی روٹی ان کی پسندیدہ خوراک اور شب و روز ایک ہی دھن میں مست، بیشتر قرآن مجید کے حافظ اور کچھ نیم حافظ۔ وضو کے مسائل، نماز کے مفسدات و مکروہات، فرائض، سنن، واجبات مستحبات پر اتنا عبور کہ عام طور پر علما کو بھی ایسا عبور نہیں ہوتا۔ بھرچونڈی شریف کے خطے کے اندر ذکر یم شبی کی سرمدی صدائیں ہر وارد و صادر کا دامن تھام لیتیں ے

یہ حسن یہ رعنائی یہ شان یہ زیبائی
ہر سمت نمایاں ہے اک جلوۂ سینائی

سن تمیز پر مکتب میں بٹھائے گئے۔ قرآن کریم ناظرہ پڑھا جو نیم حفظ کی حد تک تھا، اس کے بعد استاذ العلماء سراج الفقہا حضرت مولانا مفتی سراج احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ [1] کو آپکی تعلیم پر مقرر کیا گیا، فقہ حنفی اور نحو کی کتابیں آپ نے حضرت مولانا صاحب

---

[1] حضرت مولانا موصوف ضلع رحیمیار خاں کے باشندے ہیں آجکل مستقل سکونت خانپور میں ہے۔ اس دیار کے مشہور مفتی ہیں اور یہاں کے اکثر علما کو آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے عالم باعمل درویش صفت انسان ہیں یہ ایک واقعہ ہے کہ علم فرائض، ریاضی اور فقہ میں آپ کے پائے کا آدمی ہمارے علم میں نہیں ہے، اپنے اس عظیم شاگرد کے بارے میں آپکے تاثرات ہم آگے ہدیہ ناظرین کریں گے،
سید محمد فاروق

مذکور سے پڑھیں پھر خانگی مصروفیات کی بنا پر حضرت مولانا گھر واپس چلے گئے اور کچھ عرصہ کیلئے تعلیمی سلسلہ رک گیا۔ دریں اثنا حضرت مولانا عبدالکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن میانوالی (پنجاب) ضلع ہزارہ کے ایک مدرسے سے اپنی تعلیم مکمل کرکے سیر و سیاحت کرتے ہوئے بھرچونڈی شریف میں آگئے۔ حضرت کے والد شیخ ثانی قدس سرہٗ ان دنوں سفر پر تھے۔ لیکن آپ نے بصد منت و احترام مولانا صاحب کو بھرچونڈی شریف میں اقامت کیلئے مجبور کرکے ان سے بیضاوی شریف پڑھنا شروع کردی۔ حضور شیخ ثانی قدس سرہٗ کو سفر کے دوران علم ہوا کہ ایک سیّاح مولوی صاحب تشریف لائے ہیں اور صاحبزادہ صاحب نے انکو اقامت پر مجبور کرکے ان سے تعلیم شروع کردی ہے۔ حضرت صاحب بہت خوش ہوئے۔ اور میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ آپ بھی اپنے بچے کو بھرچونڈی شریف میں مولانا صاحب مذکور سے تعلیم دلائیں، حضور شیخ ثانیؒ واپس تشریف لائے تو بندہ مؤلف کتاب کو بھی ساتھ لائے میں نے کنز اور منطق کے کچھ رسالے شروع کئے۔ مولانا صاحب موصوف کو حضرت شیخ ثانیؒ کی محبت و شفقت نے ایسا گلوگیر کیا کہ آپکے دست حق پرست پر بیعت کی، اور یہیں کے ہو گئے تقریباً چالیس سال حضرت مولانا نے بھرچونڈی شریف میں گزارے حضرت شیخ ثانی یعنی اپنے پیر کی رفاقت میں تقریباً تین سال گذارے، باقی عمر اپنے باکمال شاگرد کی رفاقت وصحبت میں بسر کی۔ استاذ نے اپنے شاگرد کو شیخ سمجھا، اور شاگرد نے اپنے استاد کو تمام عمر استاد ہی سمجھا، ادب کی جو باریکیاں اور لطافتیں اس استاد اور شاگرد کے درمیان دیکھی گئیں وہ کسی مکتب میں کم دیکھی گئی ہوں گی۔

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسمٰعیل کو آدابِ فرزندی

غرض اس طرح آپ نے اپنی تعلیم مکمل فرمائی۔

مسند نشینی حضرت قبلہ عالم حضور شیخ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے تیسرے روز بعد حسب دستور خانقاہی قل خوانی (رسوئم) کے موقع پر آپکی دستار بندی ہوئی حضرت مولوی احمدؒ صاحبؒ سجادہ نشین خانگڑھ شریف (جو اس دربار کے خلفا میں سے تھے۔ نہایت ہی باکمال بزرگ عالم، فاضل اور سندھی زبان کے بہترین شاعر تھے) نے دستار بندی کی رسم ادا فرمائی لاکھوں کے اجتماع میں یہ رسم ادا ہوئی فریاد وفغاں، شور وبکا کا غلغلہ آسماں تک پہونچا۔ خود آپ بھی دستار شیخ کی گرانباری اس کے تقاضوں اور شیخ کے تازہ وصال کے زخم کی وجہ سے چشم پر آب تھے۔ ناظرین بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آپ نے کس خوش اسلوبی سے اس گرانبار کو سنبھال کر اس کے تمام تقاضے پورے کئے اور کس طرح اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر اپنی جان جوکھوں میں ڈالی۔

آپ نہایت ہی سادہ زندگی گزارنے کے عادی تھے امانت اور جاہ وجلال سے سخت متنفر تھے، ہر چند سجادگی میں تبدیلی واقع ہوئی تھی۔ لیکن وہی حلقہ ہائے ذکر نیمشبی وہی سالکین راہ کی طلب و تشنہ لبی وہی سوز و ساز اور اتباع شریعت مطہرہ کے انداز ؎

از صد سخن پیرم یک حرف مرا یاد است
عالم نشود ویراں تا میکدہ آباد است

میکدہ اسی طرح آباد تھا خم کے خم لنڈھائے جا رہے تھے۔ ساقی کی نشیلی آنکھوں نے پیمانہ مئے میں کچھ اور ملا کر دو آتشہ کر دکھایا تھا ؎

آسودہ باد خاطر غالب کہ خوئے اوست
آمیختن بہ بادۂ صافی گلاب را

میکشوں کا ہجوم اور زیادہ بڑھ گیا تھا ؎

ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں
فقط یہ بات کہ پیر مغاں ہے مرد خلیق

تربیت مسترشدین، طالبان راہ کی خدمت دستور خانقاہی کے قواعد و ضوابط فقر و سلوک کی خاموش صحبتوں کے علاوہ میدان سیاست کی قیادت نے بھی آپ کی شخصیت میں اپنا نشیمن بنایا۔

سیاست کی شورشیں اور طریقت کی دلچسپیاں ایک ذات میں اپنا آشیانہ کم بناتی ہیں لیکن آپ کی ذات مجمع البحرین ہے۔ آپ نے اپنے طرز عمل سے ثابت کر دیا کہ ؎

جُدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

اگر کوئی سیاسی جلسہ ہے تو اسی اسٹیج پر ذکر و مراقبے کی تلقین بھی ہو رہی ہے اور طالبان راہ کا اجتماع ہے تو سیاسی گتھیاں بھی سلجھائی جا رہی ہیں۔ غرض اس سلطان نما فقیر نے جس کی رگ رگ میں بوئے اسد اللہی اور شان استغنائی رچی ہوئی تھی۔ دنیائے اسلام پر اپنی خدمات کے وہ لافانی نقوش چھوڑے جو رہتی دنیا تک باقی رہیں گے۔ ؎

اگرچہ میکدہ سے اٹھ کے چل دیا ساقی
وہ مئے وہ خم وہ صراحی وہ جام باقی ہے

شریعت کی پابندی

نماز باجماعت کے ایسے پابند تھے کہ زندگی بھر میں شاید ہی کوئی نماز منفرد ادا ہوئی ہو۔ بیماری کی حالت میں جبکہ چلنے پھرنے کی طاقت نہ ہوتی چارپائی پر اپنے آپ کو اٹھوا کر جماعت میں شرکت فرماتے، حسب دستور مشائخ نماز خود پڑھاتے یا مقررہ امام کو اشارہ کرتے ایام بلوغ سے احتضار تک کبھی ایک نماز بھی فوت نہیں ہوئی فقہ کی کتابوں میں صاحب ترتیب کا لفظ پڑھا ضرور تھا مگر خدا نے دکھا بھی دیا۔

الیکشن کے زمانے میں مسلم لیگ کے ٹکٹ پر اسمبلی کے ایک امیدوار آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ووٹوں کے سلسلے میں امداد چاہی عشاء کا وقت تھا۔ آپ نے فرمایا نماز پڑھ کر جانا لیکن وہ کھانا کھا کر فوراً چل دیئے آپ

نے فرمایا جو اپنے خالق کا وفادار نہیں وہ مخلوق سے کیا وفا کرے گا۔

ہم کو ان سے وفا کی ہے امید
جو نہیں جانتے وفا کیا ہے

فرنگی راج کی دعا طلبی

برطانیہ پر جب جرمن کے پے درپے حملے شروع ہوئے تو شاہ انگلستان نے ہندوستان کے وائسرائے کے نام حکم بھیجا کہ ہر مذہب کے بزرگوں سے دعا طلب کی جائے چونکہ جنگ کے ہولناک اثرات ہر انسان پر ہونے ناگزیر ہیں اس لئے تمام بزرگ اپنے اپنے مذہب کے مطابق دعا کریں کہ جنگ کے بادل چھٹ جائیں۔ سندھ کے گورنر کی طرف سے اباوڑہ کے مختار کار کو بھی حکم ملا کہ اپنی عملداری کے تمام بزرگوں سے دعا کراؤ۔ مختار کار آپکی خدمت میں حاضر ہوا اور دعا کی استدعا کی۔

آپ نے فرمایا گورنر سندھ سے کہو کہ تمہاری حکومت میں فحاشی اور عریانی حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔ مخلوط تعلیم کے جو نتائج دن بدن سننے اور دیکھنے میں آرہے ہیں۔ اگر ان کو قانون کی بندشوں میں جکڑ کر ختم کر دیا جائے تو جنگ کا فیصلہ ذمہ دار ہے اگر یہ بات منظور نہیں تو ایسی حالت میں ہم دعا نہیں کر سکتے۔ اس طرح آپ نے مختار کار کو واپس کر دیا۔ سارے ہندوستان میں پیروں اور بزرگوں نے دعائیں مانگیں لیکن قوم میں فحاشی اور عریانی کے بڑھتے ہوئے ناسور کو نہ دیکھ سکنے والا یہی ایک انسان نکلا۔

پھر نہ اٹھا فرقہ زہاد سے کوئی کامل
کچھ ہوئے گر تو یہی رند قدح خوار ہوئے

ایک دفعہ غالباً کراچی سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ سیکنڈ کلاس کے ڈبے میں ایک عورت نیم عریاں مغربی لباس میں ملبوس سوار ہوئی آپ نے نہایت سادہ اور دل نشین الفاظ میں عریانی کے بُرے اثرات سے آگاہ فرماتے ہوئے

اسلام میں عورت کے مقام کی اس انداز سے وضاحت فرمائی کہ وہ بہت ہی متاثر ہوئی۔ آپ نے اُسے اپنا رومال عطا فرمایا تاکہ اپنے جسم کے اس حصے پر ڈال لے جو کھلا ہوا ہے وہ روہڑی کے اسٹیشن پر اتری حضرت کا رومال ساتھ لے گئی اور کہا یہ میرے لئے سرمایۂ آخرت ہے۔ باقی عمر کے لئے اس نے عریانیت سے توبہ کی اور اسلامی لباس میں اپنی زندگی گزارنے کا وعدہ کیا۔

آذان کے دوران گفتگو کو بہت بُرا سمجھتے تھے حکم یہ تھا کہ سونے والا اٹھ بیٹھے، چلنے والا ٹھہر جائے۔ ننگے سر والا سر کو ڈھانپ لے کھانے والا کھانے سے رُک جائے اور آذان کے جواب میں مشغول ہو جائے۔ آذان میں بے رخی یا بے پرواہی کرنے کو ندائے خداوندی کی تحقیر سمجھتے تھے، تقبیل ابہامین کو بہت ہی مستحسن سمجھتے۔ آج تک جماعت ان آداب پر سختی سے عمل پیرا ہے۔ یہاں تک کہ عرسوں کے موقع پر ہزاروں کے مجمع میں ایک آدمی کو بھی ہم نے خلاف ورزی کرتے نہیں دیکھا یہ چیز کسی جماعت کے فقرائیں نہیں دیکھی گئی۔

ایک دفعہ آپکی خدمت میں ایک شخص نے ایک خام متصوف کا ذکر کیا کہ وہ کہتا ہے کہ توبہ منحوس و مشؤم کا نام مرے سامنے نہ لیا کرو۔ آپ نے فرمایا اسے کہو تمہارے باوا شیطان کو بھی یہ چیز ناپسند تھی۔

سُنّتِ صدیقؓ

رمضان شریف کا مہینہ ہے جمعہ کا روز ہے فقیر مولف کتاب تراویح میں ختم قرآن سُنا رہا ہے میانوالی قریشیاں کے نزدیک بستی کھلاں میں آپ کسی دعوت پر تشریف فرما ہیں۔ اچانک کسی مسلمان کا جنازہ لایا گیا۔ آپ نے نماز جنازہ پڑھائی پھر اعلان فرمایا کہ اتفاق سے آج جمعہ کے دن جنازہ پڑھا گیا ہے اور تمام جماعت روزہ سے ہے۔ آؤ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کا اتباع کریں۔ اور وہ اس طرح کہ ایک دفعہ آپ نے ذوعلم

صلے اللہ علیہ وسلم نے جماعت صحابہ سے پوچھا تم میں سے آج روزہ دار کون ہے؟ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا انا یا رسول اللہ، پھر فرمایا جنازے کی مشایعت کس نے کی؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا انا یا رسول اللہ پھر فرمایا یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرنے والا اور احسان کرنے والا کون ہے؟ خلیفہ اول نے عرض کیا، انا یا رسول اللہ، حضور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس شخص نے یہ سب کام ایک ہی دن میں جمع کئے وہ جنتی ہے (الحدیث) آپ نے اپنے خرچ سے دیگ پکوائی اور فرمایا کہ افطار کے وقت جماعت کا ہر فرد اپنا اپنا حصہ یتیم اور بیوہ کو کھلائے جنازہ تو روزے سے پڑھ ہی لیا۔ باقی عمل بھی پورے کر کے حضرت امیر المومنین کے طفیل، اپنے آپ کو جنت کا مستحق بنالو، چنانچہ تمام دن جماعت نے اپنے امام سمیت بیمار کی عیادت بیوہ کی خبر گیری اور یتیم کی ہمدردی میں گزارا غرضیکہ اس طرح سے جماعت نے سنت صدیقی کا اتباع کر دکھایا۔

چند عجیب واقعات

آپ نے اپنی عمر کے آخری حصہ میں گنداواہ ریاست قلات کا سفر اختیار فرمایا سیاحت کی غرض سے ایک پہاڑی پر تشریف لے گئے وہاں ایک نوجوان پہاڑی باشندہ قدمبوس ہوا جس کو ابھی تک دنیا کے مسموم اثرات نے نہیں چھوا تھا اسکی داڑھی کے نوخیز بال نہایت آزادی سے اس کے رخسار پر پھیل رہے تھے۔ اس کے بالوں کی اس بے ترتیبی پر شہروں کی تصنع و بناوٹ قربان ہو رہی تھی آپ نے اس کا سر اٹھا کر گلے لگایا اور داڑھی پر ہاتھ پھیر کر فرمایا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی داڑھیاں ایسی ہوا کرتی تھیں۔

سابق ریاست بہاولپور میں سفر کے دوران ایک زمیندار میاں نصیر محمد قوم وہا نے عرض کیا کہ حضور! سماع مزامیر کے ساتھ بعض خانوادگان فقر میں نہایت اہم مقام رکھتا ہے لیکن سلسلہ عالیہ قادریہ میں اسے مطلقاً کوئی اہمیت نہیں

دی جاتی اس کی کیا وجہ ہے ؟ ارشاد فرمایا کہ سماع بالمزامیر دودھ کی طرح مستحیل بخلط غالب ہے دودھ کا خاصہ ہے کہ پینے والے کے مزاج میں صفرا کا غلبہ ہے تو صفرا بڑھائے گا۔ سودا کا غلبہ ہے تو سودا کو تقویت دیگا۔ اگر تندرست ہے تو صحت کا معاون ہوگا بعینہٖ اسی طرح اگر سننے والے کے اندر ہوا و ہوس کا غلبہ ہے تو سماع اسے بڑھائے گا۔ اور اگر خواہشات نفسانی سے پاک ہے تو عشق الٰہی کو قوت بخشے گا۔ سننے والوں نے بھی شرائط کی پابندی سے سنا ہے۔ حضرات قادریہ قدسنا اللہ تعالیٰ نے عمومی حالات کو مدنظر رکھ کر ناجائز بتلایا ہے۔ انہوں نے طالبوں کے دل میں ذوق و شوق بڑھانے کے لئے اور طریقے ایجاد کئے ہیں۔ مثلاً ؎

تنت را دل کن و دل درد گرداں
کہ زینساں کیمیا سازند مرداں

یہاں ذکر الٰہی سے سوز پیدا کر کے عشق الٰہی کو تقویت دیجاتی ہے اور سماع و مزامیر سے پیدا ہونے والی خرابیوں سے بھی احتراز رہتا ہے[1]

ایک دفعہ اتباع شریعت پر گفتگو کے دوران فرمایا "بسا اوقات صرف اتباع شریعت مطہرہ سے وہ کچھ حاصل ہوتا ہے جو مجاہدہ و ریاضت سے حاصل نہیں ہوسکتا مخدوم صاحب کھہراوالے (نام یاد نہیں رہا) بہت بڑے عالم اور اتباع سنت کے سختی سے پابند تھے اس زمانہ کے بہت سے اکابر ان سے شرف تلمذ رکھتے

---

[1] اس مسئلہ پہلے بھی مختصر طور پر ہم لکھ چکے ہیں، شرعی حیثیت سے گفتگو کرنا ہمارے موضوع سے خارج ہے لیکن اتنی وضاحت ضروری ہے کہ متقدمین صوفیا رحمہم اللہ کی اصطلاح میں سماع سے مراد ہرگز مروجہ سماع نہیں ہے چنانچہ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی نے لکھا ہے کہ یہ بزرگان چشت پر الزام ہے، مروجہ سماع مختلف فیہ مسئلہ ہی نہیں بلکہ مختلف فیہ وہ سماع ہے جسے متقدمین کی اصطلاح میں کلام کہا گیا ہے مروجہ طریقہ سماع کے لئے ہم شریعت و طریقت

تھے حتیٰ کہ قبلہ عالم سید محمد راشد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پیر پاگارہ اور فقیر سچل فاروقی شاعر ہفت زبان بھی مخدوم صاحب کے تلامذہ میں سے تھے۔ حضرت قبلہ پیر پاگارہ تو مسند ارشاد و تلقین پر متمکن ہوئے۔ اور سچل فقیر جذب و سلوک کی وادیوں میں گم بظاہر اتباع شریعت سے دور اور واردات قلب کو نظم کے زیور سے آراستہ کرنے میں بے مثل۔

جب مخدوم صاحب کا وصال ہوا تو دونوں باکمال شاگرد موجود تھے حضرت مخدوم صاحب کو لحد میں اتارا گیا۔ مخدوم صاحب کا رخ قبلے کی طرف کیا جاتا لیکن فوراً مشرق کی طرف ہو جاتا لوگوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں کہ اتنے بڑے نیکوکار عالم دین کا رخ قبلے کی طرف نہیں ہو رہا۔ حضرت قبلہ عالم پیر پاگارہ ذرا دور بیٹھے تھے۔ آپ نے جونہی سُنا فوراً تشریف لائے اور سچل صاحب کو جو حضرت مخدوم صاحب سے قبلہ کی جانب بیٹھے تھے فرمایا ادا سچل اتی پاڑ گالھیوں کریوں) یعنی بھائی سچل آؤ ہم ایک طرف بیٹھ کر آپس میں باتیں کریں جونہی سچل صاحب اٹھے مخدوم صاحب کا رُخ خود بخود کعبے کی طرف ہو گیا۔ چونکہ سچل صاحب پر مجذوبانہ رنگ غالب تھا اور بظاہر شریعت کے پابند نہ تھے مخدوم صاحب اس وجہ سے ان سے اکثر ناراض رہا کرتے تھے اس لیے سچل صاحب جو کعبہ اور مخدوم صاحب کے درمیان حائل تھے کی طرف منہ کرنا بھی گوارا نہ کیا۔ حضور قبلہ عالم پیر پاگارہ رحمۃ اللہ علیہ کی فراست اور مخدوم

میں قطعاً کوئی گنجائش نہیں پاتے۔ اس سلسلے میں ہمارے لیے کسی کا فعل سند نہیں بلکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و فعل حجت ہے اس موقعہ پر یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ ابوالوقت سالک کے دل میں ذوق و شوق پیدا کرنے کے لئے بیرونی چیزوں کا ہرگز محتاج نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنے باطنی تصرف اور نظر کے معمولی اشارے سے یہ کام لیتا ہے۔ اس مسئلہ کی تحقیق کے لئے حضرت مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا موت کے بعد تک اس قدر اتباع شریعت قابل صد ستائش ہے۔ ایک دفعہ میں نے عرض کیا کہ امام نخشبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب سلک السلوک میں فرماتے ہیں: "محمد بن داسع رحمۃ اللہ علیہ کہ وسیع جہاں انکی چشم ہمت میں چیونٹی سے بھی حقیر تھا۔ فرماتے تھے اگر گناہ کی بو ہوتی تو کوئی شخص میرے ساتھ نہ بیٹھ سکتا"۔ اس پر حضرت نے فرمایا ان کا فرمان بجا ہے۔ لیکن مجھے تو بہت ہی بدبو آتی ہے۔ جس جگہ کسی گناہ کا ارتکاب کیا جاتا ہے بدبو کے سبب میں تو وہاں بیٹھ نہیں سکتا۔ خصوصاً جہاں زنا کا ارتکاب کیا گیا ہو وہاں تو مرغیوں کی بیٹ کی سی بدبو آتی ہے۔

ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ سانحۂ کربلا اور حضور سید عالم رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے فقر و فاقہ کے واقعات بعض مقرر صاحبان ایسے انداز میں بیان کرتے ہیں کہ خدا سے بھی دل مکدر ہو جاتا ہے۔ کربلا کے واقعے میں اگر حضرت امام کے صبر و ثبات استقلال و پامردی شجاعت و جواں مردی اور رضا بقضاء اللہ کے مقامات کو واضح لفظوں میں بیان کیا جائے تو سامعین کے دلوں پر حضرت امام کی بے بسی اور تشنگی سی طرح خاتون اہلبیت کے خود ساختہ نوحوں کا اثر نہ ہو۔ یہ بعض علماء اور ایسے ذاکرین کا شیوہ ہے جن کا مقصد صرف مجلس میں گرمی پیدا کرنا ہوتا ہے۔

سی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فقر و فاقہ کے متعلق بعض غیر مستند

کتابیں دیکھی جا سکتی ہیں، موجودہ زمانے کے بعض جہلا قادریہ سلسلہ کے بزرگان کو خشک ملا کا نام دیکر عوام کے سامنے اپنے لئے اہلیت سماع کے دعوے کرتے ہیں اور تصنع و بناوٹ سے خود گمراہ ہونے کے ساتھ لوگوں کو بھی گمراہ کرتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ ان کے اس قسم کے دعوے فریب نفس سے زیادہ کچھ حقیقت نہیں رکھتے، کیونکہ ؎ خلاف پیمبر کسے رہ گزید — کہ ہرگز بہ منزل نخواہد رسید

سید محمد فاروق غفرلہٗ متخصص عربی ادب جامعہ اسلامیہ بہاولپور

روایتوں کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا جاتا ہے جس سے لوگ رونے لگ جاتے ہیں اور مجلس کی گرمی کا پورا سامان ہو جاتا ہے حالانکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فقر اختیاری ہے اضطراری نہیں سونے کے پہاڑ بچھاور ہونا چاہتے لیکن شرف قبولیت نہ بخشا جاتا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس فقر میں جو لطف حاصل ہوتا تھا۔ اختیاری دولت میں شاید نہ ہوتا اور یہ مزاج نبوت کی خاص نشانی ہے نبی کی ہر ہر ادا نرالی ہوتی ہے۔ عوام کی نظر میں وہ بشر مشکل ہوتا ہے لیکن صاحب نظر اچھی طرح جانتے ہیں کہ جسکو بھی اس کے ساتھ نسبت قائم ہو جاتی ہے وہ مثلیت کے حدود سے نکل کر لستن کا حد من النساء کے ایوان میں داخل ہو جاتا ہے اور کوئی اس کا مثل نہیں ہوتا ایسی تصریحات کے باوجود خشک ملا دہی مرغے کی ایک ٹانگ رٹ رہا ہے ؎

دونوں جہاں آئینہ دکھلا کے رہ گئے
لانا پڑا انہیں کو تمہاری مثال میں

مذہبی اجتماعات میں جب حضرات سجادہ نشیں جبہ وعمامہ زیب تن کئے ہوئے۔ اسٹیج پر تشریف فرما ہوتے ادھر یہ مجاہد بھی اپنے سادہ لباس میں اسٹیج کو رونق بخشتا تو ہر آنکھ آپکی موہنی صورت کی تماشائی ہوتی۔ دوکانداروں کی دوکانیں بے رونق معلوم ہوتیں ؎

ظہور صبح نے سب کارخانہ کر دیا ابتر
فروغ شمع کا پروانہ کار باب محفل کا

پھر پروانوں کا جمگھٹا اتنا دلفریب ہوتا کہ دیکھنے والا حیران و ششدر رہ جاتا۔ حضرت کی موثر کار شمع معلوم ہوتی جس پر پروانے قربان ہو رہے ہیں یا کعبہ جس کے گرد مستانے طواف کر رہے ہیں ؎

بندۂ یک مرد روشن دل شوی
بہ کہ بر فرق سر شاہاں روی

ایک دفعہ خان پور کے جلسہ میں صدر کی حیثیت سے اسٹیج پر تشریف فرما ہیں اور کرتے کے دونوں شانوں پر پیوند لگے ہوئے ہیں سنت صحابہ کرام پر عمل ہو رہا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو فرمایا: اذا اردت ان تلقی صاحبك فرقّع قمیصك و قلّل حرصك وکلْ من دون الشبع اگر آپ چاہتے ہیں کہ اپنے دوست سے ملیں تو قمیص کو پیوند لگا کر پہنیں حرص کو کم کریں اور سیر ہو کر کھانا نہ کھائیں۔

ایک موقع پر میں نے مولانا مسعود عالم ندوی کی کتاب "ایک بدنام مصلح" کے کچھ اقتباسات سنوائے جن میں محمد بن عبد الوہاب نجدی کو شیخ الاسلام ہادی، مصلح اور اسی قسم کے دوسرے القابات سے یاد کیا گیا تھا۔ آپ نے فرمایا جو علماء ان کے ہم زمان ہیں جنہیں ان کے دعاوی اور عقائد کو خوب غور سے دیکھنے کا موقع ملا ہے وہ تو انہیں خارجی قرار دیتے ہیں۔ اور یہ صاحب شیخ الاسلام لکھ رہے ہیں۔ صاحب رد المحتار علامہ ابن عابدین شامی اور امام احمد صاوی مالکی کی دیانت، تقویٰ اور خشیتہ الی اللہ مولوی مسعود عالم ندوی سے زیادہ مسلم اور مستند ہے آخر ان کے اقوال کو نظر انداز کر کے ایک ایسے شخص کے نظریے کو جو ان سے دو سو سال بعد پیدا ہوتا ہے ہم کیوں تسلیم کریں؟

محمد ابن عبد الوہاب نجدی کو مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری نے بھی المہند علی المفند میں بتصدیقات علمائے دیوبند خارجی لکھا ہے۔ یہ عجیب تحقیق ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ دیکھنے والا کچھ دیکھتا ہے لیکن سننے والا۔ ان چشم دید حقائق کو جھٹلا کر اپنی نئی تحقیق سے دنیا کو روشناس کراتا ہے اور شنیدہ کے بود مانند دیدہ کے مشہور قاعدہ کو غلط ٹھہرا کر دنیا سے خراج تحسین حاصل کرنا چاہتا ہے۔

یہ عجیب رسم دیکھی کہ بروز عید قرباں
وہی قتل بھی کرے ہے وہی لے ثواب الٹا

آپ بستی مولویاں ضلع رحیم یار خاں میں ایک دعوت پر تشریف فرما ہیں۔ دریں اثنا بدعت کا ذکر چل پڑتا ہے۔ ایک مولوی صاحب جو کہ مدرسہ عربیہ کے مدرس تھے۔ کہنے لگے کہ ہمارے یہاں عورتیں زیبائش کے لئے ابٹن استعمال کرتی ہیں، جو کہ جو کے آٹے سے بنتا ہے حالانکہ جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرغوب غذا تھی۔ اس لحاظ سے کس قدر بے ادبی ہے کہ اس آٹے کو بدن پر مل مل کر مسلا جاتا ہے۔ جواباً آپ نے ارشاد فرمایا گندم کا آٹا بھی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے استعمال فرمایا ہے۔ اسی قاعدے کی رد سے اسے بھی زخم پر لگانا بے ادبی میں شامل ہونا چاہیئے۔ اسی طرح زمزم کا پانی پینا بھی بے ادبی میں داخل ہوگا کیونکہ ہر پانی کا کچھ حصہ پیشاب بنتا ہے پھر فرمایا ؎

سخن شناس نہ دلبرا خطا اینجا است

زن و شوہر کی آپس میں محبت مطلوب شرع ہے۔ اس کے حصول کے لئے دوا کے طور پر اگر جو کا آٹا اس غرض سے استعمال کیا جائے کہ نوعروس شوہر کی نگاہ میں خوبصورت نظر آئے اور باہمی اختلاف و شقاق سے بچ جائیں تو یہ عین ادب ہے اس پر مولوی صاحب خاموش ہو گئے۔

اشغال باطنی طالبین کو خلوت ہی میں سمجھائے جاتے اگر مستورات میں سے کسی نے شغل باطنی یا اور کوئی بات کرنا ہوتی تو اپنے آدمیوں میں سے کسی کو ضرور ساتھ کھڑا کرتے تاکہ اجنبیہ کے ساتھ خلوت کی ہلکی سی صورت کا بھی وقوع نہ ہو۔

ایک دفعہ سکھر اسٹیشن پر اترے فقیر مولف کتاب اور تین چار اور فقراً بھی ساتھ ہیں پلیٹ فارم سے نکلے تانگے صف بستہ کھڑے ہیں ایک کوچوان کے پاس خود تشریف لے گئے فرمایا کتنے عرصے سے تانگہ چلا رہے ہو۔ کہا پانچ

سال سے۔ فرمایا اس عرصے میں کبھی کسی کو حسبتہً للہ بھی سوار کیا ہے۔ اس نے
کہا ایسا اتفاق کبھی نہیں ہوا۔ آپ نے فرمایا تو اب سوار کرو۔ اس نے کہا کسی
اور کے پاس جایئے آپ دوسرے کے پاس تشریف لے گئے اس نے بھی یہی جواب
دیا غرضیکہ پانچ سات تانگے والوں کے پاس گئے اور یہی جواب ملا۔ ایک کوچوان
نے بلایا اور دعوت دی کہ میرے تانگے میں سوار ہوں آپ نے فرمایا کرایہ نہیں
دیں گے۔ اس نے کہا میں نہیں لوں گا۔ لیکن ایک شرط ہے وہ یہ کہ مری اجازت
کے بغیر آپ اتریں گے نہیں۔ اس میں سوار ہو گئے۔ مطلوبہ جگہ اترے آپ نے مجھے
حکم دیا کہ اسے تین روپے دیدو جو کرایہ سے چند گنا زیادہ تھے پھر تانگے والے سے پوچھا تم کون ہو اس نے کہا میں سید ہوں
آپ نے فرمایا جو جیز آپکو اپنے مورث اعلیٰ خواجہ کائنات سلطان رسل صلی اللہ علیہ وسلم
سے ملی ہے۔ جنہوں نے کائنات کو مفت پار لگانا ہے۔ قل لا اسئلکم
علیہ اجراً ان اجری الا علی رب العالمین' میں نے عرض کیا کہ
حضور! ایک ایک کوچوان کے پاس اس طرح تشریف لے جانے میں کیا حکمت
تھی فرمایا الدین النصح دین خیر خواہیٔ مسلم ہے میں نے چاہا کہ اس ثواب
میں ان کو حصہ ملے ثواب جس کے حصے میں تھا اس نے لے لیا۔ تانگے والے
نے کرایہ نہ لینے پر کافی اصرار کیا لیکن آپ نے اس کو دلا دیا۔

روہڑی جنکشن کے پلیٹ فارم پر نماز پڑھا رہے ہیں۔ دو سو کے
قریب فقراً مقتدی ہیں۔ عشار کی نماز ہے نماز کے بعد ذکر الہٰی کا حلقہ شروع
ہوا۔ برطانیہ کی حکومت کا زمانہ تھا کئی انگریز اس روح پرور نظارہ کو دیکھ
رہے ہیں۔ اور حیران ہیں اپنی ٹوپیاں اتار کر سلام کر رہے ہیں الغرض
سفر ہو یا حضر ذکر الہٰی کے حلقے پوری شان و شوکت سے قائم ہوتے
اور ایک دنیا امنڈی پڑتی ریل میں سوار ہیں۔ ذکر کا وقت آ گیا ہے تو فقرا کے
ہو حق کے نعرے شروع ہیں معلوم یہ ہوتا ہے جیسے ریل کا انجن بھی فقرا کا
ساتھ دے رہا ہے اور وہ بھی حق حق میں مشغول ہے بیعت ہونے والے ریل ہو یا پلیٹ فارم
بیعت ہو رہے ہیں۔ سفر کیا ہوتا ایک تبلیغ دین ہوتی جو اس فقیر بے کلاہ کے

ہاتھوں سرانجام ہو رہی ہوتی تھی مارواڑ، راجپوتانہ کے ریگستانی علاقے کا سفر رات کو ستاروں کے ذریعے طے کیا جاتا وبالنجم ھم یھتدون۔ اونٹوں پر سواری کی حالت میں ذکر اللہ کا ترانہ ریگستان کے تودوں کو رعشہ سیماب دیتا ہوا ایک عجیب کیفیت پیدا کرتا۔ ریگستان کے ذرے زبان حال سے پکارتے ہے

ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے
کہے دیتی ہے شوخی نقش پا کی

ایک دفعہ کہیں سے جلسہ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوت نامہ آیا اس میں نہایت ہی انکساری سے دعوت پیش کی گئی تھی بعض ناگزیر مصلحتوں کی بنا پر حضور کی شرکت ضروری بھی تھی۔ میں نے عرض کیا کہ اعلاء دین کی خاطر حضرت کی شرکت اس جلسے میں نہایت ضروری ہے۔ آپ نے فرمایا ہم سے نماز ادا ہوتی رہے یہی کافی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اگر صرف نماز کے قیام سے اعلاء کلمۃ اللہ کے تمام تقاضے پورے ہوجاتے ہیں تو یہ تقاضے تو بعض بدعقیدہ فرقے مثلاً خارجیہ وغیرہ بھی پورے کرتے ہیں۔ اول وقت میں نماز ادا کرنا رکوع وسجود میں تسبیحات تین تین کے بجائے اکیس اکیس بار پڑھنا طوال مفصل پڑھنا انکا دستور ہے۔ جنگ نہروان میں خارجیوں نے تمام رات ایک سجدے میں گذار دی۔ مسکرا کر فرمایا۔ اچھا جماعت میں تیاری کا اعلان کر دو۔ دوسرے دن صبح کے وقت جلسہ گاہ پہونچے علماء کرام کا اجتماع تھا ان میں ایک صاحب دل فقیر کا کیمپ بھی لگا۔ جلسہ کی رونق اور بہار سبھی کے دم قدم سے دوبالا ہوگئی صدہا آدمی شرف بیعت سے سرفراز ہوئے علماء کی تبلیغ تین دن ہوتی رہی لیکن خرقہ پوش کی ایک نظر جو کام کر گئی وہ کسی سے نہ ہو سکا۔ ع

الٰہی سحر ہے پیران خرقہ پوش میں کیا
کہ ایک نظر سے جوانوں کو رام کرتے ہیں

انتخابات کے زمانے میں جبکہ علمائے کرام و مشائخ کے بدنام کنندگان سرخ و سفید کے عوض خرید لئے جاتے تھے۔ وہاں یہ کوہ گراں انسان حوادث زمانہ سے بے خبر اپنے اصولوں پر قائم رہا۔ یہانتک کہ ایوان اسمبلی میں بعض وزراء کو اقرار کرنا پڑا کہ فقط ایک ہستی کے سوا۔ سندھ کے علماء و مشائخ ایک ہی جنبش ابرو میں خریدے جا سکتے ہیں۔

الیکشن کے زمانے میں ضلع جیکب آباد سے سردار شیر محمد خاں بجارانی مرحوم آپکی خدمت حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں قومی اسمبلی کا امیدوار ہوں جیکب آباد میں آپ کے مریدین کی اکثریت ہے لہذا وہاں تشریف لے چلیں اور جماعت کو حکم دیں کہ مجھے کامیاب کرے آپ خان مذکور کی استدعا نہ ٹھکرا سکے اور جیکب آباد تشریف لے گئے جب اس کے بنگلے پر پہنچے اس نے تین ہزار روپیہ پیش کرتے ہوئے۔ عرض کیا کہ لنگر کے مصارف بہت زیادہ ہیں اسے لنگر میں خرچ کریں اور جماعت کو حکم دیں کہ ووٹ مجھے دے۔ آپ نے یہ پیش کش ٹھکرا دی اور اسٹیشن پر پہنچے۔ گاڑی میں سوار ہو کر درگاہ واپس آگئے۔ فرمایا کہ خان مجھے دام دولت میں پھنسا کر اپنا الو سیدھا کرنا چاہتا تھا لیکن ؎

بروایں دام برمرغ دگر نہ

کہ عنقا را بلند است آشیانہ

اس فریب میں یہ شاہباز ولایت کب آنے والا تھا ؎

شکار مردہ سزاوار شاہباز نہیں

حافظ غلام محمد کہل کی دعوت کے موقع پر فقیر جمال دین خالطی کو وجد ہوا کڑاکے کی سردی تھی عشاء کو وجد ہوا تو تا سحر ہوش نہ آیا صبح کی نماز پڑھ کر آپ مسجد سے نکلے تو فقیر مذکور نا ہنوز ہائے ہائے کر رہا تھا۔ سردی کی طویل رات بغیر کسی کپڑے کے گزر گئی لیکن عشق کا جوش جوں کا توں قائم رہا ؎

عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالب کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

آپ نے فرمایا میاں صاحب بعض مولوی نما لوگ. جو اس کوچے سے ناواقف ہوتے ہیں کہا کرتے ہیں کہ وجد ایک تصنع اور بناوٹ ہے جو فقیروں نے عوام کو پھنسانے کیلئے اختیار کر رکھا ہے کیا بناوٹ اور تصنع کرنے والا انسان ایسی سردی میں (جبکہ لوگ مکانوں میں لحاف اوڑھے دبکے بیٹھے ہوں اور پھر بھی سردی محسوس کر رہے ہوں) کپڑوں کے بغیر رات بسر کرسکتا ہے. جس شخص نے محبوب کے ہجر میں پیش آنے والے مصائب و آلام کی ادنیٰ تکلیف کو بھی برداشت نہ کیا ہو. وہ ایک ایسے شخص کے ساتھ کب برابری کرسکتا ہے. جو کسی کی آس میں فراق کی سختیاں جھیل سکتا ہے. جو کانٹوں کی سیج پر پہلو بدلنا بھی نہیں جانتا.

افمن کان مومنا کمن کان فاسقا لا یستوون۔

کیا صوفی و ملا کو خبر میرے جنوں کی
ان کا سر دامن بھی ابھی چاک نہیں

عشق رسول کے حسین نظارے

شرق اردن اور فلسطین کے سفراء سرکاری دورے پر ملتان آئے ہوئے تھے ان دنوں مدرسہ انوار العلوم کا سالانہ جلسہ ہو رہا تھا. حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی دامت برکاتہم العالیہ مہتمم مدرسہ انوار العلوم نے انہیں جلسہ میں شرکت کی دعوت دی. انہوں نے بطیب خاطر منظور کر لی. اجلاس کے وقت کمشنر صاحب ان کو لیکر جلسہ گاہ پہنچ گئے. ان حضرات کیلئے اسٹیج پر کرسیاں لگائی گئیں جبکہ باقی تمام علماء و مشائخ اسٹیج کے فرش پر تشریف فرما تھے, ہمارے حضرت بھی فرش ہی پر جلوہ افروز تھے ہم نے دیکھا کہ بہتوں کو انکا کرسیوں پر بیٹھنا ناگوار گزرا یہاں تک کہ حضرت مولانا ابو الحسنات صاحب مرحوم صدر جمعیۃ العلماء پاکستان اٹھ کر چلے گئے نیچے اوپر کا فرق نہ دیکھ سکے ـــ مگر آپ بالکل اسی شان سے جلوہ افروز رہے جس طرح پہلے تھے. مہمان سفراء نے شان رسالت پر عربی میں تقریریں کیں. نشست کے اختتام پر آپ نے

مجھے فرمایا میاں صاحب! اگر ان علمائے نسبت وطن کو ملحوظ رکھ لیا ہوتا تو ناگواری محسوس نہ کرتے صرف اتنا خیال کر لیتے کہ یہ لوگ دیارِ عرب سے آئے ہوئے ہیں۔ نسبت کا یہ رشتہ ان کا دامن تھام لیتا، لیکن افسوس کہ اس تعلق پر ان کی نگاہ نہ پڑی۔ مجھے اس وقت نیچے بیٹھنے پر جو کیف و سرور نصیب ہوا وہ الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتا۔

مرا عہدیست باجاناں کہ تا جاں در بدن دارم
ہوا داران کویش را چو جان خویشتن دارم

جونہی شان رسالت علی صاحبہا التحیۃ والسلام پر کسی عالم دین کی تقریر شروع ہوتی آپکی آنکھوں سے قطرات اشک جاری ہو جاتے کیا مجال کہ ہیئت نشست بدلنے پائے بڑے بڑے مشائخ کو ایسی محفلوں میں پہلو بدلتے اور ایک حالت سے دوسری حالت میں پلٹتے دیکھا لیکن عشق رسول کا یہ منظر کسی جگہ دیکھنے میں نہ آیا۔ یہاں رعب انسان اپنی پر وقار وضع میں بیٹھا ہے نہ آرام کا خیال نہ تکیہ کی ضرورت آنکھوں میں ساون بھادوں کا سماں، اپنی مستی میں دنیا وما فیہا سے بے خبر، ہر نگاہ اس کے چہرہ پر پڑ کر آنسوؤں کے مد وجزر کا مطالعہ کر رہی ہے اور وہ اپنی دُھن میں کسی سے لو لگائے حاضرین جلسہ کو ایک نئی دنیا سے روشناس کرا رہا ہے۔

مدرسہ انوار العلوم کے جلسے میں چندے کا اعلان ہوتا ہے اہل سنت کا عظیم دار العلوم، طلبائے علم دین کی خدمت پھر دست سوال کرنے والا مولانا ابو الحقائق عبد الغفور ہزاروی جیسا خوش بیان مقرر، امرا، علما، مشائخ اپنی اپنی بساط کے موافق چندے میں حصہ لینے لگے۔ کوئی سو کوئی دو سو کوئی پانچ سو تک پہنچ رہا ہے نمود و نمائش سے کوسوں دور اس شخصیت نے مجھے صرف ایک روپیہ دینے کو کہا۔ میں نے تعجب اور حیرانگی کے عالم میں ایک روپیہ مولوی صاحب کے ہاتھ میں تھما دیا۔ ساتھ ہی حضرت صاحب کے ایک روپے کا اعلان بھی

ہو گیا۔ تعجب آمیز نگاہیں حضور کے چہرے پر پڑ رہی ہیں اور آپ اس اطمینان سے تشریف رکھتے ہیں جیسے اس خفت آمیز واقعہ کا کوئی اثر نہیں

صفائی باطن

تین شبانہ روز کے بعد جلسہ ختم ہوا آپنے حضرت علامہ کاظمی صاحب دامت برکاتہم العالی سے اجازت چاہی اور مدرسے کیلئے ایک ہزار روپیہ لینے کا حکم فرمایا وہ جلوت تھی اور یہ خلوت' وہ ظاہر تھا اور یہ باطن باطن ظاہر سے زیادہ اجلا اور صاف لیکن ظاہر اپنے اندر کس قدر جاذبیت لئے ہوئے تھا۔ الفاظ کی محدود دنیا اس واقعے کی رنگینیوں اور لطافتوں کو اپنے اندر سمو لینے کی طاقت نہیں رکھتی لسان النطق عنہ اخرس ..یہاں بچشم بصیرت وا کرنا پڑتی ہے تب جا کر رازہائے درون پردہ کھلتے ہیں۔

راز درون پردہ ز رنداں مست پرس
کیں حال نیست صوفی عالی مقام را

بزرگان متقدمین کے ادب کے واقعات کو آج کا مادہ پرست انسان افسانہ پر محمول کرتا ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ واقعہ ہم نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ ایک دفعہ حدیث کے سبق کے دوران ستر دفعہ اٹھے اور بیٹھے طلبائ نے استفسار کیا تو فرمایا کہ سادات کا بچہ کھیلتا کھیلتا دروازے کے سامنے آتا ہے تو اٹھ کھڑا ہوتا ہوں۔ جب دروازے سے ہٹ جاتا ہے بیٹھ جاتا ہوں، طبیعت گوارا نہیں کرتی کہ نسل پاک نبوت کا بچہ کھڑا ہو اور میں بیٹھا رہوں۔ حالانکہ ؎

آل النبی ذریعتی
وھم الیہ وسیلتی
ارجو بھم اعطی غداً
بید الیمین صحیفتی

ایک دفعہ میری تین چار سالہ بچی جب کھیلتی کھیلتی حضور کے مکان کے سامنے آجاتی آپ چائے کی پیالی رکھ کر فوراً اٹھ کھڑے ہوتے جب وہ ہٹ جاتی پھر بیٹھ جاتے ایک مخدرہ مستورہ نے آپ کے قیام دقعود کے سبب کو سمجھ کر بچی کو وہاں سے ہٹا دیا اور آپکا سلسلۂ نشست و برخاست ختم ہوا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ کتابوں میں پڑھا اور یہاں اپنی آنکھوں سے دیکھا شنیدہ اور دیدہ کا فرق اٹھ گیا ذات نبوت سے جو چیز منسوب ہو اس منسوب کی محبت وعظمت منسوب الیہ کی محبت وعظمت ہوا کرتی ہے۔ نگاہ فقر نے منسوب الیہ کا جلوہ دیکھا اور اپنے مقام کی عظمت کا سکہ دلوں میں بٹھا دیا۔ ؎

علم کی حد سے حد پرے بندۂ مومن کیلئے
لذت شوق بھی ہے نعمت دیدار بھی ہے

ایک دفعہ غرور علم میں سرشار ایک مولوی صاحب آپکی مجلس میں بیٹھے تھے اتنے میں آذاں ہوئی حضرت نے اور باقی تمام حاضرین نے شہادت ثانیہ میں آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک پر انگوٹھے چومے۔ مولوی صاحب نشۂ علم میں مست بیٹھے رہے اور انگوٹھے چومنے سے احتراز کیا۔ آذان کے بعد آپ نے فرمایا مولوی صاحب آپکا والد جماعت ہذا کا فرد تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اقدس پر انگوٹھوں کو چوما کرتا تھا۔ آپ نے اس عمل کو جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سنت ہے کیوں ترک کیا ہے حالانکہ فرمان نبوی ہے۔ علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین۔ مولوی صاحب نے کہا یہ عمل عقلاً ونقلاً باطل ہے۔ آپ نے فرمایا عقلاً کیسے باطل ہے تعبدی امور آور کون سے عقل کے مطابق ہیں نماز میں قہقہہ لگانا نماز اور وضو دونوں کیلئے مفسد ہے لیکن گالیاں دینا جو قہقہہ سے زیادہ گناہ ہے مفسد صلوٰۃ ہے مفسد وضو نہیں۔ فرمایئے کیوں۔

مسواک بقدر ایک شبر مسنون ہے اگر شبر سے کم ہو تو منہ صاف نہیں کرتا؟ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ نے کیا پتے کی بات فرمائی ہے۔ لو کان

الدین بالرائ لکان اسفل الخفین اولی بالمسح ۔ یعنی اگر دین کا مدار صرف عقل پر ہوتا تو موزوں کا نچلا حصہ مسح کے زیادہ مناسب تھا حالانکہ شریعت نے اوپر مسح کا حکم دیا ہے ۔ باقی رہا نقلاً تو وہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں اور ضعیف حدیث فضائل اعمال میں محدثین کے نزدیک مقبول ہے ۔ مولوی صاحب نے بغلیں جھانکنا شروع کیں اور پھر کچھ نہ بولے ۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا نسبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا فقدان ہے ورنہ عشق و محبت کے مسائل کتابوں سے نہیں پوچھے جاتے ۔ استفت قلبك ولو افتاك المفتون ۔ ؎

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے غزوۂ تبوک کے موقعہ پر سارا اثاث البیت لا کر سرکار کے قدموں میں ڈال دیا تھا ۔ بچوں کیلئے کچھ بھی نہ رکھا ۔ یہ مسئلہ انہیں کس نے بتلایا تھا ۔ یہ حضرت عشق کا فتویٰ تھا (مولوی صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے) ورنہ آپ کے فتویٰ کی رو سے انکا یہ فعل درست نہ تھا اہل و عیال کیلئے کچھ بھی نہ رکھنا سارا مال راہ خدا میں دیدینا کس قانون میں درست ہے درحقیقت اس کا منشاء عشق رسول تھا ۔ ؎

اگر ہو عشق تو ہے کفر بھی مسلمانی
نہ ہو تو مرد مسلماں بھی کافر و زندیق

میں نے مولوی صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ۔ ؎

حدیث دل کسی درویش بے گلیم سے پوچھ
خدا کرے تجھے تیرے مقام سے آگاہ
گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے ترا
کہاں سے آئے صدائے لا الٰہ الا اللہ

بارہ ربیع الاول یعنی میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر بہت اہتمام فرماتے۔ والد ماجد حضرت شیخ ثانی قدس سرہٗ کو مع جماعت دعوت کر کے اس موقع پر گھر لے جاتے قبل از طعام تمام جماعت کے ہاتھ خود دھلاتے خوبصورت ظروف میں قسم قسم کے طعام جماعت کو کھلاتے اور اس موقع پر انتہائی خوشی ومسرت کا اظہار فرماتے۔

الفتح الربانی حضور سیدنا غوث اعظم جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ حسنہ کا مجموعہ جنہیں آپ کے خلیفہ عفیف الدین ابن المبارک نے جمع کیا ہے وہ اکثر مجھ سے سنتے رہتے تھے۔ بعض دفعہ عشاء سے سحر تک سنتے رہتے، ایک دفعہ میں پڑھ رہا تھا ایک مقام پر حضور غوث الاعظم ارشاد فرماتے ہیں :-

یا غلام اجعلہ وزیرک ومعلمک ھو الحاکم بین الارواح المربی للمریدین جھبذ المرادین امیر الصالحین قسام الاحوال والمقامات لان الحق عزوجل فوض ذلک الیہ جعلہ امیر الکل الخلع اذا خرجت من عند الملک للجند انما تقسم علی ید امیرھم۔

اے غلام حضور علیہ السلام کو اپنا وزیر اور معلم بنا وہی عالم ارواح کے حاکم مریدوں کے مربی مراد والوں کی مراد نیکو کار، ون کے امیر احوال اور مقامات تقسیم کرنے والے ہیں کیونکہ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے ان کے حوالے کر دی ہیں۔ اللہ نے حضور کو کائنات کا امیر بنایا ہے بادشاہ جب لشکر کو خلعت عنایت کرتا ہے تو تقسیم ان کا امیر ہی کرتا ہے۔

میں نے دیکھا کہ آپ نے اچانک جھرجھری لی چہرے کا رنگ متغیر ہوگیا اور گریہ شروع ہوگیا لیکن ایسا کہ ختم ہونا اختیار سے باہر ہوگیا۔ رات دن آنکھوں سے موتی ڈھلک رہے ہیں شب و روز کے معمولات میں فرق آگیا ہے۔ کھانا پینا، بولنا کم ہوگیا۔ مسلسل روزے شروع کر دیئے اور رات کو نوافل کا باقاعدہ اہتمام، یہ بے خودی کی حالت کئی دن تک قائم رہی۔

مدینہ شریف کی حاضری کے بے حد مشتاق تھے لیکن چاہتے تھے کہ گدایانہ طور پر کس مپرسی کی حالت میں آقا کے دربار پر حاضری دوں۔ بھیگی پلکوں سے اس سفر کی خواہش ظاہر فرماتے ہوئے کہتے کہ طیبہ کے در و دیوار اور گلیاں اس حال میں دیکھوں کہ ساتھ کوئی نہ ہو اور لوگوں کیلئے جو چیز پسند و انتخاب کا سبب ٹھیرتی ہے وہی آپ کے لئے ترک کی علت بن گئی ؎

در کوئے ما شکستہ دلی می فرند و بس
بازار خود فروشی ازاں سوئے دیگر است

آخر یہ جذبہ رنگ لایا ایک دن علی الصبح رقبے پر چلے گئے وہاں سے اکیلے اسٹیشن پہنچے گھوڑی کو ٹیلیفون کے کھمبے سے باندھ دیا اور گاڑی میں سوار ہوگئے جماعت کو فوراً ہی علم ہوگیا۔ فقرا دیوانہ وار تلاش کرنے کیلئے نکل پڑے اس وقت جماعت کی پریشانی کا عالم یہ تھا ؎

حال ما در ہجر حضرت کمتر از یعقوب نیست
او پسر گم کردہ بود و ما پدر گم کردہ ایم

آپ سیدھے کراچی پہونچے تاکہ فوری طور پر آگے روانگی کا انتظام کریں اور کسی کو علم نہ ہو۔ دریں اثنا آپ نے اپنی ہیئت بھی تبدیل کرنے کی کوشش کی اس عرصے میں جماعت کے فقرا بھی کراچی پہونچ چکے تھے۔ آخر ایک طالبعلم نے دامن اقدس پکڑ لیا اور بہ زبان حال کہا: ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من انداز قدت را می شناسم

اب جماعت کے کافی فقرا پہنچ چکے تھے سب نے رو رو کر عرض کیا کہ اگر آپ جانا چاہتے ہیں تو ہمیں بھی ساتھ لے چلیئے۔ ہم آپ کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ابھی یہ جذبہ ٹھنڈا نہیں ہوا تھا دوسرے دن پھر کراچی کی ایک گلی میں روپوش ہوگئے شہر سے باہر جانے والی بس میں سوار ہوکر ساحل

ساحل سمندر کی ایک بستی میں پہنچے اور مسجد میں فروکش ہوگئے نماز کے وقت نمازیوں کے لئے پانی بھرنے لگے، لیکن نمازیوں نے اسی وقت پہچان لیا کہ شاہباز نے ضعیفہ کے گھر آشیانہ بنایا ہے۔ ؎

مرد آں باشد کہ باشد سر شناس
می شناسد شاہ را در ہر لباس

چند آدمیوں نے سلسلہ عالیہ قادریہ میں داخل ہونے کی استدعا کی اب باقاعدہ نماز مغرب کے بعد حلقۂ ذکر الٰہی شروع کیا۔ ؎

نہ بادہ ہے نہ صراحی نہ دور پیمانہ
فقط نگاہ سے رنگیں ہے بزم جانانہ

شاید ان لوگوں کو سلسلہ عالیہ میں داخل ہونا تھا اس لئے قدرت کی طرف سے اس سفر کا انتظام ہوگیا۔ تیسرے دن جماعت تلاش کرتے کرتے وہاں پہنچ گئی اور آپکو واپس لائی۔ آپ نے دو دفعہ تن تنہا دیار عرب جانے کی کوشش فرمائی لیکن جب دیکھا کہ اس سفر میں تنہائی محال ہے تو خاموشی اختیار فرمائی۔

چوں دست ما بہ دامن وصلش نمی رسد
پائے طلب شکستہ بداماں نشستہ ایم

اب حالت یہ ہوگئی کہ مدینہ منورہ کا نام سن کر آنکھوں سے ایک سیلاب اُمنڈ پڑتا۔ حرتھمنے کا نام نہ لیتا۔ جماعت کے کئی فقراء ہر سال حج کو جاتے وہاں طواف کعبہ، میں، منیٰ یا عرفات میں آپکو دیکھ متعجب آنے کی کوشش کرتے مگر پھر وہ صورت غائب ہو جاتی اس روایت کے راوی ایک دو نہیں بلکہ یہ روایت حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہے۔ عالم ظاہر نہ سہی عالم باطن اس تکیل کا ذریعہ بنگیا۔ کیا خوب فرمایا اعلحضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ؎

اے شوق دل یہ سجدہ گر انکو روا نہیں   اچھا وہ سجدہ کیجئے کہ سر کو خبر نہ ہو۔

ایک جلسے میں تقریر کے دوران ایک مولوی صاحب نے فرمایا کہ "بعض جہلا کا کہنا ہے کہ معراج کی رات حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے دوش مبارک پر سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک رکھے۔ اس طرح حضور علیہ السلام عرش پر پہنچے۔ گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش پر پہنچانے والے حضرت غوث اعظم ہیں یہ نبوت کی تنقیص ہے اور غلط واقعہ ہے" تقریر کے بعد آپ نے مولوی صاحب کو بلایا۔ اور فرمایا کہ اگر اس واقعے کو یوں بیان کیا جائے تو تنقیص بھی لازم نہیں آتی اور شان غوثیت بھی چمک جاتی ہے کہ شب معراج آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غوث اعظم شاہ جیلاں قدس سرہ کے کاندھے کو اپنے نورانی قدموں سے مشرف فرمایا اور یہ وہ شرف ہے جو اولیاء کرام میں سے صرف غوث اعظمؒ کے حصے میں آیا ہے۔ ؎

جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعل پاک حضور
تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

اسی وجہ سے حضور غوث اعظم کی زبان درفشاں سے نکلا قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ. جب آپکے کاندھوں نے نوری قدموں کو چھو لیا تو ہر ولی کے کاندھوں نے آپ کے قدموں کو اپنے اوپر رکھنے میں فخر سمجھا اور اپنی ولایت پر مہر تصدیق ثبت کرائی۔

ایسے مصلے جن پر گنبد خضرا کا نقشہ ہوتا ہے ان پر کبھی نماز نہ پڑھتے۔ کئی علماء و مشائخ کو ایسے مصلوں پر بیٹھتے اور انکو روندتے دیکھا ہے لیکن عشق رسول کا جو روح پرور نظارہ یہاں دیکھنے میں آیا کہیں نہیں دیکھا۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے جبے مبارک کی زیارت مسجد میں خود کراتے اور اس حال میں کہ جبہ مبارک کی صندوق کو بھی ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ کر مس کرتے گویا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منسوب اشیاء کو قرآن کریم کا درجہ دیتے۔ لا یمسہ الا المطھرون ایک تو شرعی مسئلہ

ہے کہ قرآن کو بغیر وضو ہاتھ لگانا جائز نہیں دوسرا طریقت کا ادب ہے کہ وضو کے ہوتے ہوئے بھی قرآن یا صاحب قرآن کے مستعملہ پارچہ جات کو ہاتھ لگانے کیلئے پہلے کپڑا لپیٹنا چاہئے۔

حضور شیخ اعظم بانی بھرچونڈی شریف قدس سرہٗ کا معمول تھا کہ ربیع الاوّل شریف کا پورا مہینہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منایا کرتے تھے۔ جماعت کیلئے بہترین طعام کا انتظام فرماتے اور قبل از طعام و بعد از طعام تمام لوگوں کے خود ہاتھ دھلواتے حضور شیخ ثانی قدس سرہٗ نے بھی اس معمول میں فرق نہ آنے دیا۔ اسی طرح حضرت شیخ ثالث بھی اس طریقہ پر سختی سے کاربند رہے۔ صاحبزادے چلمچی ہاتھ میں لیتے آپ لوٹا پانی کا اٹھاتے اور ہاتھ دھلاتے بعض اوقات جماعت کی تعداد ہزاروں تک پہنچ جاتی لیکن اس معمول کو جو ورثے میں ملا تھا جان سے زیادہ عزیز رکھتے۔ ؎

ازاں بدیر مغانم عزیزی دارند
کہ آتشیکہ نمیرد ہمیشہ در دل ماست

ایک دفعہ غار ثور میں حضور علیہ السلام کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کی رفاقت کا ذکر چل پڑا۔ اس پر آپ نے فرمایا یہ مقام صدیقیت کی تکمیل تھی قدرت نے صدیق کو خلوت میں محبوب کے دیکھنے کا موقع فراہم کر دیا حضرت صدیق کو یہ مقام ایسے وقت میں بخشا گیا جبکہ کوئی اور نگاہ محبوب کے جمال جہاں آرا کی تماشائی نہ تھی، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھی منزل صہبا میں بارگاہ نبوت سے یہ مقام ملا گویا جن مراتب کی تکمیل حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہٗ نے سہ شبانہ روز میں فرمائی شیر خدا کو وہ مقام منٹوں میں عطا فرما دیا گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ نے مال و متاع کی قربانی پیش کرکے یہ مقام حاصل کیا اور حضرت شیر خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہٗ نے صلوٰۃ وسطیٰ قربان کرکے یہ مقام مدارج صدیقیت میں سے ہے۔ اسی لئے حضرت اللہ

الغالب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہ نے فرمایا ہے۔ انا الصدیق الاکبر

حضرت شیر خدا بہ سبب نسبت رشتہ بجناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم جلد ہی اس مقام پر پہنچے جس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رسائی ہوئی۔

ایک سفر کے موقع پر کسی نے سنگترے پیش کئے۔ آپ نے مجھے دیکھا تو ایک سنگترہ میری طرف پھینکا اور فرمایا مغفور غفر اللہ ما تقدم من ذنبک و ما تاخر دوسرا پھینکا تو یہی دعا فرمائی تیسرا پھینکا تو یہی ارشاد فرمایا میں آمین آمین کرتا رہا۔ مولانا روم نے اپنے پیر مغاں شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہما کو نئے قرار دیکر اسکی فریاد و فغاں کو نائے سے منسوب کیا ہے نے جب لب دمساز سے مس ہوتا ہے تو اسکی نغمہ آرائی فی الحقیقت از دم نائی ہوا کرتی ہے مجھ جیسے سراپا عصیاں و خطا کیلئے اس آواز میں جو نئے سے نکلی اور لب دم ساز نے نکلوائی بہت ہی امیدیں وابستہ ہیں۔ یہی توشۂ آخرت، یہی زاد تقویٰ اور سرمایۂ عمل ہے ؎

نے کہ ہر دم نغمہ آرائی کند
فی الحقیقت از دم نائی کند

ورنہ اپنا تو یہ حال ہے۔ ؎

تمہیں کو لاج ہے آقا کہ زندگی بھر میں
گنہ سے بچ نہ سکا بے گنہ رہا نہ گیا

آپ کا ادب اور تواضع

ادب اور تواضع آپکی سیرت میں نمایاں باب کی حیثیت رکھتے ہیں جس خاندان کے ساتھ آپ کے خاندان کو نسبت بیعت حاصل ہے اس کے افراد کے ساتھ نہایت ادب کے ساتھ پیش آتے یہاں تک کہ اس کے ساتھ برابر بھی کبھی نہ بیٹھتے اگر ان میں سے کوئی صاحب اٹھتا تو فوراً جوتیاں سیدھی کرتے۔ ایک دفعہ حضرت پیر پگارہ صاحب

دامت برکاتہم العالیہ بھرچونڈی شریف لائے مسجد میں تشریف لے گئے تو پیر صاحب کے بوٹ آپ نے خود اٹھا لیئے ایک فقیر نے لینا چاہے تو آپ نے فرمایا کہ اس کے اٹھانے کا حق میرا ہے[1]

بستی مولویاں ضلع رحیمیار خاں میں مولوی جان محمد صاحب مرحوم کے ہاں چند دن تعلیم پائی تھی ایک دفعہ مولوی صاحب بیمار ہوئے تو علاج کے لئے سکھر جاتے ہوئے بھرچونڈی شریف بھی دعا کی خاطر تشریف لائے آپکو مولوی صاحب کی آمد کی اطلاع ملی تو جوتا پہننا بھول گئے فوراً مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے نہایت تواضع اور ادب سے ملے۔

سراج الفقہا حضرت مولانا سراج احمدؒ صاحب دامت برکاتہم جو آپ کے استاد ہیں کو آپنے بھرچونڈی شریف میں اقامت کیلئے مجبور کرکے راضی کر لیا، لیکن حضرت مولانا کیلئے کوئی مشاہرہ مقرر نہ فرمایا کیونکہ اس میں اہانت کا ایک پہلو ہے بعض اوقات لنگر سے دو دو ماہ کچھ نہ ملتا اور بعض دفعہ اکٹھا ہی مل جاتا۔

حضرت مولانا موصوف نے ایک واقعہ سنایا کہ ایک دفعہ آپ سفر پر تھے میں نے اطلاع بھجوائی کہ مجھے بعض خانگی مجبوریوں کی بنا پر گھر جانا ہے۔ اجازت فرمائی جائے۔ آپ نے جواباً کہلوا بھیجا کہ میں اسی طرح آپ کا شاگرد ہوں جس طرح پہلے تھا ہمارا فرض ہے کہ آپ سے اجازت لیں آپکا یہ منصب نہیں جس وقت

---

[1] اس موقعہ پر یہ واقعہ ذکر کرنا انتہائی مناسب ہے جو کہ مجھے استاد گرامی متکلم وقت حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ بہاولپور نے سنایا۔ وہ یہ کہ سندھ میں جندوڈیرو کے مقام پر چند متنازعہ مسائل پر مناظرہ طے ہوا۔ حضرت صاحب کو علمی مباحثوں مناظروں سے بہت دلچسپی رہتی تھی اس کا مقصد صرف اعلاء کلمۃ الحق ہوتا تھا۔ چنانچہ عام طور پر حضرت استاد علامہ کاظمی

چاہیں آپ تشریف لے جائیں اگر ضروریات کے لئے کوئی چیز درکار ہو تو فلاں آدمی سے لیجائیں۔

نہد شاخ پر میوہ سر بر زمیں

سادہ کاغذ کا اتنا ادب فرماتے کہ زمین پر پڑا ہوا نہ دیکھ سکتے خود اٹھا کر دیوار کی دراز میں دبا دیتے ایک دفعہ فقیر فتح محمدؐ خادم خاص بازار سے نئے سلیپر کاغذ میں لپیٹ کر لایا۔ جونہی نگاہ پڑی ایک تھپیڑ رسید کیا اور فرمایا تمہیں شرم نہیں آتی سلیپر کاغذ میں لپیٹ کر لائے ہو۔ جس پلنگ پوش پر کوئی شعر وغیرہ کڑھا ہوا ہوتا اس پر کبھی نہ سوتے۔

علماؑ و مشائخ متقدمین رحمہم اللہ کا ذکر نہایت تعظیم سے فرماتے اگر کبھی کسی سے کوئی گستاخانہ جملہ سنتے تو سارا سارا دن بیقرار رہتے آذان میں آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے نام اقدس پر انگوٹھے چومنا ادب اور محبت کا قرین سمجھتے۔ اور اسے عشق رسول کی علامت قرار دیتے۔ اس زمانے کے بعض علما اسکو بدعت قرار دے کر اس پر ناک بھوں چڑھاتے ہیں حالانکہ فقہاکرام مثلاً علامہ ابن عابدین شامی صاحب خلاصۃ الفتاوی اور مخدوم محمد ہاشم ٹتوی نے بتصریح لکھا ہے کہ اسکی مداومت کرنے والے کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہوگی۔ اس مسئلہ کی خاطر فرقہ بندی جیسے گناہ کو گوارا کر لیا گیا ہے۔

صاحب دامت برکاتہم کو لیکر حضرت صاحب خود مختلف مقامات پر تشریف لے جاتے اور تقریریں کراتے تھے۔ اس موقع پر اہل سنت کی طرف سے اصل محرک حضرت صاحب قبلہ اور علماؑ میں حضرت استاد مذکور اور جانب مخالف سے کئی علماؑ کے علاوہ پیر صاحب جھنڈا تھے جو کہ حضرت پیر پاگارہ کے خاندان میں سے ہیں باوجود مسلک کے شدید اختلاف کے اپنی نسبت کے احترام کے پیش نظر بقول حضرت متکلم وقت، حضرت صاحب پیر

چاندی کے برتنوں میں کھانے سے انکار

سردار وادن خاں لنڈ کی دعوت پر چاندی کے برتنوں میں کھانا آیا، آپ نے کھانے سے انکار کر دیا جب کھانا دوسرے برتنوں میں منتقل کیا گیا تو آپ نے تناول فرمایا۔

حکومت برطانیہ کے زمانہ میں شملہ کی سیر پر تشریف لے گئے، وہاں پہاڑ کے پرپیچ اور صعودی رستوں کو طے کرنے کے لئے سواری کام نہیں دیتی مزدور اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ آپ جب وہاں پہنچے تو مزدور بھاگ بھاگ کر پیش ہونے لگے اس پر آپ نے فرمایا حضرت انسان پر سوار ہونا شرعاً ممنوع اور انسانی شرافت و عظمت کے خلاف ہے اس لئے میں سوار نہیں ہوتا۔ آپ نے پیدل چل کر مسافت طے کی ۔

آدمیت احترام آدمی
باخبر شو از مقام آدمی

کوئی ملنے والا آتا تو آپ جس حالت میں ہوتے ملاقات کیلئے تشریف لے آتے، ایک دفعہ خان بہادر محمد ایوب کھوڑو (سابق وزیر اعظم سندھ) الیکشن میں امداد کیلئے حاضر ہوئے۔ آپ اسوقت معماروں کے ساتھ دیوار چن رہے تھے آپکو اطلاع دی گئی ارشاد فرمایا خانصاحب کو ادھر لے آؤ۔ جونہی کہ خانصاحب آئے آپ نے خاک آلودہ ہاتھوں سے مصافحہ کیا وہیں پر خاں صاحب کو بٹھا دیا گیا کام بھی ہوتا رہا اور خانصاحب سے باتیں بھی بہبودی مخلوق اور قوم سے وفاداری کی شرائط پر آپ نے امداد کا وعدہ فرمایا بعد ازاں چائے پی کر رخصت ہوگئے

جھنڈا کے سامنے زمین پر بیٹھے تھے اور ان کے سامنے اونچی یا تیز گفتگو سے نہایت احتراز فرمانے کے ساتھ دوسروں کو بھی روکتے تھے۔

سید محمد فاروق غفرلہ

سالن جب بہت اچھا پکا ہوتا تو اس میں تھوڑا سا پانی ملا لیتے عذر فرماتے کہ اس میں مرچیں زیادہ ہیں حالانکہ اس کا مقصد مخالفت نفس کے سوا کچھ نہ ہوتا تھا۔

گھڑی بجائے کلائی پر باندھنے کے کہنی سے اوپر باندھتے' اور ارشاد فرماتے کہ مقصد تو وقت شناسی ہے وہ کہنی سے اوپر باندھنے سے پورا ہو جاتا ہے۔ کلائی پر باندھنے میں یہ تکلیف ہے کہ وضو کے وقت پانچ دفعہ اتارنا پھر باندھنا ہے

ازاں کہ پیروی خلق گمرہی آرد
نمی رویم براہے کہ کارواں رفتہ است

ایک دفعہ سکھر میں کانگریس کا جلسہ ہوا۔ سندھ میں ابھی تک مسلم لیگ کا تعارف نہیں ہوا تھا آپکو جلسے میں مدعو کیا گیا۔ تشریف لے گئے میں بھی ساتھ تھا' دوپہر کو خصوصی میٹنگ میں شرکت فرمائی جس وقت آپ میٹنگ میں پہنچے مجلس کا نقشہ یہ تھا مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ وسط مجلس میں بول رہے تھے مولوی حبیب الرحمٰن لدھیانوی کعبے کی طرف پاؤں دراز کئے لیٹے ہوئے تھے ہے

خلاف شرع میرا شیخ تھوکتا ہی نہیں
مگر اندھیرے اجالے میں چوکتا بھی نہیں

آپ نے جونہی نظر اٹھائی ٹھٹکے۔ مجلس میں بیٹھتے ہی فرمایا مولانا اس سمت مسلمانوں کا کعبہ ہے اس طرف پاؤں دراز کرنا نہ صرف نخ بلکہ شقاوت اور محرومی کا باعث ہے مولوی صاحب کھسیانہ ہوکر اٹھے اور کہا آپ جیسے تنگ نظر صوفیوں اور پیروں نے دین کو تنگ کر دیا ہے۔ تھوڑی دیر بعد مجلس سے اٹھ کر چلے آئے ایسے امور جن میں بے ادبی ہوتی ہرگز برداشت نہیں کر سکتے تھے راستے میں غم و غصے کی وجہ سے کچھ نہ بولے قیام گاہ پر پہنچے تو فرمایا یہ لوگ

جب خدا کے گھر کی بے ادبی سے نہیں رکتے تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی سے کب چوکتے ہوں گے۔ پھر کانگریس کے جلسے پر کبھی تشریف نہ لے گئے، ایک دفعہ میں نے اکبرالہ آبادی کا یہ شعر سنایا تو بہت خوش ہوئے۔ ؎

کانگریس کے مولوی کو کیا پوچھتے ہو کیا ہے
گاندھی کی پالیسی کا عربی میں ترجمہ ہے

عادت کریمہ تھی کہ اگر کوئی کہتا کہ میں آپ کا مرید ہوں آپ فوراً فرماتے تم ہمارے دوست ہو۔ ضلع رحیمیار خاں میں مئو مبارک ایک قصبہ ہے اس کے بانی حضرت مخدوم حمیدالدین حاکم رحمۃ اللہ علیہ تھے جو حضرت غوث بہاؤالحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے تھے مخدوم صاحب نے بھی حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کی طرح اپنی سلطنت قربان کرکے فقر کی گدڑی خریدی۔ آپ کی اولاد میں مخدوم محمد بخش صاحب جو سرائیکی زبان کے بہت اچھے شاعر بھی تھے۔ حضرت صاحب سے گاڑی میں ملے مخدوم صاحب گفتگو کے دوران شاعرانہ زبان میں اپنے خاندان کی حشمت و شوکت و کثرت تعداد مریدین بیان فرماتے رہے۔ آپ خاموشی سے سنتے رہے بعد ازاں مخدوم صاحب نے آپ سے سفر کی غایت پوچھی آپ نے فرمایا کہ مئو مبارک کے قریب ہمارا ایک دوست رہتا ہے اس کی دعوت پر

تحریک پاکستان کے سلسلے میں کانگریسی علماء نے جس طرز عمل کا مظاہرہ کیا اسے ہر شخص جانتا ہے۔ افسوس ہے کہ علماء کا یہی نام نہاد گروپ قیام پاکستان کے بعد بھی اپنی پرانی روش کے مطابق سوشلزم کی آڑ لیکر ایک نئے فتنے کی بنیاد رکھ رہا ہے۔ کاش یہ لوگ کسی ایک جماعت کی مخالفت میں اسی قدر انتہا پسندانہ نقطۂ نظر اختیار نہ کرتے جس نے عقل و خرد کی ساری راہیں مسدود کر دی ہیں۔ سید محمد فاروق

جا رہے ہیں۔ مخدوم صاحب پر اس جملے کا اتنا اثر ہوا کہ اپنی ساری لفاظی بھول گئے۔ آپ جس وقت ملک اللہ بخش مرحوم کی دعوت پر پہنچے تو اس کے ذریعے آپ نے شہد کی ایک بوتل تحفتہً مخدوم صاحب کے پاس بھجوائی۔ مخدوم صاحب بہت خوش ہوئے اور ملک اللہ بخش کو فرمایا کہ تمہارے پیر صاحب نے میری ساری شیخی کرکری کر دی، میں تو اپنے مریدوں کی کثرت پر ناز کرتا رہا لیکن اس نے ایک جملہ کہہ کر جس بات کی طرف مجھے توجہ دلائی وہ یہ تھی کہ مرید کو مرید کہنا غرور کا اظہار ہے۔ ع

تمیز آقا و بندہ فساد آدمیت ہے

میرا ایک دوست منشی عبدالغفور صاحب پٹواری مجھے ملنے کیلئے بھرچونڈی شریف آیا اس وقت میں حضرت کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک فقیر کے ذریعے منشی صاحب مذکور نے خدمت اقدس میں حاضری کی اجازت چاہی۔ فقیر نے آکر عرض کیا کہ ایک آدمی جو اپنے آپکو میاں صاحب (مولف) کا دوست بتلاتا ہے زیارت کے لئے حاضر ہونا چاہتا ہے آپ نے فرمایا ہمارے دوست کا دوست ہے جاؤ اسے لے آؤ منشی صاحب حاضر ہوا۔ اس کے ساتھ جس مہربانی و شفقت کا برتاؤ کیا گیا وہ آج تک اس کے دل میں باقی ہے اور اکثر اس کا تذکرہ کرتا ہے۔

بھرچونڈی شریف میں ایک ایسا فرقہ ظہور میں آرہا تھا جو اپنے آپکو مُر کہتا کوئی عالم یا بزرگ تشریف لاتے تو ان سے یہ لوگ بے ادبی سے پیش آتے حضرت صاحب کی مسند پر قدم رکھنے اور آپ کے گلاس میں پانی پینے والے کو زدو کوب کرنے سے نہیں چوکتے تھے۔ جہالت نے انہیں غلط راستے پر ڈالدیا وہ اسے عشق و محبت کا ایک مقام سمجھتے، جونہی کسی عالم نے مصلائے شیخ پر قدم رکھا انہیں مثلیت کا دھوکہ ہو جاتا اور وہ مرنے مارنے پر تیار ہو جاتے اس بارے میں انہیں بچوں کی سی ضد تھی جو اپنے کھلونے

کو کسی کا ہاتھ نہیں لگانے دیتے اسی طرح یہ گروہ یہ سمجھتا تھا کہ اگر کسی نے مسند شیخ پر قدم رکھا تو گویا اس نے مثلیت شیخ کا دعویٰ کیا۔ آپ نے اس فرقے کو بری طرح سختی سے دبا دیا چونکہ آپ شریعت کے سختی سے پابند تھے اس لئے شریعت کے مزاج کے خلاف معمولی بات گوارا نہ فرماتے تھے، اس فرقے کے لوگ ابھی تک موجود ہیں مگر ان میں کافی حد تک نرمی پیدا ہو گئی ہے، یہ لوگ اپنے نظریات میں اس قدر پختہ ہوتے تھے کہ اپنے مزعومات کے خلاف خود اپنے شیخ کا حکم بھی ماننے کیلئے تیار نہ ہوتے تھے۔

سفر مارواڑ میں ایک دعوت پر تشریف فرما ہیں گرمیوں کا موسم ہے مکان کی چھت پر پلنگ بچھایا گیا۔ مغرب کی نماز کے بعد آپ اوپر تشریف لے گئے اور پلنگ سے ٹیک لگا کر نیچے بیٹھ گئے دائم فقیر چارپائی کے پائنتی سے گزرنے لگا راستہ نہ پا کر چارپائی کو دھکیل کر گزرا چونکہ چارپائی سے آپ نے ٹیک لگائی ہوئی تھی اس لئے آپکو پشت پر خراش سی آگئی۔ آپ نے فرمایا دائم بے ادبی اسی کو کہتے ہیں جو تم سے صادر ہوئی۔ جو چیزیں کھول کر تم نہ ماننو وہ اتنی بے ادبی نہیں، تم نے بے ادبی کو ادب اور ادب کو بے ادبی سمجھ لیا۔

جماعت احیاء الاسلام کا قیام اور تعمیر پاکستان میں آپکا حصہ مسلمانوں کی بے حسی اور اسلام سے بیگانگی ہمیشہ آپکو بے چین رکھتی جب اس کا ذکر آتا تو تڑپ اٹھتے صوبائی وزراء اور ممبران اسمبلی کی نافرض شناسی پر گھنٹوں کڑھتے۔ الیکشن کے زمانے میں ہونے والے ممبر لچھے دار الفاظ میں وعدے کرتے کہ ہم یہ کریں گے وہ کریں گے۔ لیکن ایوان میں پہونچنے کے بعد سب مواعید غلط ثابت ہوتے مرع ؎

کہ از مغز دو صد خر فکر انسانی نمے آید

ان حالات سے متاثر ہو کر آپ نے ایک انجمن کا قیام ضروری سمجھا تا کہ منظم ہو کر ملکی بے چینیوں کا مقابلہ کیا جائے۔ چنانچہ صوبہ سندھ کے باخبر حضرات

کی ایک میٹنگ بلائی گئی۔ جس میں احیاء الاسلام کے نام سے ایک انجمن کا قیام عمل میں لایا گیا۔ باتفاق رائے حضرت صاحب کو صدر چنا گیا اور فقیر مؤلف کتاب کو نائب صدر خازن حافظ غلام قادر۔ جماعت کا منشور چھپوا لیا گیا۔ جس میں شرعی قوانین کے نفاذ پر تمام تر مساعی کا دارومدار تھا۔ چوری، ڈکیتی۔ شراب، جوا پر قانونی پابندی ووٹ کی اہمیت وافادیت کو قوم پر واضح کرکے صوبائی اسمبلی میں قوم کے خیرخواہ ممبروں کو کامیاب کرانا۔

اب ممبرسازی کا کام شروع ہوگیا۔ ہزاروں تک دن میں ممبر ہوجاتے یہ کام اتنی جلدی ہونے لگا کہ حیرت ہوتی تھی۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ لوگ سبھی تحریک کے لئے چشم براہ تھے۔ دوسرے تیسرے ماہ میں ممبروں کی تعداد آٹھ دس ہزار تک پہنچ گئی۔ سیکرٹری چونکہ موزوں نہ ملا۔ اس لئے یہ کام بھی مجھ سے (نائب صدر سے) لیا جانے لگا۔ احیاء الاسلام کے جلسے شروع ہونے لگے۔ سندھ کے طول وعرض میں احیاء الاسلام کی شاخوں کا کام تیزی سے ہونے لگا۔ جیکب آباد میں ایک کانفرنس بلائی گئی وہ اتنی کامیاب رہی کہ جیکب آباد والوں کے ذہن سے اس کے مناظر اب تک فراموش نہیں ہوئے۔ علماء ومشائخ کا اتنا روح پرور اجتماع دیکھنے میں کم آیا ہوگا۔ ضلع سکھر اور لاڑکانہ میں باقاعدہ جماعت کے وفود نے دورے کئے۔ عوام کو انجمن کے اغراض ومقاصد سے روشناس کرایا گیا۔ جماعت کیطرف سے ایک اخبار جاری کیا گیا جس کا نام میں نے **الجماعة** رکھا۔ مولوی صدرالدین شاہ صاحب کی ادارت میں شکارپور سندھ سے نکلتا تھا۔ اس کے لئے اپنا پریس خریدا گیا۔ سندھ کے گوشے گوشے میں پیر صاحب کی انجمن غیر مانوس نہ رہی۔ کوئی قصبہ کوئی قریہ۔ کوئی خلوت کوئی جلوت ایسی نہ تھی جہاں پیر صاحب کی جماعت احیاء الاسلام کا تذکرہ نہ ہو۔ صوبہ سندھ میں کانگریس کا زور تھا۔ مسلم لیگ نے ابھی تک صوبہ میں قدم نہ ٹکائے تھے۔ مسلم لیگ کا دفتر صرف سیٹھ حاجی عبداللہ ہارون

تک محدود تھا مسلم لیگ کو صوبہ میں متعارف کرانے کے لئے مولانا عبدالحامد بدایونی سیٹھ عبداللہ ہارون اور خان بہادر کھڑا نے ایک عظیم الشان جلسہ کیا۔ جس میں احیائے الاسلام کے صدر کی حیثیت سے آپکو مدعو کیا گیا۔ ہر خاص و عام سے مسلم لیگ کا تعارف ہوا۔ مقررین میں قائد اعظم محمد علی جناح نواب زادہ لیاقت علی خاں، نواب زادہ اسماعیل خاں اور بہت سے اکابر تھے۔ اس جلسہ کے بعد سندھ والوں کی زبان پر پاکستان کا لفظ سنا جانے لگا۔ اسمبلی کے آٹھ ممبر مسلم لیگ میں شامل ہوئے۔ جن ممبروں کو پیر صاحب نے احیائے الاسلام کی طرف سے کامیاب کرایا تھا وہ پانچ تھے صدر احیائے الاسلام نے انکو حکم دیا کہ مسلم لیگ میں شامل ہو جاؤ مسلم لیگ کے اغراض و مقاصد جب صدر احیائے الاسلام پر بخوبی واضح ہو گئے۔ تو فرمایا مقصد تو ملک کی اصلاح خدمت دین اور ہندو عنصر جو ایوان اسمبلی میں گھس آیا ہے اس کے زور کو کم کرنا ہے تو ہم کیوں نہ مسلم لیگ کو سندھ میں کامیاب کریں چنانچہ احیائے الاسلام مسلم لیگ ہو گئی۔ کتنی بے نفسی اور پاکبازی ہے جو لیڈروں میں ڈھونڈھے سے نہیں مل سکتی۔ کون ہے جو اپنے نام و نمود اور جاہ و جلال کو چھوڑ دے۔ لیکن احیائے الاسلام کے صدر نے واضح کر دیا کہ ابھی تک حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر چلنے والے دنیا میں موجود ہیں جب انکو سپہ سالاری کے عہدے سے معزول کیا گیا تو فرمایا سپاہی ہو کر اور زیادہ دین کی خدمت کا موقعہ ملے گا ؎

گدائے میکدہ کی شان بے نیازی دیکھ
پہنچ کے چشمۂ حیواں پہ توڑتا ہے سبو

سندھ میں کانگریس کی بنیادیں ہلنا شروع ہو گئیں۔ مسلم لیگ کے قدم آہستہ آہستہ مضبوط ہونے لگے۔ اس سلسلہ میں خیال آیا کہ سندھ کے پیروں اور سجادہ نشینوں کو مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر جمع کیا جائے۔ سنہری حروف میں دعوت نامے چھپوا کر بزرگان سندھ کیخدمت عالیہ میں ارسال کئے

گئے۔ مقام اجتماع حیدرآباد سندھ منتخب کیا گیا۔ حسب حکم دو ہفتے پہلے میں حیدرآباد گیا۔ سرہندی حضرات آغا عبدالستار جان و آغا محمد ہاشم جان سے ملا۔ تلک چاڑی برمکان اخوند عطا محمد کے پتے پر اطلاعات ملک کے گوشے گوشے میں پہنچا دی گئیں۔ تاریخ مقررہ سے ایک دن پہلے آپ کی کار لیکر فتح محمد ڈرائیور حیدرآباد پہونچا۔ سرہندی حضرات بھی ایک دو کاریں لیکر اسٹیشن پر پہنچے بڑا پرتپاک خیر مقدم کیا گیا آپ سیدھے اخوند عطا محمدؒ کے مکان پر پہونچے رات وہیں رہے صبح کو پیران عظام کی آمد کی توقع تھی۔ ساٹھ ستر مدعوین حضرات میں سے چند بزرگ تشریف لائے۔ جو صاحب آتے آپ انہیں اپنی مسند پر بٹھاتے حتیٰ کہ صف نعال میں جاگزین ہوئے۔ گفتگو ہوئی "تنظیم المشائخ" کی اہمیت پر آپ نے چند جملے کہے۔ آپ نے فرمایا کانگریس کے منصوبوں کو ملیامیٹ کرنے کے لئے تنظیم المشائخ بہت ضروری ہے۔ بغیر سرہندی حضرات کے کسی نے کوئی خاص توجہ نہ فرمائی۔ سندھ کا یہ طبقہ ویسے بھی ذہنی پستی کا شکار ہے الا ماشاء اللہ یہ آواز ان کے لئے ایک نامانوس آواز تھی جو صدالصحرا ہوکے رہی نشستند و گفتند و برخاستند۔ البتہ سرہندی حضرات نے مسلم لیگ کا پورا ساتھ دیا۔

اب احیاء الاسلام کے سابق صدر اور مسلم لیگ کے اس سرگرم عمل لیڈر نے جلسے پہ جلسے کرانا شروع کر دیئے بعض اوقات پندرہ پندرہ دن متواتر جلسوں کا پروگرام رہتا حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی حال شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ بہاولپور، مولوی عبداللہ صاحب احمدپوری اور یہ فقیر مؤلف کتاب بھی ان جلسوں میں شریک رہے سکھر جیکب آباد لاڑکانہ کے اضلاع میں نہایت کامیاب دورہ کیا گیا۔

پاکستان کا تصور اپنی دھیمی چال چل رہا ہے کانگریسی اجتماعات میں اس پر پھبتیاں اڑائی جاتی ہیں۔ کانگریسی مقرر از راہ تمسخر ناک بھوں چڑھا کر آوازے کستے پاکستان کو پلیدستان اور گورستان وغیرہ کے ناموں سے یاد کرتے اور

پاکستان سے متعلق ہر کوشش کو لغو کہتے، لیکن حضرت صاحب نے اپنی تمام جد و جہد کو پاکستان کے حصول پر مرکوز کر دیا۔

آل انڈیا سُنّی کانفرنس

اسی دوران صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی اور سید محمد شاہ صاحب محدث کچھوچھوی رحمہم اللہ کی مساعی سے بنارس میں ۲۷ اپریل ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سُنّی کانفرنس منعقد ہوئی اس کانفرنس کی غرض و غایت دو قوموں کا نظریہ تھا یعنی ہندو اور مسلم تہذیب و تمدّن کے اعتبار سے دو علیحدہ علیحدہ قومیں ہیں۔ اس لئے جن صوبوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہ صوبے انہیں دیئے جائیں تاکہ وہ ایک آزاد اسلامی مملکت قائم کر کے اس میں کتاب و سنّت کے مطابق قوانین نافذ کر سکیں رائے بسا آرزو کہ خاک شدم ہند و مسلم اتحاد ایک فریب ہے جو پنپ نہیں سکتا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی آپکو تو پاکستان کے لفظ سے عشق تھا۔ دعوت قبول کر کے اطلاع بھجوادی، حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس کانفرنس میں شرکت اور پیر جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ کی متوقع تشریف آوری نے یاران طریقت کو دور دور سے کھینچ لیا۔ تقریباً دو ہزار علمائے کرام و مشائخ عظام بنارس کے شہر میں "کنیز فاطمہ باغ" میں جمع ہوئے قائداعظم محمد علی جناح کی شرکت بھی یقینی تھی لیکن بمبئی میں ایک ضروری میٹنگ کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے۔ بلاشبہ ایسے حسینانِ جہاں جمع تھے جن کی خوبصورتی و رعنائی پر ایک عالم متفق تھا۔ مگر حافظ شیرازی کی زبان میں جو چیز بہتر از حسن تھی وہ اس درویش باخدا کے ہاں تھی۔ ؎

آنکہ میگویند بہتر از حسن
یار ما ایں دارد و آں نیز ہم

علمائے کرام کے کیمپ فقراء کی چھولداریاں اپنی اپنی بساط کے موافق ہر

مستفید کر دعوت استفادہ دے رہی تھیں لیکن جس فقیر کی چٹائی پر ہر وقت ذکر الٰہی کی سحر کن صدائیں بلند ہو رہی تھیں وہ یہی درویش نما سلطان تھا جلسے کے چار شبانہ روز میں کوئی وقت ایسا نہ تھا جس میں بیعت کی تلقین یا سرمایۂ ایمان ذکر الٰہی کا درس نہ ہو رہا ہو رات کے آٹھ بجے جس وقت جلسہ کی کاروائی شروع ہوتی آپ مع پروانہ وار فقرا اسٹیج پر تشریف لاتے تو لاکھوں نگاہیں احترام و عقیدت سے جھک جاتیں ہزاروں انسان جبہ و عصا کے لمس کو سعادت دارین سمجھتے۔

جاتی دفعہ جب گاڑی لکھنؤ پہونچی اس وقت بارہ بج رہے تھے اور جمعہ کا دن تھا آپ نے حکم دیا کہ جماعت یہاں اتر پڑے تاکہ نماز جمعہ فوت نہ ہو آپ نے حضرت علامہ کاظمی صاحب مدظلہٗ العالی اور اس فقیر مولف کتاب کو فرمایا کہ آپ دونوں صاحبان اسی گاڑی سے چلے جائیں اور جماعت (جس کی تعداد تقریباً ڈیڑھ سو تھی) کیلئے رہائش وغیرہ کا انتظام کریں ہم کل سنیچر کے روز پہنچیں گے۔ چنانچہ یہ فقیر اور قبلہ کاظمی صاحب دامت برکاتہم صبح صادق کے وقت بنارس پہونچے رہائش گاہ میں حضرت صاحبؒ کیلئے ایک صاف ستھرا کمرہ لیا جس کے آگے لمبا برآمدہ تھا جو جماعت کی رہائش کے لئے کافی تھا، گاڑی کے پہنچنے کے وقت کے مطابق میں اسٹیشن پر پہونچا دیکھا تو قبلہ محدث صاحب کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لا رہے ہیں حاضر خدمت ہو کر تشریف آوری کا سبب پوچھا فرمانے لگے۔ اللہ والے کے استقبال میں جو قدم اٹھیں انہیں اپنے لئے ذریعہ نجات سمجھتا ہوں قیامت کے دن جب اعمال کا وزن ہو رہا ہوگا عرض کروں گا الٰہ العالمین! تیرے مقبول بندے کے استقبال میں جو قدم اٹھے تھے تو جانتا ہے وہ کسی نمود و نمائش کیلئے نہ تھے۔ انہیں میرے نامہ اعمال میں ثبت فرما۔

اسٹیشن ماسٹر محدث صاحب قبلہ کا مرید تھا اس نے کرسیاں لا کے کا

حکم دیا لیکن محدث صاحب نے انکار فرمایا اور فرمایا کہ عمر میں ایسے مواقع
بہت کم آتے ہیں جن میں ایک دو منٹ کے قیام کے صلے میں نجات کا سامان
ہو جائے۔ گاڑی تقریباً آدھ گھنٹہ لیٹ آئی محدث صاحب بدستور کھڑے
رہے اور مجھے اپنے خطبے کے اقتباسات سناتے رہے جو آنے والی شب میں
انہوں نے پڑھنا تھا۔ گاڑی آگئی حضرت صاحبؒ اترے دونوں حضرات
بغلگیر ہوتے زبان بے زبانی میں سرگوشیاں ہوئیں ایک ہی کار میں سوار ہوئے
دائیں بائیں فقراء کار پر تصدق ہوتے ہوئے ساتھ ساتھ بھاگ رہے ہیں
یہ منظر قابل دید تھا۔ شوکت نادر و تیمور ایک فقیر کے قدموں پر نثار ہو رہی
تھی ایک ہی شخصیت میں شکوہ سنجر اور فقر جنید و بسطامی کے نظارے دیکھنے
میں آرہے تھے۔

عجب نہیں کہ مسلماں کو پھر عطا کر دیں
شکوہ سنجر و فقر جنید و بسطامی

اس عظیم کانفرنس میں متفقہ طور پر حسب ذیل قرار داد منظور کی گئی۔

(۱) آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبہ پاکستان کی پرزور حمایت کرتا ہے
اور اعلان کرتا ہے کہ علماء و مشائخ اہل سنت اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک
کو کامیاب بنانے کیلئے ہر امکانی قربانی کیلئے تیار ہیں اور اپنا فرض سمجھتے ہیں
کہ ایک ایسی حکومت قائم کریں جو قرآن اور حدیث نبویہ کی روشنی میں فقہی
اصولوں کے مطابق ہو۔

(۲) یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ اسلامی حکومت کے مکمل لائحہ عمل مرتب کرنے
کیلئے حسب ذیل حضرات کی ایک کمیٹی بنائی جائے —

حضرت مولانا شاہ ابو المحامد سید محمد صاحب محدث اعظم کچھوچھوی
صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی۔
مفتی اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا خاں صاحب خلف الرشید اعلیٰحضرت بریلوی

صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب۔
حضرت پیر خواجہ عبدالرحمٰن صاحب بھرچونڈی شریف سندھ۔
حضرت پیر سید زین الحسنات صاحب مانکی شریف۔
حضرت مولانا قمرالدین صاحب سیال شریف۔
خاں بہادر حاجی بخشی مصطفیٰ علی صاحب مدراس۔
حضرت مولانا شاہ دیوان رسول خانصاحب اجمیر شریف۔

خطبۂ صدارت آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس ۱۹۴۶ء

بنارس شہر کے جو لوگ حلقۂ ارادت و بیعت میں داخل ہو گئے تھے انھوں نے بنارس کے گلی کوچوں کی طرف سے دعوت پیش کی اور عرض کیا مدت دراز سے بنارس کے گلی کوچے ذکر الٰہی کے لئے ترس رہے ہیں۔ آپ نے دعوت منظور فرمائی جس وقت شہر کے گلی کوچوں سے گزر ہوا اس وقت ذکر الٰہی کے فلک شگاف نعروں سے بتکدے لرز رہے تھے۔ آپکو سلطان اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کی وہ مسجد جو بتخانہ توڑ کر بنائی گئی کے دیکھنے کا بہت شوق تھا یہ مسجد گنگا کے کنارے سلطان اورنگ زیبؒ کی سطوت و عظمت کا اعتراف اور بتکدۂ ہند میں توحید الٰہی کا بول بالا کر رہی ہے۔ منشی چندربھان کا یہ مشہور شعر اسی موقع پر موزوں ہوا تھا ؎

ببیں کرامت بتخانۂ مرا اے شاہ
چوں خراب شود خانۂ خدا گردد

اس بت خانہ کا پروہت خدا کے پرستاروں کو جبراً رسوم شرک میں مبتلا کر رہا تھا۔ کسی نے سلطان کو خط لکھا کہ آپ قیامت میں خدا کو کیا منہ دکھائیں گے خوف خدا نے شہنشاہ پر کپکپی طاری کر دی اسی وقت تن تنہا بنارس روانہ ہو گیا۔ جب بتخانہ میں پہنچا پروہت کانپتا ہوا حاضر ہوا اور بقول تاریخ فرشتہ رعب سلطانی کی وجہ سے پروہت نے حضور

کی حاء کو آٹھ وقتوں سے ادا کیا۔

حضرت صاحبؒ نے اس مسجد میں آذان دلوائی اور نماز پڑھی۔ آپ نے شہنشاہ کی بنائی ہوئی اس مسجد کو نہایت احترام و عقیدت کی نگاہ سے دیکھا، اس مسجد کے اردگرد ہندو آباد ہیں مسجد نمازیوں کا منہ دیکھنے کیلئے ترس رہی ہے اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد بنارس کے اس محلہ کے در و دیوار نے شاید ہی کبھی کلمہ توحید کی لرزہ خیز آواز سنی ہو۔

اس کانفرنس نے ملک کے طول و عرض میں علمار کرام و مشائخ عظام کی توجہات کو اپنی طرف مبذول کرلیا۔ سب کے منہ سے ایک آواز نکل رہی تھی "پاکستان مسلمانوں کا گھر وحدت ملی کا مرکز"

جب تک حضرات مشائخ کرام حصول پاکستان کے نقطے پر جمع نہ ہوئے تھے قائداعظم اکیلا منجدھار میں اپنی کشتی پار لگانے کی فکر میں تھا دریا کی بیکراں موجوں کی طغیانی بیم گرداب ہوا کی ناموافقت ابنائے زمانہ کی مخالفت کشتی کو رجعِ قہقری پر مجبور کررہی تھی۔ لیکن جونہی ان حضرت نے ملاح کی پشت پر ہاتھ رکھا ناتواں جسم اور کمزور ہاتھوں میں بجلی کی سی سرعت کے ساتھ وہ توانائی آگئی کہ جو کوہ گراں ثابت ہوئی اور کانگریس جس کا ان دنوں طوطی بول رہا تھا مسلم لیگ کے سامنے ماند ہونے لگی۔

مسلم لیگ کو کامیاب بنانے کیلئے جو جدوجہد آپ نے فرمائی وہ ڈھکی چھپی بات نہیں جس کا ہلکا سا خاکہ ہم پیش کرچکے ہیں بالآخر وہ وقت آگیا جب پاکستان کے ووٹ شروع ہوئے۔ بنگال اور پنجاب کے صوبوں میں اسمبلی کے ممبران کی اکثریت کا فیصلہ پاکستان کے حق میں ہوگیا۔ سندھ پر ہر شخص کی نظریں لگی ہوئی تھیں۔ آپ پہلے ہی رختِ سفر باندھ کراچی میں قیام پذیر ہوگئے۔ سندھ کا ہر آدمی جانتا ہے کہ سندھ کی وزارتوں کے ردوبدل میں ہمیشہ آپکا ہاتھ رہا ہے۔ کراچی میں آپکا قیام سندھ زمیندار ہوٹل میں ہوتا ممبروں اور وزیروں کی کار یکدھی

آدھی رات تک ہوٹل کا طواف کرتی رہتیں۔ کرسی کے قریب میں آنے والا یہ نہان دو دو بجے رات تک ہر پارٹی لیڈر کو بنت مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی کوشش میں مصروف ہے۔ دولوں کا جھگڑا ختم ہوا اور مدت کی آرزوؤں نے پاکستان کے روپ میں اپنا مکھڑا دکھایا۔

ہندوؤں کی دشمنی

چوں بہ ایوان کعبہ کردنگاہ
خاست غوغائے ضرب الاﷲ

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جذبۂ جہاد اور دینی جوش کا ذکر ہر زبان پر تھا۔ زبان خلق نے آپکو مجاہد اعظم کا خطاب دیدیا۔ زبان خلق نقارۂ خدا مشہور مثل ہے۔ دراصل یہ مثل حضور علیہ السلام کے ایک فرمان سے ماخوذ ہے۔ ایک دفعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک میت کے نیک ہونے کی خبر دی اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وجبت انتم شہداء اللہ فی الارض صحابہ کرام نے پوچھا حضور کیا واجب ہوگئی ارشاد فرمایا بہشت کیونکہ تم لوگ زمین پر اللہ کے گواہ ہو۔ تمہارے منہ سے وہی کچھ نکلتا ہے جس کی منظوری کا حکم پہلے مل گیا ہوتا ہے۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا شاید ہی کوئی دن ایسا گزرا ہو جس میں کسی کافر نے قدموں پر گر کر کلمہ توحید نہ پڑھا ہو۔ کئی دفعہ میں نے عرض کیا کہ اعداد و شمار کا ایک رجسٹر بنایا جائے جس میں ہر مسلمان ہونیوالے کا نام اور مکمل پتہ درج کیا جائے تاکہ آنے والی نسل کو آپکی تبلیغ دین کا ٹھیک ٹھیک اندازہ ہو سکے۔ لیکن فرمایا کہ یہ کام خدا کیلئے ہے وہی اس کا اندازہ دان ہے نمود و نمائش سے خدا بچائے۔

آنے والا مورخ جب حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ د

داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مجاہدانہ تبلیغی کارناموں پر تبصرہ کرے گا۔ تو اسے اس زمانے میں جبکہ الحاد اور دہریت زد روں پر ہے۔ اور بقول اکبر الٰہ آبادی خدا کا نام لینا جرم ہے۔ حضرت صاحب مرحوم کی مساعی جمیلہ اور تبلیغی کارناموں کا ذکر بھی کرنا پڑے گا۔

برطانیہ حکومت کے جابرانہ قوانین کے تحت مسلمان کرنا کوئی آسان کام نہ تھا اس کام کے لئے کئی شرائط کی پابندیوں کے ساتھ باقاعدہ گورنمنٹ سے اجازت لینا پڑتی تھی، خاص طور پر ۱۸ سال سے کم عمر لڑکا اور ۱۶ سال سے کم عمر لڑکی کا مسلمان کرنا تو قانوناً ایسا سنگین جرم تھا کہ اس کے مجرم کو کہیں پناہ نہیں مل سکتی تھی۔ لیکن آپکی شخصیت ایک ایسا آہنی قلعہ تھی جو یہاں پہنچ جاتا وہ اپنے آپکو برطانیہ حکومت کے حدود سے باہر سمجھتا۔ چنانچہ رعب فقر کا عالم یہ تھا کہ بڑے سے بڑا افسر باقاعدہ اجازت کے بغیر بھرچونڈی شریف میں حاضر ہونے کی جرأت نہیں کرسکتا تھا۔

رہڑکی کے ایک بھگت کورل جو خوش گلوئی میں مشہور تھا کی بھتیجی مسلمان ہو گئی اس پر سندھ کے تمام ہندو محاذ بنا کر حضرت صاحبؒ کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے لاکھوں روپے چندہ کیا گیا۔ اندرونی طور پر ہندوؤں کے دلوں میں یہ آگ عرصے سے سلگ رہی تھی لیکن اس واقعے پر یکایک بھڑک اٹھی۔ ہندوؤں نے فیصلہ کیا کہ ہندو ازم کے بچاؤ کی صورت صرف یہی ہے کہ پیر صاحب کی خداداد طاقت کو نیست و نابود کیا جائے۔ چنانچہ مذکورہ واقعے کو بنیاد بنا کر حضرت صاحبؒ پر مقدمہ دائر کر دیا گیا۔ سمنوں کی تعمیل ہوئی مقررہ تاریخ پر آپ مع جماعت (تقریباً چار پانچ سو) عدالت میں تشریف لے گئے۔ جماعت کا نعرہ اور کلمۂ توحید کا نعرہ سنکر جج اپنے ہواس قائم نہ رکھ سکا فوراً کہلا بھیجا کہ آپ تشریف لے جائیں ہم نے آپکو پابند نہیں کیا۔ آپ باصد عز و شکوہ واپس تشریف لائے۔

اس مقدمے سے خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلنے کے سبب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ہندوؤں کی دشمنی اور بڑھ گئی۔ ادھر روزانہ ایک دو آدمی مسلمان ہوتے بعض مصلحت اندیشوں نے عرض کیا کہ آپ مسلمان کرنا چھوڑ دیں لیکن آپ نے فرمایا یہ کام تو ہم سے نہیں چھوٹ سکتا۔ نتائج اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں سکھر کے ہندو شرارتوں میں دیر اور خاص طور پر حضرت صاحبؒ کی مخالفت میں بڑھ چڑھ کے حصہ لے رہے تھے۔ لیکن بنتا کچھ نہیں تھا۔ آخر انہوں نے ایک منصوبہ بنایا حضرت صاحبؒ کے بڑے صاحبزادے جو اب سجادہ نشین ہیں سکھر کسی خانگی کام کی وجہ سے تشریف لے گئے ہندوؤں نے دھوکے سے قتل کرنا چاہا (اس واقعہ کی تفصیل حضرت سجادہ نشین صاحب کے حالات میں دیکھی جاسکتی ہے) آپ کافی زخمی ہوگئے۔ مگر خدا تعالیٰ نے بچالیا۔ حکومت نے کہا کہ آپ مقدمہ لڑیں لیکن حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ تم سے انصاف کی توقع نہیں ہے اس موقعہ پر آپ نے فرمایا ہمارے نزدیک بنیادی چیز اسلام ہے۔ اسلام کی رو سے اگر یہ ملزم رہا بھی ہوجائیں جب بھی ہمیں اسلام کا فیصلہ منظور ہے۔ تمہارے قانون کی رو سے ان ملزموں کو اگر سزا مل جائے تب بھی ہمیں اس قانون کا فیصلہ منظور نہیں ہے" یہ اس شخص کے کلمات ہیں جس کا نوجوان صاحبزادہ قتل ہوتے ہوتے بچا ہے اور سخت زخمی ہے چہرے پر زخم ہیں پھر یہ کہ طاقت بھی ہے مقدمہ بھی لڑا جا سکتا ہے۔ اپنے طور پر بھی انتقام لینے کی قوت موجود ہے لیکن صبر و استقلال اور اسلامی حدود کی پابندی میں ذرا برابر فرق نہیں آتا۔ اس موقع پر ہندوؤں نے بھی اپنا ایک وفد معافی کے لئے بھیجا۔

کنور بھگت ومسٹر ہاسارام کا قتل

اسی دوران مسٹر ہاسارام پمنانی ایم۔ ایل۔ سی۔ روہڑی اسٹیشن کے قریب قتل کر دیئے گئے اور کنور ل بھگت رُک اسٹیشن پر گاڑی میں بیٹھا ہوا گولی سے مارا گیا یہ شخص اپنی خوش گلوئی کی وجہ سے پورے صوبہ سندھ میں مشہور و معروف تھا۔ بلا کی رسیلی آواز پائی تھی ہندوؤں کے بڑے بڑے

میلوں میں اپنی آواز کی وجہ سے جو چاہتا منوالیتا تھا۔ اس دفعہ بھی یہ حضرت صاحبؒ کی طاقت کو کچلنے کیلئے لاڑکانہ سے چندہ وصول کرکے آ رہا تھا کہ مارا گیا یہ تو بڑے مشہور آدمی تھے ان کے علاوہ کچھ اور بھی قتل ہوگئے۔ ان واقعات نے جلتی پر تیل کا کام کیا، اگرچہ ملکی سطح پر حالات خراب ہوگئے تھے لیکن ان واقعات سے ہندو کافی حد تک دب گئے تھے۔ اور انہوں نے سمجھ لیا تھا۔ کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مقابلہ کرنا کوئی آسان کام نہیں۔

مسجد منزل گاہ سکھر

ہر مقامیکہ کرد منزل گاہ
مسجد آزاد گشت منزل گاہ

سکھر میں دریائے سندھ کے کنارے ایک مسجد ہے اس مسجد کے سامنے ایک وسیع میدان اور کنواں بھی ہے۔ میدان میں کچھ ایسے نشانات ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانے میں یہاں پر بہت بڑا باغ ہوگا۔ اسی میدان کا نام منزل گاہ ہے پایۂ تخت دہلی سے جب کوئی فوج سندھ میں آتی تو اسی میدان میں منزل انداز ہوتی اسی مناسبت سے اس کا نام منزل گاہ پڑ گیا مغلوں کے دور حکومت میں میر محمد معصوم صاحب اس علاقہ کے گورنر تھے ان کا تعمیر کردہ مینار دور سے سیاح کو اپنے دور عظمت کی کہانی سنا رہا ہے جہاں جہاں مسلمانوں کی منزلوں کے نشان ملتے ہیں وہاں مسجدوں کے مینار بھی ان کی عظمتوں کا خطبہ پڑھ رہے ہیں غازیوں کے گھوڑوں کی ٹاپوں نے اگر میدان کو روندا ہے تو ساتھ ہی ایک ذات کی اطاعت و عبادت کیلئے اپنا ایسا نشان بھی ضرور چھوڑا ہے جو رہتی دنیا تک قصۂ ناز و نیاز سناتا رہے گا

اے خنک مردے کہ از یک ہوئے او
نہ فلک دارد طواف کوئے او

کچھ عرصہ بعد یہ مسجد منزل گاہ کے نام سے پکاری جانے لگی اتفاق سے

مسلمان آبادی مسجد سے دور ہٹتی گئی اور مسجد ویران ہونے لگی طاعون کی وبا کے زمانے میں حکومت نے اس مسجد کو ہسپتال بنالیا مسلمانوں نے احتجاج کیا تو مسلمانوں کے حوالے کر دی گئی کچھ عرصہ بعد مسلمانوں کی غفلت نے پھر حکومت کو موقع دیا چنانچہ اس نے اپنا دفتر بنالیا چند دنوں کے بعد دفتر اٹھالیا گیا اور مسجد پر دوبارہ ویرانی کا عالم طاری ہوگیا دریں اثنا ہندوؤں نے مسجد پر اپنی ملکیت جمانے کی کوشش شروع کر دی۔ مسٹر اللہ بخش اور خان بہادر کھوڑو سندھ کی ریاست کے پرانے کھلاڑی تھے۔ اس زمانہ میں مسٹر اللہ بخش وزارت عظمٰی پر فائز تھے۔ خان بہادر کھوڑو کو انکی وزارت ناکام بنانا تھی مسجد منزلگاہ نے عجیب موقع دیا مسجد کا سوال اٹھایا گیا۔ مسٹر اللہ بخش کانگریسی تھے انکی وزارت بھی کانگریس کی مرہون منت تھی پھر اسمبلی میں بھی ہندوؤں کا اثر زیادہ تھا اس بنا پر خیال تھا کہ شاید یہ مسئلہ شدت اختیار نہ کر سکے گا۔ خان بہادر کھوڑو نے سندھ کے کونے کونے میں "مسجد ہندوؤں کے قبضہ میں" کا نعرہ لگایا۔ اس مطالبہ میں سارا صوبہ ان کا ہمنوا ہوگیا۔ دعوے میں کشش تھی شاہ و گدا پل پڑے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی جماعت میں اعلان کر دیا کہ مسجد کیلئے ایجی ٹیشن میں ہر شخص شریک ہو اس اعلان نے مردہ رگوں میں خون کی لہر دوڑا دی آپ خود انسانوں کے ایک ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کو لیکر سکھر میں داخل ہوئے اس وقت کا سماں قابل دید تھا جماعت عیدگاہ میں فروکش ہوئی گرفتاریاں شروع ہوگئیں جونہی ایک دستہ مسجد جاتا فوراً گرفتار کر کے جیل بھیجدیا جاتا۔ دوسرے رضاکاروں کی تعداد اس وقت یاد نہیں حضرت صاحب رح کی جماعت کے سات آٹھ سو آدمی گرفتار ہوئے لیکن لوگوں کے جذبات اس سے اور بھی بھڑک گئے نتیجۃً تنگ آکر تمام گرفتار شدگان کو غیر مشروط طور پر چھوڑ دیا گیا۔ اب لیڈروں نے رضاکاروں کو مسجد میں بٹھا دیا تاکہ مسجد پر مسلمانوں کا قبضہ رہے غالباً ایک ماہ فقرا مسجد میں بیٹھے رہے

بالآخر حکومت نے لوگوں کے جذبات کو ٹھنڈا خیال کرکے آنسو گیس کے ذریعے معتکفین کو مسجد سے نکال دیا۔ اور مسجد کے ارد گرد بجلی کے تاروں کا جال پھیلا دیا حضرت صاحبؒ کی جماعت میں سے آدم فقیر موذن کی آنکھیں اس آنسو گیس سے ایسی خراب ہوئیں کہ بے چارہ بصارت سے محروم ہو گیا اب پیر پور ماتھیلہ کے قریب ایک بستی میں اپنے باقی ماندہ ایام کاٹ رہا ہے

اللہ بخش وزارت نے اپنی خیریت اسی میں دیکھی کہ مسجد کی تحقیق کیلئے باقاعدہ ایک بورڈ مقرر کرکے مسلمانوں کے اشتعال کو ٹھنڈا کرے اس بورڈ کا صدر ایک سیشن جج مقرر ہوا اور تحقیق ہونے لگی کہ فی الواقع یہ مسجد ہے یا نہیں بالآخر ڈاکٹر داؤد پوتہ کے تاریخی حوالجات سے مسجد کا وجود ثابت ہو گیا۔ اور مسجد مسلمانوں کو مل گئی۔ اس موقعہ پر یہ وضاحت ضروری ہے کہ جن لوگوں نے اس مسئلے کو بھڑکایا تھا چونکہ انکا مقصد صرف سیاسی چال تھی اس لئے وہ لوگ بھی بعد میں علیحدہ ہو گئے لیکن چونکہ یہ ایک خالص مذہبی مسئلہ بن چکا تھا اس لئے حضرت صاحبؒ نے اپنی کوششیں اور تیز کر دیں۔ اس مقدمے کے دوران سندھ کے گاؤں گاؤں میں فسادات شروع ہو گئے۔ ہندوؤں نے سر توڑ کوشش کی کہ یہ مسجد مسلمانوں کو نہ ملے ان کا کہنا تھا کہ مسجد سادھ بیلے کے سامنے ہے مسلمانوں کی آذان سے ہماری استریاں ڈرتی ہیں۔ ادھر مسلمانوں نے ہندؤں کو قتل کرنا شروع کر دیا بالآخر ہندو خود بھی تنگ آ گئے اور اس معاملے سے دستبردار ہو گئے اگر یہ فسادات رونما نہ ہوتے تو شاید اتنی جلدی فیصلہ نہ ہوتا۔

سنتِ یوسف علیہ السلام

شہپرِ زاغ و زغن دربندِ قید و صید نیست　　　این سعادت قسمتِ شہباز و شاہیں کردہ اند

ان فسادات کو آپکی طرف منسوب کرتے ہوئے حکومت نے آپ کو نظر

بند کر دیا ۔کراچی کی سنٹرل جیل میں چھ سات ماہ رہے ۔ آپ کو اے کلاس دی گئی ہے

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

فقیر فتح محمد خدمت گار بھی ساتھ تھا ، کراچی کا جیل زیارت گاہ بن گیا لوگ دور دور سے کشاں کشاں آنے لگے زائرین کی تعداد روزانہ تقریباً چار پانچ سو ہوتی اب اللہ بخش وزارت ختم ہو چکی تھی کرسی وزارت پر میر بندہ علی ٹالپور متمکن تھے چونکہ حضرت صاحبؒ کے جیل میں جانے ہی سے کافی خطرہ پیدا ہو گیا تھا اس لئے آپ سے ملنے کیلئے اجازت نامے پر خود وزیر اعظم کے دستخط ضروری قرار دیئے میر بندہ علی کی کوٹھی پر زائرین شیخ کا میلہ لگا رہتا لوگ اجازت نامے پر دستخط کرانے کیلئے صبح و شام میر صاحب کی کوٹھی کا چکر لگاتے رہتے مولوی مسافر خانہ اور اس کے قریب چھوٹی مسجد اللہ اکبر کی صداؤں سے جھوم اٹھے فقراء شب و روز قرآن خوانی اور ذکر ربانی میں محو ہیں معلوم یہ ہوتا تھا کہ اگر شیخ نے تکمیل مدارج کیلئے جیل کا انتخاب کیا ہے تو سالکوں نے بھی اپنے تمام کاروبار تج کے مولوی مسافر خانے کی چار دیواری کو اپنے اربعینوں کے لئے منتخب کر لیا ہے ۔ زیارت جیل کے بڑے دروازے کے بالائی کمرے میں ہوا کرتی ملاقات کے وقت ایک جیلر جو یوریپین تھا اور سپرنٹنڈنٹ جو مسلمان تھا اور حضرت صاحبؒ کی بیعت سے سرفراز ہو چکا تھا ۔ضرور موجود رہتے تھے ۔

ایک دفعہ آپ نے اس فقیر جامع کتاب کو دوران زیارت فرمایا " لوگ تو جیل کی چار دیواری کو منحوس اور ذلت کا مقام سمجھتے ہیں ، لیکن میرے نزدیک یہ بہت بابرکت جگہ ہے اس لئے کہ خدا کا تصور جو تمام عبادات کا سرچشمہ ہے یہاں نمایاں ہو کر دلوں میں گھر بناتا ہے ۔

نالہ از بہر رہائی نکند مرغ اسیر
خورد افسوس زمانے کہ گرفتار نبود

اب تمام جیل والے چور اچکے، بدمعاش، ڈاکو شرف صحبت سے مشرف ہو کر عبادت اور ذکر الٰہی کے ذوق سے آشنا ہو چکے ہیں۔ کسی کی تہجد فوت ہوتی ہے اور نہ اشراق، دونوں وقت ذکر الٰہی کے حلقے، نماز باجماعت اور اشغال باطنی کے دور شروع ہیں۔ جنہوں نے پوری عمریں رہزنیوں میں گنوائیں، ایک ہی نگاہ نے ان کی کایا پلٹ دی۔

قدرت کو شاید ان لوگوں کی اصلاح مقصود تھی اس لئے اسباب پیدا کر کے آپ کو جیل بھیجدیا۔ جیسے سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک کوتوال نے چابک مار کے شہر سے باہر نکال دیا۔ ایک بڑھیا کے جھونپڑے میں پہونچے۔ جو رو رو کر دعا مانگ رہی تھی کہ الٰہی مجھے بایزید بسطامی کی زیارت سے مشرف فرما۔ سلطان العارفین نے فرمایا کہ میں بایزید تو آ گیا ہوں لیکن خدا کیلئے پھر ایسی دعا نہ مانگنا جس میں چابکوں کی مار کھانا پڑے۔

ترنڈہ غیبی خاں (سندھ) کا ایک شخص نیا نیا جیل میں آیا۔ اس نے روتے ہوئے اپنی کہانی سنائی کہ حکومت کی بے انصافی کا شکار ہوں چھ ماہ قید یا چار سو روپیہ جرمانہ سزا تھی، حضرت صاحب نے مجھے ارشاد فرمایا کہ لنگر کی طرف سے چار سو روپیہ ادا کر دو۔ میں نے چار سو روپیہ کراچی کے ایک ڈاک خانہ سے اس کے بھائی کی طرف سے منی آرڈر کر دیئے دوسرے دن رہا ہو کر دعائیں دیتا چلا گیا۔ قدرت کے ہر کام نرالے ہوتے ہیں۔ عقل بے مایہ کی منطق وہاں کام نہیں دیتی۔ مراتب فقر و ولایت کی تکمیل تھی جو بغیر اس گوشۂ تنہائی کے میسر نہ آ سکتی تھی پھر چنڈی شریف میں لوگوں کا ہجوم، وہاں یہ تنہائی کہاں سے آتی۔

ان دنوں حالات یہ تھے کہ پھر چنڈی شریف کے مجاہدین کی نقل و حرکت پر حکومت کی طرف سے سختی سے نگرانی کی جا رہی تھی کچھ لوگوں کو اشتہاری مجرم قرار دیا جا چکا تھا، کچھ لوگ گرفتار بھی ہو گئے تھے حکومت انتہائی کوشش

کر رہی تھی کہ ان فسادات کی اصل بنیاد حضرت صاحبؒ اور انکی جماعت کو قرار دیا جائے لیکن اس کیلئے قسم قسم کی عیارانہ سازشوں کے باوجود حکومت کو کوئی مواد ہاتھ نہیں آیا۔ جماعت کا ہر فرد بجائے خود عزم و استقلال کا ایک کوہ گراں تھا کسی آدمی سے کوئی بات منوا لینا یا پوچھ لینا آسان کام نہ تھا یہ چھ سات ماہ کا عرصہ حکومت نے کھلی عدالت میں مقدمہ چلائے بغیر آپکو نظر بند رکھا۔ ؎

بے گناہی کم گناہی نیست در دیوان عشق

یوسف از پاکیٔ داماں خود بزنداں مے رود

بالآخر آپکو رہا کر دیا گیا۔ جب آپ واپس تشریف لائے اس وقت مسجد کو مسجد تسلیم کر کے مسلمانوں کے حوالے کر دیا گیا تھا۔ آپ نے آتے ہی اعلان فرمادیا کہ آئندہ جمعہ مسجد منزل گاہ میں پڑھا جائے گا۔ اعلان کیا تھا گویا صور پھونک لیا انسانوں کا ایک سیلاب امڈ پڑا جونہی آپکی گاڑی پلیٹ فارم پر رکی خلقت کا ایک بے پناہ ہجوم اترا تمام ملک سندھ، بہاولپور، پنجاب، سے آئے ہوئے لوگ پہلے سے استقبال کیلئے چشم براہ تھے اس وقت کا نظارہ قابل دید تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر آسمان سے فرشتے اتر پڑے ہیں شان و شوکت کے اعتبار سے محمد بن قاسم فاتح سندھ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد غالباً یہ پہلا جمعہ تھا جو حضرت صاحب نے اس سرزمین پر پڑھا اقبال کا مرد غازی اسی دن دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ ؎

شریک حلقہ رندان بادہ پیما باش

حذر ز بیعت پیرے کہ مرد غوغا نیست

جس زمانے میں آپ کراچی تھے سید محمد افضل شاہ صاحب گیلانی سجادہ نشین کوٹ سدھانا ضلع جھنگ (رحمۃ اللہ علیہ) کا ایک خط جیل میں حضرت صاحبؒ کے نام آیا۔ خط اس شعر سے شروع کیا گیا تھا۔

بہر جا کہ باشی خدا یار تو محمد ہمیشہ نگہدار تو

خط میں ایک فقرہ تھا کہ سلسلہ عالیہ قادریہ کو آپکی ذات پر فخر ہے

کنند خویش دتبار از تو ناز و می زیبد
بحسن یک تن اگر صد قبیلہ ناز کند

اگر حسن لیلیٰ پر سارا نجد فخر کرسکتا ہے تو ایک درویش صاحبدل پر سلسلہ عالیہ قادریہ بلکہ پوری ملت اسلامیہ کیوں ناز نہیں کرسکتی۔ پیر سید محمدؒ افضل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مورث اعلیٰ سید عبدالقادر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت پیر پاگارہ اول سید محمدؒ بقا شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیر طریقت ہیں اور حضرت پیر پاگارہ ہمارے حضرت صاحبؒ کے شیوخ طریقت میں سے ہیں۔ اس لئے حضرت صاحبؒ نے سید محمد افضل شاہ صاحبؒ کا خط ادباً کھڑے ہو کر سنا۔

مشرکوپر کا واقعہ

جیل کے احاطے میں وہی کام (تبلیغ دین) شروع ہو گیا جو قدرت کی طرف سے اس مرد مجاہد کے ذمے لگایا گیا تھا۔ ع

قید میں بھی رہی ترے وحشی کو تری زلف کی یاد

کئی کافروں نے قدموں پر گر کر کلمۂ توحید پڑھا وہی حلقہ ہائے نیم شبی شروع ہوگئے ایک دن سپرنٹنڈنٹ جیل مشرکوپر زجر و توبیخ کے لہجہ میں کہنے لگا۔ آپکو مسلمان کرنے کا کیا حق ہے؟ یہاں پر آپ اس کام کیلئے نہیں آئے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا" اسلام میں داخل ہونے والے کیلئے ایک لمحہ کی تاخیر برداشت نہیں کی جاسکتی۔ اگر تم بھی تو اسی وقت تمہیں بھی کلمہ پڑھا دیا جائے گا" وہ چلا گیا حضرت صاحب نے خادم فقیر فتح محمد سے فرمایا کہ اسے (کوپرکو) کیا حق پہنچتا ہے کہ ہمیں تبلیغ دین سے روکتا ہے دیکھا جائے گا۔ دوسری صبح کوپر قیدیوں سے درشت کلامی سے پیش آیا اس پر انہوں نے ہلہ بول دیا اور مشرکوپر کو بہت مارا دونوں ٹانگیں اور ایک بازو توڑ ڈالا کافی عرصہ ہسپتال پڑا رہا۔

پس بتجربہ کردیم دریں دیرِ مکافات
ہرکہ با دُرد کشاں در افتاد بر افتاد

اشغال باطنی

صاحبان ارشاد و تلقین نے تزکیہ باطن کے لئے مختلف طریقے ایجاد کئے ہیں دل کو عربی زبان میں قلب کہا جاتا ہے جس کے معنی پلٹنے کے ہیں چونکہ دل تغیر پذیر ہے اور ہر دیکھی ہوئی چیز کا اثر فوراً قبول کر لیتا ہے اس لئے روحانی معالجوں نے اس میں صرف یادِ الٰہی سمو دینے کیلئے کچھ اوراد مقرر کئے ہیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ان اوراد کی ضرورت نہ تھی ان کے تزکیہ نفس کیلئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جمال جہاں آرا کافی تھا۔ تابعین کو بھی صحابہ کرام کی صحبت مقدسہ نے ان اشغال سے بے نیاز کر دیا تھا بعد والے مشائخ نے جب دیکھا کہ قلوب زنگ آلود ہو چکے ہیں قلوب میں ذکرالٰہی کو جاگزین کرنے کے لئے جس لطافت اور صفائی کی ضرورت ہے وہ خیر القرون سے بُعد کی وجہ سے روز بروز مفقود ہوتی جا رہی ہے لہٰذا انہوں نے سالکان راہ کیلئے چند ایک مفید گر بتلائے تاکہ دل خیالات نفسانی سے پاک ہوکر عرش الٰہی بن جائے۔

فقیر راقم کو چونکہ حضرت صاحبؒ ہی نے یہ اشغال سمجھائے اس لئے اُن کے ذکر میں چند اشغال درج کئے جاتے ہیں تاکہ قارئین کرام بھی ان سے مستفید ہوں لیکن یاد رہے کہ تیر وہ نشانے پر بیٹھتا ہے جو کمان سے نکلے۔ یہ اشغال بھی اسی وقت مفید ہو سکتے ہیں جب کسی کامل کی زبان سے نکلیں۔

طریق المراقبۃ

اصطلاح مشائخ میں مراقبہ اپنے ہونے کی نفی کا نام ہے کیونکہ اس راہ میں اپنے ہونے کا اثبات بہت بڑا گناہ ہے ۔

وجودک ذنب لایقاس بہ ذنب

طالب کیلئے ضروری ہے کہ پہلے انانیت کی نفی کرے اور انانیت اپنی حقیقت اور باطن کو غیر حق سبحانہٗ تعالیٰ کے تصور کرنے کا نام ہے یعنی اپنی حقیقت کو غیر نہ سمجھے آنکھوں کو بند کرکے اپنے ہونے کی نفی اور حق کا اثبات کرے ضروری نہیں کہ اپنے دم کی آمد ورفت پر نگاہ رکھے کلمہ طیبہ کی نفی و اثبات کا لحاظ بھی ضروری نہیں بلکہ قیام و قعود ہر حرکت و سکون حتیٰ کہ کھانے پینے میں معنی کا لحاظ رکھے۔

شغل اوّل

اسم ذات کا لطیفہ قلب میں دھیان رکھے (جس کا مقام بائیں پستان کے نیچے ہے) بلا لحاظ وقت اور طہارت کے، ہاں طہارت اولیٰ ہے کیونکہ ظاہر و مظہر کا ذکر طہارت سے ہونا چاہیئے۔

شغل عشارہ

مقام قلب (جو بائیں پستان کے نیچے ہے) سے لفظ یا کو کھینچے لطیفۂ اخفیٰ سے (جس کا مقام ام الدماغ ہے) بائیں شانہ تک وہاں سے اسم ذات کو لطیفۂ روحی تک (جس کا مقام دائیں پستان کے نیچے ہے) وہاں سے پھر یا کو کھینچے لطیفہ سری تک (جس کا مقام وسط سینہ ہے) وہاں سے ہو کوتا آنکہ قلب پر یہ دور ختم کرے اس وظیفہ سے سالک پر نفی کا غلبہ ہوگا۔ ہر نماز کے بعد سو بار یہ دور مکمل کرے تمامہ رقتہ القلب والبکار۔

شغل پاس انفاس

اسم ذات کو سانس کے ساتھ اندر کھینچے اور کمال طاقت سے ہو کو سانس کے ساتھ نکالے جیسے لوہار چرمی پھونکنی سے سے آگ تیز کر رہا ہو نماز عشاء کے بعد ہزار دفعہ اور صبح سے پہلے پانسو بار تمامہٗ فنا دجودہ، سانس کو دخولاً و خروجاً ناک کے نتھنوں سے نکالے۔

لطائف ستہ

مقام لطیفۂ نفس، ناف کے نیچے اور لطیفۂ قلب کا مقام بائیں پستان کے نیچے لطیفۂ روحی دائیں پستان کے نیچے لطیفۂ سری کا مقام وسط سینہ اور خفی کا مقام دونوں ابروؤں کے درمیان ناک کے اصل میں اور اخفیٰ کا مقام دماغ کی چوٹی یعنی تالو پر۔ پہلے اسم ذات کو لطیفۂ نفسی پر تکرار کرے حسب استطاعت حبس کے ساتھ ناک کے بائیں نتھنے سے نکالے اسی طرح باقی لطائف قلبی روحی سری خفی اخفیٰ پر، اگر تمام لطائف پر تین دور مکمل کر سکے۔ تو اخفی پر دو بڑھا کر پانچ کرے اور اگر باقی لطائف پر پانچ دور پورے کر سکے۔ تو اخفی پر سات کرے یعنی اخفی پر بہرحال دو دفعہ زیادہ کرے۔ اکیس بار تک ایک ہی حبس میں دورہ مکمل کرے تو سالک کو وہ ذوق اور لذت حال نصیب ہوگی جو بیان نہیں کی جا سکتی جس کے ساتھ آیات الٰہی کا مشاہدہ ہوگا۔ نیز آسمان و زمین سے بدرجہا زائد بسط اور وسعت دیکھے گا۔

سلطان الاذکار

اسم ذات کو لطیفۂ نفسی سے لطیفہ اخفیٰ تک وہاں سے ہو کو تمام بدن اور اطراف پر نازل کرے گویا کسی برتن سے پانی نہانے کیلئے سر پر انڈیل رہا ہے تمام بدن پر پانی بہانے کا تصور کرے حتیٰ کہ ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں پر کیونکہ اسم ذات کمال تقدیس میں ہے اور انسان جامع ہے، ناف سے اوپر کا حصہ علوی ہے اور نچلا حصہ سفلی اسی وجہ سے نطفہ فوقانی طاہر ہے اور نطفہ تحتانی نجس۔

نفی اثبات

شغل اول من طریقۃ النقشبندیۃ العالیہ

دم بند کرے اور لا کو لطیفہ نفسی سے لطیفہ سری خفی اخفی تک وہاں سے اِلٰہَ لطیفۂ روحی تک وہاں سے الا اللہ سری تک

اور ہائے اللہ دل پر مارے۔
ایک ہی حبس میں اکیس دفعہ دوسری دفعہ محمد رسول اللہ اگر اکیس
تک نہ پہنچ سکے تو جہاں تک پہونچ سکے۔ یہی عدد اکیس بار تمام وظیفہ ہے
شغل حضور اول من طریقۃ النقشبندیۃ العالیہ
طالب اس تصور میں مستغرق رہے کہ حجر مدر ہے کسی محرک کے بغیر
حرکت نہیں کرسکتا۔ اسئل اللہ العظیم الفعال ان یشغلنی
وایاك بحب ذاتہ ومعرفتہ حتی لا اریٰ الا ایاہ ولا
اسمع الا منہ ولا انظر الا الیہ ولا اتکلم الا بذکرہ الا
بذکرہ تطمئن القلوب۔ خدائے برتر کارساز سے دعا مانگتا ہوں
کہ مجھے اور تمہیں اپنی ذات کی محبت ومعرفت میں مشغول رکھے تاکہ صرف اسی
کو دیکھوں اور صرف اس کی بات سنوں فقط اسی کو دیکھوں اور جب بولوں
تو اسی کا ذکر کروں ہاں اللہ کے ذکر سے دلوں کو چین نصیب ہوتا ہے۔
یہ ایک وسیع باب ہے میں نے چند اشغال پر اکتفا کیا ہے۔ ان چیزوں
کو سمجھنے اور ان میں دلچسپی لینے والے لوگ بہت کم رہ گئے ہیں، ہم نے محض
اس خیال سے کہ عبادالرحمٰن کی حیات کا یہ گوشہ بھی خالی نہ رہے، تھوڑا بہت
ذکر کیا ہے، لیکن مجھے امید ہے کہ اس میدان کے لوگوں کے لئے یہ اشغال انتہائی
قیمتی اور مفید چیز ثابت ہوں گے۔

آپکی جماعت کے بعض مجاذیب اور اہل دل فقرا اس سلسلے میں فاضل فقیر
کا نام سرفہرست ہے اگر کوئی شخص نیا کپڑا لیکر پیش کرتا تو پہلے اسے
چیر پھاڑ کر پرزہ پرزہ کر دیتا پھر سینا شروع کر دیتا ہے

زندۂ فقر معالی چہ محل عالیست
کہ شود شاہ رسل بخیہ کش دلق صہیبؓ

خان پور کے علاقہ میں ایک بستی سے گزرا۔ ایک زمیندار کے لڑکے نے فقیر شکستہ حال کو دیکھ کر کتوں کو بلایا اور فقیر کی طرف اشارہ کیا کتے بھاگتے ہوئے قریب آئے اور دم ہلانے لگے فقیر کی زبان سے نکلا چتو آهیں چا۔ یعنی باولے ہو گیا؟ فقیر چلا گیا لیکن لڑکے پر باولے ہو جانے کے آثار شروع ہونے لگے۔ دو چار دن اس کے والدین علاج کیلئے اِدھر اُدھر بھاگتے رہے مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ لڑکے نے والدین کو سارا قصہ سنایا کہ ایک فقیر یہاں سے گزرا تھا میں نے اس کے ساتھ یہ سلوک کیا اسی وقت سے میرا یہ حال ہو رہا ہے۔ لڑکے کو لیکر اس کے والدین بھرچونڈی شریف آئے حضرت صاحبؒ کی خدمت حاضر ہو کر سارا واقعہ سنایا۔ آپ نے فرمایا فاضل فقیر کو راضی کر دو۔ فاضل فقیر کو نئے کپڑے پیش کیے گئے حسب دستور ٹکڑے ٹکڑے کر کے سینے لگا اور کہا۔ اس لڑکے کو تو کچھ نہیں۔ لڑکا تندرست ہو کر اٹھ بیٹھا۔ جنہیں پھاڑنا آتا ہے۔ وہ سینا بھی جانتے ہیں ع

ایسا جنوں بھی دیکھا ہے میں نے
جس نے سیئے ہیں تقدیر کے چاک

مجذوب قسم کا آدمی تھا۔ پیشانی پر سجدے کا ابھرا ہوا نشان تھا بات یہ تھی کہ فاضل فقیر جب سجدے میں جاتا مذاقاً لوگ کہتے کہ سجدہ ٹھیک نہیں آواز تو آئی نہیں۔ سر اوپر کر کے اس زور سے مارتا کہ بعض دفعہ زخم ہو جاتا۔

حضرت صاحبؒ کے محکمہ احتساب میں نذر محتسب تھا۔ جماعت کا جو آدمی نماز پڑھ نہ پہنچتا فاضل فقیر کو حکم ہوتا کہ اسے بیس جوتے لگاؤ۔ جس کی تکبیر اولیٰ فوت ہوتی۔ اسے سات جوتے لگانے کا حکم ہوتا صاحبزادے ہوں یا جماعت کے عام افراد اسے دین الٰہی میں رأفت کبھی گلوگیر نہ ہوتی۔ لا تاخذکم بهما رافة فی دین الله کے حکم کا پابند، محکمۂ احتساب میں

ہیں عموماً چشم پوشیاں ہوتی آئی ہیں لیکن فاضل فقیر چشم پوشی کے لفظ سے آشنا نہ
تھا ایڑی چوٹی کا زور لگا کر ہوتے مارتا حضرت صاحبؒ کے وصال سے دو تین
سال پہلے فوت ہوگیا۔ ؎

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

حافظ نور محمد عرف وصال فقیر

حضرت شیخ اعظم بانی بھرچونڈی شریف
رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ دل مراد خاں صاحب مرحوم کا پوتا ہے قرآن مجید کا
حافظ ہے جذب الٰہی نے ظاہری عقل وشعور ختم کردیا ہے۔ کبھی قرآن مجید
پڑھنے میں مصروف ہے اور کبھی کپڑوں کے بارمنت سے سبکدوش بعض
اوقات بھرچونڈی شریف سے برہنہ ڈھرکی تک جاتا ہے۔ پلیٹ فارم پر
چکر لگا کر واپس آجاتا ہے۔ عام طور پر لنگر کے کام میں مصروف رہتا ہے
لوگ دعا کیلئے کہتے ہیں تو پہلے کہدیتا ہے میرے لئے دعا کرو ایک سال غائب
رہنے کے بعد حال ہی میں واپس آیا ہے۔

شبلی فقیر

عجیب طبیعت کا مالک ہے بولتا بہت کم ہے مسجد
کی چٹائیاں تاہنوز اس کے ذکر کی منت پذیر ہیں تہجد کے وقت مسجد میں
گھوم گھوم کر ذکر کرتا رہتا ہے۔ اس وقت یوں معلوم ہوتا ہے کہ نور کی شعاعیں
اس کے منہ سے نکل کر آسمان تک پھیلی ہوتی ہیں اس کے ذکر بالجہر میں اس قدر
سوز، ذوق، اور کشش ہوتی ہے کہ سونے والے اٹھ بیٹھتے ہیں بھرچونڈی شریف
کی مسجد کے گوشے اس کے ذکر کی بہار سے شگفتہ اور تروتازہ ہیں آج کل بیمار
ہے ضعیفی بھی غالب ہوچکی ہے۔

مولوی عبدالرحیم صاحب بھنگر اور مولوی عبدالرحیم صاحب

یہ دونوں ہمنام صاحبان جام

عرفان کے رسیا اور بادۂ عشق الٰہی کے متوالے ساقی کی محفل میں اکٹھے آنا انکا معمول رہا ہے۔ رنج خمار ان کے قریب نہ پھٹکنے پاتا ان کے جام و سبو ہمیشہ گردش میں رہتے ساقی کی خدمت پہونچتے تو عرض کرتے ہے

جس نے دیکھے نین متوارے تیرے
مست بیخود وہ نہو تو کیا کرے

خواجہ عثمان مروندی عرف لال شہباز قلندرؒ بوعلی قلندر پانی پتیؒ، امیر خسروؒ، جامیؒ کی غزلیات عارفانہ کلام صوفیانہ بے خودی میں سناتے اور مجلس پر ایک کیف طاری کر دیتے مئے کہنہ پرانے پیمانے بزرگانہ لب و لہجہ ساقی کی محفل کا یہ عالم ہوتا کہ تن من کی کسی کو سدھ نہ رہتی ہے

گو کہ پیر شدی ذوق عاشقی تر نماند
شراب کہنہ تا لذت دگر دارد

مولوی عبدالرحیم صاحب بھنگر حضرت صاحبؒ کے خلیفہ مجاز تھے اور مولوی عبد الرحیم صاحب ثانی اپنے والد مولانا ابوالخیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت شیخ اعظم بانی بھرچونڈی شریف رحمۃ اللہ علیہ کے خلفا میں سے ہیں کے سجادہ نشین ہیں قند پارسی کے ذوق سے آشنا اپنی دھن میں مست ذوق و شوق میں بیرونی چیزوں کے محتاج نہیں مور کی طرح اپنی بہار ساتھ لیے پھرتے ہیں ہے وہ اپنی ذات سے اک انجمن ہے
جب چاہا ترانہ شیراز شروع کرکے کنار آب رکنا باد و گلگشت مصلی کا سماں پیدا کر لیا۔

کشف و کرامات

قارئین کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ اس کتاب کا دارومدار کشف و کرامات پر نہیں اس لئے کہ ولایت کرامت پر موقوف نہیں اور نہ کرامت ولایت کے لئے شرط ہے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ کی خدمت میں

ایک شخص دس سال مقیم رہا کوئی کرامت نہ دیکھی واپس ہونے لگا تو آپ نے پوچھا کہ کیسے آئے تھے کیوں جا رہے ہو اس نے عرض کیا خیال تھا کہ کرامات کا صدور ہوگا اور میں دیکھوں گا اتنے طویل عرصے میں میں نے کچھ نہیں دیکھا۔ اس لئے واپس جا رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا اس عرصے میں مجھ سے کوئی کام خلاف سنت دیکھا ہے۔ کہا نہیں فرمایا یہی سب سے بڑی کرامت ہے۔

الاستقامۃ فوق الکرامۃ بھرچونڈی شریف کے تینوں بزرگان کی کیفیت کچھ اس قسم کی تھی کہ کوئی لمحہ ایسا نہ تھا جس میں کرامت کا صدور نہ ہو۔ اس لئے تمام واقعات کو جمع کرنا مشکل ہو گیا ہے جس طرح گزشتہ دو بزرگان کے حالات میں مختصر طور پر ہم نے چند ایک مشہور واقعات پیش کئے ہیں اسی طرح حضرت صاحبؒ کے ذکر میں بھی ہم چند واقعات بیان کرتے ہیں۔ ہم نے اس باب کو عمداً مختصر کیا ہے اس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ صرف یہی چند واقعات بہ طور کرامات صادر ہوئے ہیں بلکہ موجودہ دور میں لوگوں کے اذہان اس قسم کے ہو گئے ہیں کہ وہ ہر بات کو خوش اعتقادی سمجھ کر بے وقعت بنا دیتے ہیں ہمارے پاس کشف و کرامات کے واقعات اتنے ہیں کہ ایک مستقل کتاب لکھی جا سکتی ہے۔

سندھ میں ہر طرف امن و امان تھا ابھی تک نہ مسجد منزل گاہ کا کوئی سوال تھا نہ سندھ مسلم فسادات کا تصور اور نہ ہی کوئی خاص سیاسی کش مکش شروع ہوئی تھی، حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر مجھے حکومت نظر بند کردے تو لنگر کا خیال رکھنا فلاں کام یوں انجام دینا فلاں کام اس طرح کرنا حضرت پیر صاحب موجودہ سجادہ نشین اور میں حیران ہو کر گھنٹوں ان باتوں پر غور و خوض کرتے لیکن کچھ سمجھ میں نہ آتا۔ کچھ عرصہ بعد یکایک فسادات

نے جنم لیا اور سیاسی تنگ ودو نے مسجد منزل گاہ کا سوال کھڑا کر دیا اور حضرت صاحبؒ کی نظر بندی کا واقعہ پیش آگیا۔

جام جہاں نما است ضمیر منیر دوست

جس کی نظر نور الٰہی ہو جسکی نطق توفیق الٰہی ہو۔ اتقوا فراسة المومن فانہ ینظر بنور اللہ وینطق بتوفیق اللہ اسکی فراست کی بلندیوں پر عقل عقیمہ کب پہنچ سکتی ہے۔

مور بے مایہ ہمدوش سلیماں کس طرح بنے

کراچی جیل میں نقیر فتح محمد خدمتگار نے عرض کیا کہ حضرت! بچے اور تمام جماعت آپ کیلئے بہت ملول ہے جیل سے باہر نکلنے کی تجویز فرمائیں آپ نے فرمایا شاید تم تنگ ہو گئے ہو اپنا حال تو یہ ہے کہ ساری زندگی کے لمحات ایک طرف اور یہ چند ایام ایک طرف یہ خدائی انعام ہے۔ جو مجھے حاصل ہوا ہے، تم آج رات حَسْبُنَا اللهُ الحَسِیب کی ایک تسبیح پڑھ کر سو جاؤ فقیر فتح محمد کا کہنا ہے کہ میں نے حسب ارشاد عمل کیا صبح کو اٹھا تو میرا نام پکارا جا رہا تھا۔ معلوم کیا تو پتہ چلا کہ خدمتگار تبدیل کیا جائے اور صاحب ڈنہ نقیر آئے میں نے رو رو کر عرض کیا کہ میرے عرض کرنے کا مطلب یہ نہ تھا کہ اپنی خدمت سے آپ مجھے دور کر دیں۔ حضرت صاحبؒ نے مجھے تسلی دی اور فرمایا تم جاؤ ہم وعدے کے پکے ہیں ہم بھی آتے ہیں۔ فتح محمد کا بیان ہے کہ میں واپس آگیا دوسرے دن حضرت صاحبؒ بھی آزاد ہو گئے واپسی پر جب حضرت صاحب اسٹیشن پر اترے تو استقبال کیلئے جماعت کی ایک کثیر تعداد موجود تھی میں بھی قدمبوس ہوا فرمایا ہم وعدے کے کتنے پکے ہیں۔

ایک منہ چڑھا خادم بعض اوقات آپ سے درشت آمیز لہجہ میں گفتگو کرتا تھا لیکن آپ ہمیشہ خندہ پیشانی سے برداشت فرماتے تھے ایک دن حضرت صاحبؒ نے اسے فرمایا کہ میں تو تمہاری باتیں سننے کا عادی ہو گیا ہوں اور

محسوس نہیں کرتا لیکن ایسا نہ ہو کہ ہمارے دوست کو غیرت آ جائے اور تمہیں کہیں کا نہ رکھے۔ خدا کی قدرت حضرت صاحبؒ کے وصال کے بعد یہ شخص بھرچونڈی شریف سے ایسا مطرود ہوا کہ روضہ شریف کی زیارت تک سے محروم ہے

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے استاد سراج الفقہا حضرت مولانا سراج احمدؒ صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے بیان فرمایا کہ" جس زمانہ میں میں بھرچونڈی شریف رہا کرتا تھا حضرت صاحبؒ کے ساتھ اکثر مجلسیں ہوا کرتی تھیں جب بھی ہم اکٹھے ہوتے میں دل میں خیال کرتا کہ حضرت صاحبؒ اگر ولی اللہ ہیں تو فلاں کام کریں، میرے دل میں یہ خیال آتا ادھر حضرت صاحبؒ فوراً اسی طرح عمل کرتے پھر میں سوچتا شاید یہ اتفاقی واقعہ ہے اب کوئی دوسرا خیال کرتا وہ بھی بعینہٖ پورا ہوتا حضرت استاد مذکور کا بیان ہے کہ ایک دو دفعہ نہیں بلکہ سینکڑوں دفعہ میرے ساتھ اس قسم کے واقعات پیش آئے

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ حضرت مولانا سراج احمد صاحب مدظلہٗ عالم باعمل متقی اور معمر بزرگ ہیں ان کی بیعت حضرت خواجہ غلام فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ہے لیکن حضرت صاحبؒ سے انہیں کافی عقیدت ہے۔ باوجودیکہ حضرت صاحبؒ ان کے شاگرد تھے۔

حضرت مولانا سراج احمد صاحب مدظلہ العالی نے فرمایا کہ جس زمانے میں میں بھرچونڈی شریف رہا کرتا تھا میرے گھر سے اطلاع آئی کہ بچہ بیمار ہے اور آپ فوراً پہونچیں میں گھر روانہ ہو گیا لیکن حضرت صاحبؒ سے میں نے کہدیا کہ ایک ہفتے کے بعد فلاں دن میں واپس آؤں گا۔ اسٹیشن پر جیپ بھیجی جائے۔ حضرت مولانا کا کہنا ہے کہ جب میں گھر پہنچا گھریلو مجبوریوں میں پھنس گیا اور مقررہ تاریخ پر نہ جا سکا کافی دنوں کے بعد جب گھریلو امور سے فراغت ہوئی میں روانہ ہوا اسٹیشن ڈھرکی پر اترا تو دو فقیر پہلے سے میرے منتظر تھے۔ حالانکہ میں نے کوئی اطلاع وغیرہ نہیں بھیجی تھی ان سے پوچھا

تو انہوں نے بتایا کہ حضرت صاحبؒ نے حکم دیا ہے کہ اسٹیشن پر سواری لے جاؤ مولانا سراج احمد صاحب تشریف لا رہے ہیں۔

فاضل جلیل حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی دامت برکاتہم العالیہ سے حضرت صاحبؒ بڑی محبت فرمایا کرتے تھے اور ہمیشہ انہیں اپنے ساتھ بٹھایا کرتے تھے۔ حضرت صاحبؒ کے وصال کے ایک سال بعد آپ کے پہلے عرس کے موقع پر جب حضرت کاظمی صاحب تشریف لائے تو فاتحہ کیلئے روضہ اقدس میں تشریف لے گئے۔ مزار شریف سے ذرا فاصلے پر بیٹھ کر فاتحہ پڑھنے لگے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ زندگی میں جو شخص جس سے جتنا قریب بیٹھتا ہے مرنے کے بعد بھی اس سے اتنا قریب بیٹھے اگر زندگی میں دور بیٹھتا تھا تو اس کے مرنے کے بعد بھی اس سے اتنا دُور بیٹھے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں حضرت کاظمی صاحب کے ساتھ آپ کی ملاقات کا انداز یہ ہوتا تھا کہ قبلہ کاظمی صاحب ادب کرتے ہوئے ذرا دور بیٹھنا چاہتے لیکن حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہاتھ سے پکڑ کر فوراً انہیں کھینچ لیتے اور اپنے قریب بٹھاتے تھے۔ چنانچہ اس روز بھی یہی صورت ہوئی حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے گوارا نہ کیا کہ کاظمی صاحب اتنی دور بیٹھیں قبلہ کاظمی صاحب کا بیان ہے کہ میں نے محسوس کیا کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی طرح میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے قریب کھینچ رہے ہیں۔ جو لوگ اس وقت روضہ اقدس میں موجود تھے چونکہ عرس کا موقع تھا کافی لوگ اندر فاتحہ پڑھ رہے تھے ان کا بیان ہے کہ ہم نے دیکھا کہ جس طرح زبردستی کسی آدمی کو گھسیٹ کر کھینچ لیا جاتا ہے قبلہ کاظمی صاحب اسی طرح مزار کے قریب کھینچ لئے گئے۔ یہ شیخ کا روحانی تصرف اور اثر تھا جو کئی لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

مسٹر کوپر کا واقعہ بھی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے جو پیچھے درج ہو چکا ہے۔

وصال پُرملال وصال سے تقریباً سات آٹھ سال قبل پشت پر سرطان نکلا تھا جس نے صحت پر برا اثر ڈالا اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر بیمار رہنے لگے۔ ربیع الاول ۱۳۸۰ھ میں بیماری نے طول پکڑا اور آپ ذی فراش ہو گئے جماعت دور دور سے آنے لگی صاحبزادگان خدمت میں موجود تھے۔ جماعت کے ہر فرد پر فراق کا ایک مجہول سا خوف طاری ہو گیا ہر ایک کے چہرے پر اداسی اور مردنی چھائی ہوئی تھی ۷ رجمادی الاول کو آپ نے اس فقیر مولف کتاب کو بلوا کر سورۃ واقعہ سنی جس میں قرآنی بلاغت نے اپنے مخصوص انداز میں تعلیٔ الٰہی کا نقشہ کھینچا ہے۔ کلام الا لہٰ الا الکلام شاید نعمت اعظم (دیدار الٰہی) جو بہشت میں اہل جنت کو نصیب ہوگی کی پیاس اور تشنگی نے بیقرار کر رکھا تھا۔

۸ رجمادی الاول کو سورۃ فتح کا پہلا رکوع سنا جس میں اشارہ تھا کہ مشتاق دید نے قیامٔ الٰہی کے ذکر میں اس بے نیاز کا جلوہ دیکھ لیا اور اسی جلوے کے نظارے کو فتح مبین کے حسین لفظوں میں سن کر شاد کام ہوا اور رحمت مجسم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں اتمام نعمت کا مژدہ روح فرما گیا قلب مومن میں سکینۂ الٰہیہ کا نزول مزید عرفان و یقین کا باعث ہوا۔

بڑے صاحبزادے صاحب (موجودہ سجادہ نشین بھر چونڈی شریف) کی سیشن جج کی عدالت میں پیشی تھی حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں بصد تاکید فرمایا کہ پیشی کے بعد جلدی واپس آنا فقیر فتح محمد ڈرائیور سے ارشاد فرمایا کہ انسے کار میں لے جاؤ اور جلدی واپس لے آؤ ۸ رجمادی الاول کی صبح کو صاحبزادہ صاحب پیشی کیلئے تشریف لے گئے اور دوپہر سے پہلے واپس تشریف لے آئے بظاہر تو سخت کیس تھا لیکن جاتے وقت حضرت صاحبؒ کی دعا اور تاکید کا اثر یہ ہوا کہ صاحبزادہ صاحب کے حق میں فیصلہ ہو گیا۔

بعض کا خیال تھا کہ سکھر کے میڈیکل سپرنٹنڈنٹ کو آپکی طبیعت دکھائی

جائے۔ چنانچہ فقیر فتح محمد ڈرائیور پھر سکھر گیا۔ ۸ بجے شب ڈاکٹر کو لے آیا تقریباً دو گھنٹے ڈاکٹر بھرچونڈی شریف رہا معمولی ہدایت دیکر واپس چلا گیا۔ اس وقت طبیعت کافی نحیف تھی۔

حضرت صاحبؒ اس وقت آنکھیں بند کیے سو رہے تھے گویا فانی نظاروں سے آنکھیں بند کر کے لافانی نظارے میں محو تھے یہ فقیر جامع کتاب پلنگ سے دو چار ہاتھ کے فاصلے پر سامنے کھڑا ہے۔ نگاہیں آپ کے چہرے پر ہیں۔ آپ نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا مغفور! میں قریب ہوا تو فرما رہے تھے۔ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُم مِّن بَعْدِ ذَٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً۔ یہ اشارہ تھا کہ معصوم صاحبات پر جانگداز واقعہ آنیوالا ہے انکی باقی عمر گریہ وزاری میں گزریگی۔ لہٰذا یہ آیت چینی کی طشتری پر لکھ کر انہیں پلا دینا تاکہ اس واقعہ فاجعہ کا اثر دیر تک ان کے دلوں پر قائم نہ رہے۔ یہ آیت اس باب میں بہت مفید ہے۔ واضح رہے کہ عملیات جب آپ نے مجھے سمجھائے تو اس آیت کا عمل بھی سمجھایا تھا۔ اس آیت کو لکھ کر پینا یا پلانا خاص طور پر مصیبت زدہ مستورات کیلئے نہایت فائدہ مند ہے۔ رات خاموشی کے عالم میں گزاری۔ صبح وہ دن آگیا جس کے تصور سے ہم لوگ پہلے کانپ رہے تھے۔ بتاریخ ۹ رجمادی الاول ۱۳۸۰ھ مطابق ۳۰ راکتوبر ۱۹۶۰ء بروز اتوار بوقت ایک بجے دن وہ انسان ہم سے رخصت ہوا جسکی انسانیت لاکھوں انسانوں کی مقتدا تھی اور جس کی روحانیت شہرستان روح کی تاجدار جس کو ایک نظر دیکھ لینے سے دلوں میں اللہ اللہ کی ضربیں سنائی دیتی تھیں جس کا چہرہ اداس دلوں کو صبح کی تازگی بخشتا تھا۔ اور رونے والوں کو تبسم جو بیک وقت مریدوں کا رحیم باپ بھی تھا اور پیر بھی استاد و معلم بھی تھا۔ مربی بھی تھا جس کی صحبت روگی دلوں کا درماں بھی جو صورت میں حبیبِ رحمان تھا تو سیرت میں رحمت رحمان! آہ ایک حجت ایزدی ایک آیت

رحمت وسایۂ عاطفت ہمارے سروں سے اٹھ گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن
صاحبزادگان نے غسل دیا، بجلی کی طرح سارے ملک میں یہ خبر پھیل گئی ہر طرف
سے انسانوں کا ایک سیلاب امڈا چلا آتا تھا فریاد و فغاں، چیخ و پکار اور
گریۂ و بکا کا یہ عالم تھا کہ معلوم یہ ہوتا تھا جس طرح انسانوں کے ساتھ زمین
آسمان اور فرشتے بھی گریۂ وزاری میں مشغول ہیں چونکہ جماعت کا سلسلہ کافی
وسیع ہے اور تقریبًا تمام ملک میں پھیلا ہوا ہے۔ اس لئے انتظار کرنا ضروری تھی
چنانچہ دوسرے دن یعنی سوموار کے روز روضہ مبارک میں اپنے والد ماجد شیخ
ثانی قدس سرہٗ کے پہلو میں دفن ہوئے ؎

پہونچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا
آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

میں نے تاریخ وفات قرآن کریم کی آیت فازفوزاً عظیم فی
الجنتہ کی تا(ر جو وقف کی حالت میں ہ سے بدل جاتی ہے) کو ہ سمجھ کر نکالی
ہے ۱۳۸۰ھ روضہ مبارک میں فاتحہ کیلئے جاتا ہوں تو فاتحہ بھول جاتی ہے
آہ کس کو فاتحہ دوں اسے جو ہم سے جدا ہوگیا۔ نہیں نہیں دل کہتا ہے وہ ہم
سے جدا نہیں ہونے کا، ایسے لوگ مرا نہیں کرتے ایک انقباض کی سی کیفیت
طاری ہوجاتی ہے آنکھیں بند کر کے عرض کرتا ہوں اور فوراً نکل آتا ہوں
؎

ویراں ہے میکدہ خم وساغر اداس ہیں
تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے

حلیہ مبارک بلند و بالا قامت اعضا گوشت سے بھرے ہوئے رنگ
کھلتا ہوا چہرہ صبیح قدرے کتابی آنکھیں بڑی بڑی اور سرگیں پیشانی کشادہ

اور چمکدار ناک ستواں۔ رخسار نہ ابھرے ہوئے نہ پچکے ہوئے، موتی جیسے دانت داڑھی گھنی قبضہ تک لمبی خط قدرتی بنا ہوا آواز گرجدار بڑے بڑے اجتماعات میں آپکی آواز پہلی اور آخری صف والے یکساں سنتے قرأت قرآن میں الفاظ ٹھہر ٹھہر کے ادا فرماتے جیسے موتی پروئے جارہے ہوں سر کے بال شانوں کو چھونا چاہتے۔ دو ایک دفعہ قصر بھی فرمایا۔ سر مبارک پر حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی دستار یا کلاہ قادری ہاتھ میں عصا پیراہن پنڈلیوں تک اور گریبان سیدھا سینے پر، شلوار ٹخنے سے تقریباً چار انگل اوپر تاکہ رکوع میں جاتے وقت بھی اسبال کی وعید سے بچاؤ رہے۔ سردیوں میں اوپر جبہ بھی ڈالا کرتے تھے جس کا حاشیہ بہت خوبصورت ہوتا رفتار میں بڑی متانت اور سنجیدگی ہوتی۔ رعب کا یہ عالم کہ آنکھ اٹھا کر چہرے کو دیکھ کوئی نہ سکتا زندگی بھر منہ سے کبھی کوئی گالی یا فحش کلمہ نہیں سنا گیا۔ قہقہہ لگا کے ہنستے ہوئے آپکو کبھی نہیں دیکھا گیا، دنیا سے نفرت اور بیزاری کا یہ عالم کہ زندگی بھر کبھی کسی سے حساب نہیں پوچھا۔ کئی لوگ ہزاروں روپے ہڑپ کر گئے مگر احساس تک نہ ہوا۔ پیسوں کو دیکھنا یا اپنے پاس رکھنا تو درکنار بلکہ ہاتھ لگانے کا موقعہ بھی بہت کم آیا ہے۔ عادت کریمہ تھی کہ حکومت کے افسران سے ملنے سے ہمیشہ کتراتے تھے۔ علماء اور مشائخ کو خود چل کر ملتے تھے۔ سرکار دو جہاں صلے اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت تھی۔ حضور کا ذکر شروع ہوتا ادھر آنکھوں سے آنسو شروع ہوتے سادات کرام کے ساتھ جو ادب و نیاز اس شخصیت میں دیکھا گیا ہے وہ اس زمانے میں کہیں نہیں مل سکتا۔ ؎

حریفاں بادہ ہا خوردند و رفتند
تہی خمخانہ ہا کردند و رفتند

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آٹھ صاحبزادے ہیں جن میں سے سب سے بڑے صاحبزادے اس وقت دربار عالیہ بھرچونڈی شریف

کے سجادہ نشین ہیں۔ اب ہم ان کے مختصر حالات قلمبند کرتے ہیں۔

تذکرہ مجاہد ملت حضرت قبلہ پیر عبد الرحیم صاحب دامت برکاتہم

سجادہ نشین دربار عالیہ بھرچنڈی شریف

آپکی پیدائش اور تعلیم و تربیت آپکی پیدائش ۱۳۴۰ھ میں ہوئی اس وقت آپ کے دادا حضرت شیخ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ تھا بھرچنڈی شریف کی تاریخ میں یہ زمانہ سنہری زمانہ کہلانے کا مستحق ہے۔ آپکی ولادت پر خوشی منائی گئی۔ ساتویں دن حضرت شیخ ثانی قدس سرہٗ نے عبدالرحیم نام تجویز کیا۔ کسی شخص نے آپ سے پوچھا کہ حضرت صاحبزادے کا نام کیا رکھا ہے ارشاد فرمایا۔ ہم نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو پورا کیا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ اپنا نام عبد اللہ" اپنے صاحبزادے یعنی حضرت شیخ ثالث کا نام عبدالرحمٰن" اور پوتے کا نام عبدالرحیم ہے۔ تینوں ناموں سے لفظ عبد ہٹانے سے خود بخود بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پوری ہو جاتی ہے۔ قدرت نے تربیت کیلیئے آپکو اپنے دادا کریم (شیخ ثالث) جیسی عظیم المرتبت ہستی کی گود نصیب فرمائی حضرت شیخ ثانی قدس سرہٗ کو آپ سے بہت محبت تھی۔ بڑے بڑے فقراء راوی ہیں کہ آپ اکثر اپنے دادا جان کے سینے پر کھیلتے رہتے تھے۔ چونکہ قدرت نے آپ کے انتساب فیض کا حصہ اس سینہ میں رکھا تھا، ظاہر ہے کہ جس بچے کو ایسی عظیم شخصیت کی اس قدر شفقت محبت نصیب ہوئی ہو اس میں اس کا کتنا اثر ہوگا اور اس میں کتنی خوبیاں ہونگی۔

یہ فیضان پدر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی　　سکھائے کس نے اسمٰعیل کو آداب فرزندی

ابتدا قرآن مجید کی تعلیم شروع ہوئی ۵ پارے حفظ اور ۱۵ ناظرہ پڑھے، آپ
ابتدا ہی سے غیر معمولی ذہانت کے مالک تھے۔ جو سبق دوسرے طالب علم
گھنٹوں میں یاد کرتے آپ منٹوں میں یاد کر لیتے۔ اس کے بعد مولانا عبدالکریم
صاحب سے آپ کی تعلیم شروع ہوئی۔ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب ضلع
میانوالی کے باشندے تھے۔ انہیں حضرت شیخ ثانی قدس سرہٗ کی مہربانیوں اور
ذرہ نوازیوں نے آستان شیخ پر اقامت کے لئے مجبور کر دیا تھا۔ حضور شیخ
ثانی قدس سرہٗ نے بدھ کے روز شام کے وقت آپکو اور آپ کے چھوٹے
بھائی میاں عبدالکریم صاحب مرحوم کو مولانا عبدالکریم صاحب سے اردو کا
قاعدہ شروع کروایا۔ یہ فقیر جامع الکتاب مولانا موصوف سے ان دنوں
نحو کے ابتدائی رسائل پڑھتا تھا۔ دونوں صاحبزادوں کو جیم تک حضرت مولانا
نے حروف پڑھوائے۔ اس موقع پر حضرت شیخ ثانی نے اس فقیر کی طرف اشارہ
کرتے ہوئے فرمایا کہ ان بچوں کا اصل استاد یہی ہے۔ اب حضرت مولانا کے
پاس باقاعدہ تعلیم شروع ہو گئی۔ تھوڑے دنوں میں عربی کتابوں کے اندر آپکو
اچھا خاصا ملکہ پیدا ہو گیا، یہاں تک کہ منطق وغیرہ کی کتابوں میں حضرت مولانا
عبدالکریم صاحب کے ساتھ بعض مسائل پر کئی دفعہ بحث و مباحثہ ہو جاتا۔ اس
کے بعد حضرت مولانا سراج احمد صاحب دامت برکاتہم اور میرے والد ماجد
رحمۃ اللہ علیہ سے بھی آپ نے کچھ اسباق پڑھے، بالآخر باقاعدہ طور پر مجھے
ان کی تعلیم پر مقرر کیا گیا۔ میرا بھی تعلیمی زمانہ تھا اپنے اسباق سے فارغ ہو کر
میں ان کو پڑھاتا تھا۔ کئی لوگ درسگاہ میں آکر حیرانی کے عالم میں پوچھتے کہ تم میں
استاد کون ہے؟ اور شاگرد کون۔ کیوں کہ عمر کا زیادہ تفاوت نہیں تھا۔ چنانچہ
شرح ملا۔ شرح وقایہ اور مشکوٰۃ وغیرہ تک آپ نے کتابیں پڑھیں لیکن
نہایت سمجھ کر پڑھیں اور دوسری کتابوں کو سمجھنے کا خاصا ملکہ پیدا ہو گیا۔ آگے
چلکر قدرت نے آپ کے کاندھوں پر چونکہ ایک عظیم بار ڈالنا تھا۔ اس لئے

ابتدا سے غیر معمولی ذہانت وقابلیت عطا کی تھی۔

آپکی شجاعت وجرأت

با سلاطیں درفتد مرد فقیر　　　از شکوہ بوریا لرزد سریر

حضرت سجادہ نشین صاحب دامت برکاتہم کو جلال درعب اپنے دادا حضور شیخ ثانی قدس سرہ سے ملا ہے جنکی محفل میں بڑے بڑے لوگوں کو زبان کھولنے کی ہمت نہیں پڑتی تھی۔ حضرت سجادہ نشین صاحب اگرچہ انتہائی منکسر المزاج اور سادہ زندگی گزارنے کے عادی ہیں اور ہر شخص سے نہایت آزادی سے ملتے ہیں اس کے باوجود ہر وقت ان کی مجلس میں بیٹھنے والے لوگ بھی اپنے آپکو بے تکلف محسوس نہیں کرتے۔

حضرت پیر صاحب کی جرأت وشجاعت کے واقعات قابل دید ہیں ایسے موقعوں پر عموماً حضرت شیخ ثالث قدس سرہ' نے انہی کو بھیجا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت شیخ ثالث قدس سرہ کے زمانے میں ایک ہندو عورت بھرچونڈی شریف میں مسلمان ہوئی کچھ عرصہ بعد ہندوؤں نے کوشش کرکے زبردستی اس عورت کو ہندوں میں واپس کرا دیا۔ حضور شیخ ثالث قدس سرہ کے لئے یہ بات ناقابل برداشت تھی۔ آپنے فوراً اپنے بڑے صاحبزادے (موجودہ سجادہ نشین) کو بلوایا اور حکم دیا۔ کہ اس سلسلہ میں وہ ضروری اقدام کریں۔ چنانچہ حضرت پیر صاحب خواجہ عبدالرحیم صاحب مدظلہم العالی رحیم یارخاں تشریف لائے پولیس سے ملے اور صحیح صورت حال سے انکو مطلع کیا اوران سے فرمایا کہ عورت کو مجسٹریٹ کے سامنے بلوا کر اس کے بیان لئے جائیں اگر وہ مسلمان ہے تو ہمیں دی جائے ورنہ وہ ہندوں میں رہے، یہ بات آپ نے اس انداز سے مقامی افسران سے کہی کہ وہ مرعوب ہوتے بغیر نہ رہ سکے، اتنے میں حضرت شیخ ثالث قدس سرہ بھی جماعت کے

ساتھ تشریف لائے۔ آخر اس عورت کو بلوایا گیا۔ موجودہ پیر صاحب
نے تمام حفاظتی انتظامات پرائیویٹ طور پر پہلے سے مکمل کر لئے تھے
تاکہ پھر اسکو دوبارہ اغوا نہ کیا جا سکے۔ اس عورت نے بیان دیا کہ میں
مسلمان ہوں اور مسلمانوں کے پاس رہنا چاہتی ہوں۔ چنانچہ باعزت
واحترام اسکو لیکر یہ حضرات واپس ہوئے۔ اس سلسلے میں اگرچہ حکم
حضور شیخ ثالث قدس سرہٗ ہی کا تھا۔ لیکن ساری کوشش حضرت
سجادہ نشین نے ہی کی۔ اسی نوعیت کا ایک دوسرا واقعہ ہے کہ ایک
ہندو عورت مسلمان ہوئی تو ہندوؤں نے مل کر اسکو پکڑ کر میرپور خاص میں
ایک مکان میں بند کر دیا۔ اور اسکو مار پیٹ بھی کی۔ حضرت شیخ
ثالثؒ ان دنوں بھرچونڈی شریف تشریف نہیں رکھتے تھے موجودہ پیر
صاحب کو اطلاع پہنچی آپ خاموش بیٹھنے والے کہاں تھے۔ جماعت
کے ایک دو فقیروں کو ساتھ لیکر سیدھے میرپور پہنچے اس مکان سے
ذرا فاصلے پر ٹھہر گئے۔ عورت کی چیخ و پکار کی آواز وہاں تک آ رہی
تھی، پہلے یہ خیال ہوا کہ ان کے گھر سے چھین لی جائے لیکن پھر مصلحتاً باہر
ٹھہر کر انتظار کرنے لگے کیونکہ ہندوؤں کا پروگرام یہ تھا کہ اسے کسی
دوسری جگہ منتقل کر کے لے جائیں۔ اسی اثناء میں انہیں بھی پتہ چل گیا کہ
بھرچونڈی شریف کے مجاہد آ گئے ہیں اور شہر کے اہم ناکوں پر متعین ہیں
اس سے وہ ڈر گئے۔ اور باہر نکلنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ اب حضرت
پیر صاحب کو بڑی تشویش ہوئی وقت زیادہ گزرتا جا رہا تھا۔ اسلامی
غیرت بیٹھنے نہیں دیتی تھی، آخر آپ میرپور میں فوج کے ایک افسر سے
جا کر ملے اور اسے صورت حال سے مطلع کیا۔ چنانچہ اس کے
مشورے سے آپ نے خود ایک درخواست دی کہ شہر کو خطرہ ہے
اور فوج فوراً اس کا انتظام کرے بات تھی بھی صحیح۔ حالات نازک

صورت اختیار کر گئے تھے اور فوج فوراً اس کا انتظام کرے بابت عورت کو اپنے قبضہ میں لے لیا اور اگلے دن اسے سیشن جج کی عدالت میں پیش کیا جہاں اس نے اپنے مسلمان ہونے کا اقرار کیا اور حضرت پیر صاحب کے حوالے کر دی گئی۔ ظاہر ہے کہ اگر یہ کوشش اور بھاگ دوڑ نہ ہوئی تو ایک عورت جو مسلمان ہو چکی تھی زبردستی مرتد بنا دی جاتی ظاہر میں یہ واقعہ کتنا بھی حقیر معلوم ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس سے بڑھ کر اسلام کی اور کیا خدمت ہو سکتی ہے کہ انسان اپنی جان پر کھیل کر اسلامی وقار پر حرف نہ آنے دے۔

یہ محض حضرت صاحب کی ذاتی شجاعت۔ بہادری اور بلند ہمتی کا نتیجہ ہے۔ جس زمانے میں مسجد منزل گاہ کا جھگڑا چل رہا تھا۔ اور حضرت صاحب "شیخ ثالث" کو نظر بند کر دیا گیا تھا۔ حکومت کا خیال تھا کہ بڑے پیر صاحب کا تو کچھ اندازہ نہ ہو سکا۔ یعنی ان کے ارادوں اور منصوبوں کا علم نہ ہو سکا۔ ممکن ہے ان کے صاحبزادے سے کوئی باتیں ایسی ہمارے ہاتھ آ جائیں جن سے پیر صاحب کے خلاف کوئی اہم اور مضبوط الزامات قائم کئے جاسکیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں ایک کمیٹی مقرر کی گئی۔ ایک جج اس کا صدر تھا۔ اور موجودہ پیر صاحب کو بلایا گیا۔ مسجد منزلگاہ سے متعلق انہوں نے کئی سوالات پوچھے لیکن کیا مجال آپ کے کسی جواب سے ذرا سی لچک ہو۔ انہوں نے یہ بھی پوچھا۔ اللہ بخش سابق وزیر اعظم سندھ سے آپ کے کیسے تعلقات ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا اس سوال کی وضاحت کی جائے۔ انہوں نے کہا آپ کے کوئی اس سے دوستانہ مراسم، آپ نے فرمایا۔ مراسم میں ایک دوسرے کے پاس آنا جانا ہوتا ہے۔ نہ ہم کبھی اس کے پاس گئے ہیں اور نہ کبھی وہ آیا ہے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے میں نے تو اس کی شکل تک نہیں دیکھی۔ اس کے علاوہ انہوں نے اور

بھی کئی ایک سوال کئے۔ لیکن انہیں کچھ ہاتھ نہ آسکا اور اپنا سامنہ لے کر رہ گئے البتہ انہوں نے سمجھ لیا، کہ الولد سر لابیہ آخر یہ بھی اسی شخص کا صاحبزادہ ہے جس کی حقیقت کو ہم آجتک نہیں سمجھ سکے، جوابات کے دوران آپ نے انتہائی وقار اور تحمل کا مظاہرہ کیا۔ اور کسی سوال کو کوئی اہمیت ہی نہیں دی۔ اور جو جواب بھی دیا نہایت کھرا، دو ٹوک واضح اور بغیر کسی جھجک کے، اس سے اس کمیٹی پر آپ کی شخصیت، تدبر، فراست، کا بہت گہرا اثر پڑا۔

(نوٹ) عجلت کی بنا پر حضرت سجادہ نشین صاحب بھرچونڈی شریف اور حضرت پیر عبدالرحمٰن صاحبؒ کے دوسرے صاحبزادوں کے حالات تفصیلی طور پر درج نہیں ہو سکے۔

اسی طرح سندھ کے معروف سیاسی لیڈر محمد امین خان کھوسو نے حضرت صاحب مرحوم کی سیاسی سرگرمیوں اور تحریک پاکستان میں ان کے کارہائے نمایاں پر ایک مستقل باب ہمیں لکھ کر دیا جو تاخیر سے موصول ہونے کی وجہ سے شریک اشاعت نہ ہو سکا۔

محمد امین خان کھوسو سندھ کے گزشتہ چالیس سالہ دورِ سیاست میں مخصوص مقام رکھتے ہیں۔ آپ مولانا عبیداللہ سندھی کے تربیت یافتہ اور ان کے قریبی و بااعتماد رفقاء میں سے ہیں۔ محمد امین خان نے اپنے شیخ (امام العصر حضرت عبدالرحمٰن قدس سرہٗ) کی ہمراہی میں ہر گام پر بساطِ سیاست پہ مہرے جمائے ہیں۔ ان کے قلم سے نکلی ہوئی سیاسی و تاریخی دستاویز بھی انشاءاللہ دوسرے ایڈیشن میں شامل اشاعت ہوگی۔

اس دربار کے خلفاء

مختصر عرصے میں اس دربار نے جو دین کی خدمت انجام دی ہیں اور جن جواہر ریزوں کو چن چن کر اپنی خانقاہ کی زینت بنایا ہے وہ صاحب نظر سے پوشیدہ نہیں ہیں جام عرفان پی کر جن متوالوں نے اس درگاہ کی گدائی کو اورنگ خسروی سے بہتر جانا ہے ان کا حال ہم قدرے لکھ آئے ہیں اب وہ حضرات جو ان اصحاب ثلثہ رحمہم اللہ کے مجاز اور خلفا ہوئے ہیں جو آسمان ولایت و عرفان کے کوکب بن کر چمکے اور جنہوں نے ہزارہا گم گشتگان بادیہ ضلالت کو در مولیٰ پر جھکایا ان کا مختصر تعارف کراتے ہیں تاکہ ناظرین کتاب کے سامنے حضرات مشائخ رحمہم اللہ کا یہ کمال بھی واضح ہو کر سامنے آجائے۔

حضور شیخ اعظم بانی بھرچونڈی شریف کے خلفاء کرام سے

ہر گل نو کہ شد چمن آرا　　　اثر رنگ و بوئے صحبت اوست

خانپور شہر کے قرب و جوار میں دین پور ایک بستی ہے۔

خلیفہ صاحب دین پوری جسکی بنیاد کامل اکمل العارفین حضرت خلیفہ غلام محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سر ہے۔ آپ شیخ اعظم بانی بھرچونڈی شریف کے اعاظم خلفاء میں سے تھے، نہایت ہی متقی متورع حدود شریعت مقدسہ کے محافظ مستحبات نبویہ کے سختی سے پابند تھے۔

بھرچونڈی شریف کے شمالی سمت "راجن پور" ایک بستی ہے وہاں ایک قدیمی مدرسہ تھا جس میں خلیفہ صاحبؒ نے ابتدائی تعلیم پائی ہے۔ ایک دفعہ اس مدرسہ کے استاد مع جماعت طلباء بھرچونڈی شریف حاضر ہوئے عصر کی نماز کا وقت تھا طلباء اور استاد جلدی وضو کر کے جماعت میں شامل ہو گئے لیکن حضرت خلیفہ صاحب نے کافی دیر کے بعد جبکہ جماعت ہو چکی تھی آکر منفرد نماز ادا کی، مولوی صاحب نے تاخیر کا سبب پوچھا۔ خلیفہ صاحب نے فرمایا طہارت کیلئے لوٹے کی ضرورت تھی اور نہیں مل رہا تھا۔ استاذ نے فرمایا

کہ کنواں چل رہا تھا۔ خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کھوئیں کا پانی حضور شیخ اعظم کے باغ میں جارہا ہے۔ اس سے استنجا کرنا ادب کے خلاف سمجھا، لوٹے کی تلاش میں دیر ہوگئی۔ گویا نماز بجماعت کے ثواب پر نگاہ نہ کی لیکن اس نالی سے وضو کرنا بے ادبی سمجھا جو شیخ طریقت کے باغ میں جارہی تھی۔ ادب کے اس مقام کو وہی سمجھ سکتا ہے جس نے کوچہ فقر کی سیر کی ہو۔

کیمیائیست عجب بندگی پیر مغاں
خاک رو گشتم و چندیں درجاتم دادند

حضور شیخ ثالث مجاہد اعظم حضرت عبدالرحمٰن صاحب قدس سرہٗ مارواڑ سے ایک گھوڑا خرید لائے تھے۔ جو گدھے جتنا قد رکھتا تھا اور نہایت سست رفتار تھا آپ سندھ والوں کو دکھانے کیلئے بطور نمونہ لائے تھے۔ وہ گھوڑا حضور نے قبلہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھجوایا۔ ہمارے شہر میں ایک حافظ صاحب تعلیم القرآن کے مکتب میں معلم تھے اور خلیفہ صاحب سے بیعت تھے ایک دفعہ حافظ صاحب مذکور قبلہ والد صاحب سے وہی گھوڑا سواری کے لئے مانگ کر دین پور گئے۔ خلیفہ صاحبؒ نے پوچھا یہ گھوڑا کس کا ہے حافظ صاحب نے کہا لنگر عالیہ بھرچونڈی شریف سے قبلہ شاہ صاحب کے پاس آیا ہے جونہی خلیفہ صاحب نے یہ بات سُنی فوراً اٹھ کر گھوڑے کو گلے لگایا پیشانی چومی آبدیدہ ہو گئے ؎

گو واں نہیں پہ واں کے نکالے ہوئے تو ہیں
کعبہ سے ان بتوں کو بھی نسبت ہے دُور کی

حافظ صاحب جتنا وقت دین پور ٹھہرے رہے۔ خلیفہ صاحب خود گھوڑے کی خاص طور پر دیکھ بھال فرماتے رہے۔

فقیر جامع الکتاب کے استاذ مکرم مولوی عبدالرزاق صاحب مرحوم بھی مدرسہ شمس العلوم بستی مولویاں میں مدرس تھے اور حضرت خلیفہ صاحب سے بیعت تھے ایک دفعہ سبق کے دوران انہوں نے خلیفہ صاحبؒ کا ایک واقعہ سُنایا۔

"حضرت شیخ اعظم بانی بھرچونڈی شریف صلوٰۃ التسبیح با جماعت پڑھاتے تھے۔ خلیفہ صاحبؒ نے بھی دین پور میں یہی طریقہ رکھا حالانکہ نوافل کی جماعت بتصریح فقہائے کرام مکروہ

ہے۔ مولانا استاذ مرحوم نے در المختار جو فقہ حنفی کی معتبر کتاب ہے پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ حضرت! نوافل کی جماعت مکروہ ہے۔ اور یہ موقوف کر دی جائے، خلیفہ صاحبؒ دیر تک منہ گریبان میں ڈالے خاموش رہے کافی دیر کے بعد سر اٹھا کر فرمایا لوگوں کے پیروں اور بزرگوں نے خلاف سنت طریقے رائج کر رکھے ہیں مریدوں اور پیروں نے انہیں عبادت کا درجہ دیدیا ہے ہمیں مولوی لوگ عبادت سے بھی روکنا چاہتے ہیں۔ جو ہمارے شیخ نے ادا فرمائی ہے مولوی صاحب نے فرمایا میں بہت نادم ہوا۔

آپکی جماعت کافی ہے آپ کے صاحبزادے مولانا عبدالہادی صاحب سجادہ نشین ہیں اور دین پور میں دین والیان کی بہار ان کے دم سے قائم اور حلقۂ ذکر الٰہی اپنی پوری شان و شوکت سے دائم ہے اللھم زد فزد۔

آپکو دین پور سے باہر ایک گورستان میں سپرد خاک کیا گیا ہے مسجد کے پہلو میں دفن ہونے کو آپکی جماعت کے ارباب بست و کشاد نے بدعت سیۂ قرار دے دیا ان کا خیال ہے کہ مسجد کے قریب دفن کرنے سے بدعات و رسومات شرکیہ کا دروازہ کھل جاتا حالانکہ مسجد سے متصل جنوبی چبوترہ خلیفہ صاحبؒ نے اسی لئے بنوایا تھا اور مسجد کے پہلو میں دفن ہونا بزرگان دین کا طریق متوارث چلا آیا ہے، آپ ذی الجہ ۱۳۵۶ھ میں فوت ہوئے۔

زاہد بہ نماز و روزہ ضبطے دارد
سرمد بمئے و پیالہ ربطے دارد
می ندانم کہ یار مشغول بجیست
ہر کس بخیال خویش خبطے دارد

خلیفہ صاحبؒ خانگڑھ شریف میر پور ماتیلہ سے جنوب کی طرف بارہ میل کے فاصلے پر خانگڑھ شریف نام کا ایک قصبہ ہے حضرت مولانا عبدالغفار صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی بستی کے باشندے تھے، آپ بہت بڑے عالم فاضل تھے۔ آپ کے کتب خانے کا بیشتر حصہ بھرچونڈی شریف منتقل ہو آیا ہے۔ تفسیر روح البیان اور شیخ اکبر محی الدین ابن العربی کی تفسیر قرآن جو تصوف کے رنگ میں ہے پر میں نے مولانا صاحب کے

نشانات دیکھے ہیں جو ان کے تجرِ علمی پر دال ہیں

حاجی مہرخاں جو اس بستی کے زمیندار تھے نے حضور شیخ اعظم بھرچونڈی شریف کی خدمت میں دعوت پیش کی آپ خانگڑھ تشریف لے گئے مولانا صاحب وہیں آپ سے بیعت ہوئے تصور صورت شیخ پر مولانا صاحب کو علمی حیثیت سے چند دن انکار رہا لیکن شیخ اعظم کی صحبت میں جب حقائق منکشف ہوئے اور عالم باطن کے احوال و مواجید عالم کثرت میں صورت شیخ میں ظاہر ہوئے تو مولینا صاحب کو اقرار کرنا پڑا۔

شیخ اعظم قدس سرہٗ نے ایک شخص کے ذریعے پیغام بھیجا کہ مُلا کو کہو۔ اب تو تم نے مان لیا پیغام رساں نے لفظ ملا چھوڑ کر باقی الفاظ دہرائے مولانا صاحب نے فرمایا وہی الفاظ کہو جو زبان ولایت ترجمان سے ادا ہوئے پھر اس شخص نے پورا پیغام سنایا۔ مولانا صاحب پر محویت کا عالم طاری ہوا بار بار اس لفظ کو دہراتے اور سر دھنتے تھے۔

بدم گفتی و خورسندم عفاک اللہ نکو گفتی
جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

آپ کے صاحبزادے مولوی احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت میں نے کی تھی اور انکی مجلس میں بیٹھنے کا شرف بھی حاصل ہوا ہے، آپ مستجاب الدعوات تھے۔ تعویذ لکھے بغیر یونہی کوئی کاغذ اٹھا کر لپیٹ کر دیدیتے تھے لیکن سائل کا کام فوراً ہوجاتا تھا۔ آپ کے معتقدین کا حلقہ بہت وسیع ہے۔ بلا امتیاز مذہب و ملت آپ کے حلقہ بگوش پھیلے ہوئے تھے۔ اگر کبھی بازار سے گزر ہوتا تو ہندو اپنی ترازو بھول جاتے اور اٹھ کر آپ کے پیچھے چل پڑتے۔ جب حضور شیخ ثانی قدس سرہٗ کا وصال ہوا تو حضرت قبلہ شیخ ثالث حضور عبدالرحمٰن نور اللہ مرقدہٗ کی رسم دستار بندی آپ نے فرمائی، آپ سندھی زبان کے بہترین شاعر تھے واردات قلب و سندھی اشعار میں ایسے پیرایہ میں ڈھالا ہے جیسے انگشتری میں نگینہ جڑا ہوا ہو۔ آپ نے مشکوٰۃ شریف کا سندھی میں ترجمہ بھی کیا ہے اور بعض دیگر علمی رسائل بھی تصنیف فرماتے ہیں۔ سندھی زبان میں آپ صاحب دیوان ہیں۔

ع خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

خلیفہ تاج محمود صاحب امروٹی آپ رک اسٹیشن کے قریب امروٹ شریف میں پیدا ہوئے خاندان سادات سے متعلق تھے آپکا شمار سندھ کے ممتاز علماء میں ہوتا تھا طالب العلمی کا زمانہ گزرا تو علم باطن کی پیاس نے آپکو میخانہ پیرمغاں کے آستاں پر پہنچا دیا۔ بھر چونڈی شریف کا میکدہ دور دور سے میکشوں کو دعوت ناؤنوش دے رہا تھا۔ یاران نکتہ داں کیلئے صلائے عام تھی تشنہ کام آتے اور عرض کرتے ہے

ساقیا برخیز و در دہ جام را
خاک بر سر کن غم ایام را

مولانا صاحب بزم اقدس میں پہونچے ایک ہی نگاہ میں بیع ہوگئے۔ بیعت سے سرفراز ہوئے تو دُنیا بدل گئی اشغال باطنی کی تکمیل کے بعد خلعت خلافت سے مفتخر ہوئے حکومت الہٰی کا دربار دیکھا تو دنیوی حکومت کا رعب پرکاہ کے برابر نہ سمجھا۔ گورنمنٹ برطانیہ کے ساتھ وہ ہاتھ کھیلے کہ سندھ کا مورخ اسے کبھی فراموش نہیں کرسکتا۔" تحریک خلافت زوروں پر تھی لاکھوں رضا کار سر سے کفن باندھ کر آپکی تنظیم میں داخل ہوئے جہاں ترکوں کی حمایت میں جلسہ ہوتا اور مولانا صاحب موصوف کی آمد ہوتی تو لاکھوں انسان چشم براہ ہوتے جونہی جلسے میں صدر کی حیثیت سے کرسی صدارت پر رونق افروز ہوتے فضا "بلبلانِ سندھ" کے سریلے نغموں سے مرتعش ہوجاتی۔

اے تجھے شاہ ترکی کے خداوندا مظفر کر
ستارۂ دین جو دائم درخشاں رہے منور کر

مدرسہ کرکی فرمائشیں ہوتیں ہزاروں نہیں لاکھوں روپیہ چندہ ہوتا جو ترکوں کو بھیجا جاتا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ ترکوں پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے ایک طرف ان کے سروں پر جنگ کے بادل منڈلا رہے تھے۔ تو دوسری طرف قحط کا زور تھا۔ مولانا صاحب نے لپنے کردار سے ثابت کردیا تھا کہ اسلام کا رشتہ تمام رشتوں سے بالاتر ہے اسے بحرالکاہل کی تہہ جانیت نہیں توڑ سکتی حکومت برطانیہ کے افسر غصے سے بپھرے

آتے لیکن جونہی اس قلندر پر نگاہ پڑتی اپنی ٹوپیاں اتار کر سلام کرنے پر مجبور ہو جاتے۔

دل میں سماگئی ہیں قیامت کی شوخیاں
دو چار دن رہے تھے کسی کی نگاہ میں

حضرت مولانا سراج احمد صاحب مکھن بیلوی ثم خان پوری نے فرمایا کہ جب میں حضرت شیخ ثانی قدس سرہ کے زمانے میں ان کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم پر مقرر ہوا تو ایک دن فقیر الٰہی بخش بھٹہ ساکن گوٹھ باگہ بھٹہ (جو اکثر حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہتا تھا) نے روایت کی کہ میں نے حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اپنی ایک مصیبت کیلئے دعا کے واسطے عرض کیا آپ نے دعا فرمائی لیکن کچھ نہ ہوا چند دنوں کے بعد دوبارہ حاضر خدمت ہوا اس پر حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا" کہ جب مسٹر گاندھی جیل میں گئے تھے میں نے ان کی رہائی کیلئے دعا مانگی کافر کیلئے دعا دربار بے نیاز میں ناپسند ہوئی اسی دن سے میری کوئی دعا مقرون بالاجابت نہیں ہوئی۔ آپ کے خلفاء میں سے مولانا حماد اللہ صاحب ہالیجوی اور مولانا احمد علی صاحب لاہوری مشہور ہو گزرے ہیں۔

خلیفہ دل مراد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ ریلوے سٹیشن ہیبت شہید (کشمور لاڑکانہ) کے نزدیک بستی تنگوانی میں سکونت رکھتے تھے۔ آپ بلوچ قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ نہایت منکسر المزاج متواضع سیدھے سادے موٹا کھانا اور موٹا پہننا آپکا معمول تھا دل یاد الٰہی سے کبھی غافل نہیں ہوا فرمایا کرتے جب سے میں شیخ اعظم مالک مقام تحقیق بانی بھرچونڈی شریف کے دامن اقدس سے بیعت کی صورت میں وابستہ ہوا ہوں ایک آن کیلئے یاد الٰہی سے غافل نہیں ہوا اور نہ ہی صورت شیخ آنکھوں سے اوجھل ہوئی ہے۔ حضرت شیخ ثانی قدس سرہ فرمایا کرتے خلیفہ دل مراد صاحب وہ چشمہ ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں اگرچہ ایک عالم اس سے سیراب ہو۔ خلیفہ صاحب ذکر پاس انفاس میں مخصوص مقام کے مالک

تھے فرماتے کہ سانس اپنے اختیار میں ہے نکالیں چاہے نہ نکالیں۔

حضرت مولانا مفتی سراج احمد صاحب نے فرمایا کہ میں نے خلیفہ صاحبؒ کی خدمت اقدس عرض کیا کہ حضرت! میں پاس انفاس اور سلطان الاذکار کرتا ہوں لیکن میرے لطائف نہیں کھلتے۔ آپ نے فرمایا میرے کہنے کے مطابق کریں اب کھل جائیں گے آپ کے بتلائے ہوئے طریق پر میں نے عمل شروع کر دیا جلد ہی مجھے معلوم ہوگیا کہ میری رگ رگ ذاکر ہے دنیا ہیچ نظر آنے لگی بلکہ بے تعلقی سی پیدا ہوگئی سن وفات کے متعلق معلوم نہیں ہو سکا۔ ؏

بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

زبدۃ الکاملین عالم فاضل خلیفہ مولانا شمس الدین صاحب احمد پوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ احمد پور لمہ کے باشندے تھے اور وہیں سکونت تھی بہت بڑے عالم فاضل اور شیخ اعظم قدس سرہ کے اعاظم خلفاء میں سے ہیں۔ آپکا کتب خانہ جو قیمتی اور نادر کتب پر مشتمل تھا۔ بھر چونڈی شریف منتقل ہو آیا ہے، آپکی اولاد نرینہ نہ تھی صرف ایک دختر نیک اختر تھی جو حضرت شیخ ثالث پیر عبد الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عقد میں آئیں، ان سے آپکی نرینہ اولاد نہیں ہوئی صرف تین صاحبزادیاں پیدا ہوئیں ان میں سے چھوٹی اللہ کو پیاری ہوگئی دو بقید حیات اپنے بھائی موجودہ سجادہ نشین صاحب کے سایہ عاطفت میں آرام کی زندگی گزار رہی ہیں۔

شیخ ثانی قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر مولانا صاحبؒ کچھ وقت اور زندہ رہتے تو احمد پور کے خذف ریزے بھی اللہ اللہ کرتے آپ جامع مسجد احمد پور کے امام بھی تھے۔ مسجد کے شمالی دروازہ کے نیچے آرام فرما ہیں اور احمد پور کے لوگ آپکی روحانیت سے مستفیض ہو رہے ہیں۔

خلیفہ رب ڈنہ ہکڑہ رحمۃ اللہ علیہ

رتہ ڈیرہ کے مضافات میں ایک بستی میں آرام کی نیند سو رہے ہیں۔ آپ کا صاحبزادہ بھر چونڈی شریف آتا رہتا ہے، آپ عارف باللہ درویش تھے خلیل فقیر موذن نے مجھ سے

ان کا ایک واقعہ بیان کیا کر ذکر نفی اثبات میں آپ لا الٰہ کہتے تو آپکا ہر عضو جسم سے علیحدہ ہوجاتا اور جب الا اللہ پر پہنچتے تو پورا جسم نظر آنے لگتا۔ تاریخ وصال کا علم نہیں ہو سکا۔

خلیفہ ابوالخیر کوٹہ والے رحمۃ اللہ علیہ

جذبہ محبت آپکو شیخ اعظم بانی بھر چونڈی شریف کی خدمت لے آیا، آتے ہی بیعت سے سرفراز ہوئے۔ تین دن رہے تیسرے دن خلافت سے ممتاز کئے گئے عالم فاضل متقی اور نہایت پاکیزہ بزرگ تھے، آپ کے صاحبزادے مولوی عبدالرحیم صاحب بھی کبھی عرس کے موقع پر حاضری دیتے ہیں یہ بھی اپنے والد کی طرح باخدا درویش ہیں فارسی سے بہت عشق رکھتے ہیں۔

مولانا عمر جان نقشبندی چشمے والے رحمۃ اللہ علیہ

آپ نقشبندی سلسلہ کے بزرگ تھے حضور شیخ اعظم بانیؒ بھر چونڈی شریف کی نگاہ ناز نے قادری سلسلہ میں منسلک ہونے پر مجبور کردیا، داخل سلسلہ عالیہ قادریہ ہوئے اور قادریت انکا اوڑھنا بچھونا ہوگئی۔ ایک دن اپنے نومولود پوتے کو حضرت بانی بھر چونڈی شریفؒ کی خدمت میں لے عرض کیا ایں را دعا بکنید حضور شیخ اعظمؒ نے فرمایا بلے ایں پیر ملایان است۔ دنیا نے دیکھا کہ وہ نومولود بچہ بڑا ہو کر اس دیار کے اکثر علماً کا پیر بنا۔ آپ کا سن وصال اور مکمل حالات نہیں مل سکے۔

حضور شیخ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے صرف چند خلفاً کا ہم نے مختصر طور پر تعارف کرایا ہے، ورنہ آپ کے خلفاً کی ایک بہت بڑی تعداد ہے۔ جو غیر ممالک تک پھیلی ہوئی ہے۔ ہمیں اس بات کا بھی پورا پورا احساس ہے کہ جن خلفاً کا ہم نے ذکر کیا ہے ان کے بھی مکمل خاندانی حالات نہیں لکھ سکے سوانحمریاں لکھنے والے حضرات اچھی طرح جانتے ہیں کہ کسی کے حالات لکھنے کیلئے کتنی مشکلات پیش آتی ہیں۔ تاہم یہ ہماری پہلی کوشش ہے انشاء اللہ العزیز دوسرے ایڈیشن میں یہ کمی پوری کردی جائیگی۔

حضرت شیخ ثانی قدس سرہ کے خلفاء کرام

الحاج حضرت سید سردار شاہ صاحب گڑھی شریف

آپ حضرت شیخ ثانی کے اعظم خلفاء میں سے تھے عالم فاضل جامع کمالات صوری ومعنوی دنیا واہل دنیا سے بے تعلق خان پور سے آٹھ میل کے فاصلے پر گڑھی اختیار خاں، جو ایک تاریخی قصبہ ہے۔ آپکی جائے ولادت ہے حاجی اختیار خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک پاکباز اور باخدا انسان تھے، ان کی بنی ہوئی عظیم الشان مسجد آج بھی اپنے بانی کا خطبہ پڑھ رہی ہے۔ اسی مسجد کو دیکھ کر حضور شیخ اعظمؒ نے اسی نمونے پر بھرچنڈی شریف کی مسجد بنوائی۔

آپ خاندان سادات میں بخاری قطبی کہلاتے تھے درس نظامی اپنے علاقہ میں مکمل فرمایا دورۂ حدیث شریف اور فصوص الحکم مدینہ منورہ میں مولانا محمد عبدالباقی لکھنوی ثم المدنی سے پڑھا، آپ دوبار دیار عرب تشریف لے گئے اور ایک ایک سال وہاں قیام فرمایا یعنی چار حج کئے۔ ہوا یوں کہ جب آپ پہلے حج سے فارغ ہوتے اور واپسی کا ارادہ فرماتے تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جمال جہاں آرا سے مشرف فرماتے۔ اور زبان مبارک سے یہ ارشاد فرماتے المدینۃ خیر لھم لو کانوا یعلمون۔ آپ واپسی کا ارادہ ملتوی فرما دیتے :۔ ع

من بگوشِ خود از دہانش دوش — سخنہائے شنیدہ ام کہ مپرس
ہمچو حافظ غریب در رہ عشق — بمقامے رسیدہ ام کہ مپرس

آپ کئی خوبیوں کے مالک تھے آپ کی مجلس میں جو بیٹھ جاتا اٹھنا بھول جاتا قرآن مجید کے دس پاروں کی تلاوت روزانہ کا معمول تھا، مرض الموت کے علاوہ اس میں کبھی ناغہ نہ ہوا۔ فرمایا کرتے کہ جب تلاوت کرتا ہوں زبان میں شہد کا مٹھاس آجاتا ہے اور مزے لے لے کر پڑھتا رہتا ہوں۔ علوم باطنی کا شوق آپ کو حضور

شیخ ثانی قدس سرہٗ کی خدمت لے گیا جہاں آپ نے باطنی علوم کی تکمیل فرمائی پھر تو یہ حالت ہوئی کہ ہر سالک و شاغل جو حضرت شیخ ؒ کی خدمت میں آتا، وہ آپ کے پاس بھیجدیا جاتا حضور شیخ ثانی قدس سرہٗ کی زندگی میں بھرچونڈی شریف کی مسجد کے امام بھی آپ تھے اور حلقہ ذکر بھی آپ کے سپرد تھا۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخصوص نظر کرم آپ کے شامل حال تھی مدینہ منورہ میں اقامت کے زمانے میں جس چیز کی ضرورت ہوتی مواجہہ شریف میں عرض کرتے فوراً شنوائی ہوتی۔ ے

دل کے آئینہ میں ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

ایک دفعہ کپڑے میلے ہو گئے اور صابون وغیرہ کے لئے پیسے نہ تھے۔ آپ نے مواجہہ شریف میں عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کپڑے میلے ہو گئے ہیں تیرے دربار میں حاضری دینے سے شرم آتی ہے، عصر کی اقامت ہوئی آپ نماز میں شامل ہو گئے۔ سلام کے بعد ایک شخص نے پیچھے سے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا یہ صابون لے لیجئے اور کپڑے دھو لیجئے۔ اگر مجھے اتار دیں تو میں دھو دوں! آپ نے فرمایا نہیں! میں نے جو کچھ عرض کیا تھا وہ مجھے مل گیا۔

آپ اپنی اقامت کے زمانے کا ایک واقعہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ "ایک دفعہ ہم حرم مدینہ منورہ میں بیٹھے تھے اتنے میں مولوی خلیل احمدؒ انبیٹھوی سہارنپوری حرم شریف میں آئے اور نماز ظہر ادا کی ایک مصیبت زدہ عرب دور سے مولوی صاحب کی نماز خشوع و خضوع دیکھتا رہا جب نماز سے فارغ ہوئے تو وہ عرب قریب آیا اور مولوی صاحب سے کہنے لگا اے شیخ! آپ اللہ کے ولی معلوم ہوتے ہیں آپ نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی نماز یاد دلادی ہے۔ آپ کی دعا یقیناً بارگاہ الٰہی میں مقبول ہے۔ میں سخت مصیبت زدہ ہوں آپ میرے ساتھ چلکر روضہ شریف کی جالی کے سامنے میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں

کہ میری مشکل آسان ہو جائے کیونکہ یہ جگہ ایسی ہے جہاں دعائیں مقبول ہوتی ہیں۔ جونہی مولوی صاحب نے یہ بات سنی چیں بجبیں ہو کر بولے۔ تم اہل عرب نے مکہ کے مشرکین کا اعتقاد اپنا لیا ہے۔ خدا یہاں نہیں سنتا جو وہاں چلیں تمہیں ایسی بات کہتے ہوئے شرم نہ آئی۔ مولوی صاحب کا یہ کہنا ان کے لئے دبال جان بن گیا اس عرب نے کہا۔ لعنت ہو تم پر تم تو مجوسی نکلے دُور سے میں نے اندازہ لگایا کہ تم مسلمان ہو گے لیکن تم منافق ہو اسلام کی آڑ میں تم نے اپنے مطلب کی نشر و اشاعت کا جال بچھا رکھا ہے یہ کہہ کر اس نے ڈنڈا اٹھایا اور مولوی صاحب کو مارنا چاہا میں نے موقعہ کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے آواز دی۔ اصبر اصبر یا شیخ بحضرۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم تفعل ہکذا صل علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم عرب نے ڈنڈا روک لیا پھر میں نے اسے ٹھنڈا کیا اور مولوی صاحب کے سر سے یہ مصیبت ٹل گئی۔

آپ کا وصال ۱۳۵۱ھ گیارہ شعبان المعظم بوقت نیم شب شب منگل کو ہوا۔

وقت وصال دوستاں در نیم شب دیدم عیاں

درد مفاصل کی تکلیف تھی درد اس قدر تھا کہ چادر تک ہلانا برداشت نہ فرما سکتے تھے خود اٹھ بھی نہ سکتے تھے۔ شب وصال مجھے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت سناؤ۔ میں نے اعلحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی نعت ؎

پل سے اتار راہ گزر کو خبر نہ ہو

جبریل پر بچھائیں تو پر کو خبر نہ ہو

شروع کی گریہ شروع ہوا یکایک اُٹھ بیٹھے اور فرمانے لگے یہ درد اس درد کا غلام ہے جب وہ درد آجاتا ہے تو جسمانی درد رخصت ہو جاتا ہے راہ طلب میں سالکوں کو جو سوز اور وہ درد عطا کیا جاتا ہے جسمانی درد اس کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ جب وہ اپنا اثر کرتا ہے تو مادی دنیا کے تمام مسائل و اسباب یک قلم رخصت ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ یہی ہوا بہت دیر

تک گھٹنوں کے بل بیٹھے رہے۔

خرید سکتے ہیں دنیا میں عشرت پرویز
خدا کی دین ہے سرمایۂ غم فرہاد

گڑھی اختیار خاں کے قریب آپکا مزار زیارت گاہ خلائق ہے۔

حضرت شیخ ثالث قدس سرہٗ کے خلفاء کرام

حضرت مولانا عبدالرحیمؒ

آپ سابق ریاست قلات کے باشندے ہیں مولانا صاحبؒ مذکور عارف باللہ درویش تھے جب آپ ذکر و فکر میں مشغول ہوتے تو ایک قسم کا تبسم ہونٹوں پر کھیلتا رہتا یوں معلوم ہوتا جیسے زبان ذکر میں محو ہے اور آنکھیں دیدار یار میں لگی ہوئی ہیں اور راز و نیاز کا سلسلہ شروع ہے۔

نگاہ ہو تو بہائے نظارہ کچھ بھی نہیں
کہ بیچتی نہیں فطرت جمال و زیبائی

کسی دشمن نے ۱۹۴۹ء ماہ نومبر یا دسمبر میں نیند کی حالت میں شہید کر دیا۔

شیخ غلام رسول صاحب رونتی

حضرت شیخ غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ قوم لاڑ میں معزز ترین قبیلہ شیخ سے تعلق رکھتے ہیں۔ نہایت ہی عابد و زاہد مرتاض اشغال باطنی کا بیشتر حصہ آپ نے حضور شیخ ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں طے کیا اجازت آپ نے قبلہ شیخ ثالث قدس سرہٗ سے حاصل کی رونتی کی بستی آج کل طلباء و سالکین کی منزل مقصود ہے دور دور سے بادہ نوشش آتے ہیں اور مست ہو کر واپس ہوتے ہیں۔ ع

صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کیلئے

دعا ہے کہ ہمارے حضرت شیخ ثالث قدس سرہ کا یہ فیض تا قیامت جاری رہے

جامع کتاب آپ نے یہ فرماکر اجازت بخشی کہ سادات کرام کی نسبت ایسی قوی ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے کسی مزید اجازت کی ضرورت نہیں رہتی لیکن تکمیلاً اتصال سند کیلئے یہ سلسلہ متوارث چلا آیا ہے۔

حقیقت میں یہ سب حضرت کا کرم ہے اور مجھ میں جو کچھ ہے سب اسی کا ہے۔

اسی کے فیض سے میری نگاہ ہے روشن
اسی کے فیض سے میرے سبو میں ہے جیحوں

تصوّف کی بنیادی اور مشہورِ عالم کتاب

کشف المحجوب

مصنفہ

حجۃ الکاملین، امام الواصلین، حضرت ابوالحسن سید علی ہجویری

المعروف داتا گنج بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

سلیس مستند عالمانہ ترجمہ از

سید محمد فاروق القادری ایم اے

مقدمہ

میاں محمد سلیم صاحب حماد دربار داتا صاحب لاہور

علماء، مشائخ، محققین اور عوام کے لئے عالمانہ، عارفانہ، محققانہ، سلیس شگفتہ اور پیرابندی کے حُسن میں ڈھلا ہوا شایانِ شان ترجمہ۔ اِس کے علاوہ ضروری مقامات پر تشریحی نوٹس، آیاتِ کریمہ کے حوالہ جات اور مستند مقدمہ کے سبب کتاب کی اہمیت و افادیت دو چند ہے۔

فرید بُک سٹال، ۳۸ اردو بازار، لاہور

صفحات ۶۹۸

جامِ عرفان

سید العارفین، جنیدِ وقت حضرت حافظ محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۳۴ ـــــــ ۱۳۰۸ھ

بانیِ خانقاہ بھرچونڈی شریف سندھ کے ملفوظات کا اردو ترجمہ
اور آپ کی دینی و ملی خدمات کا مختصر جائزہ

تالیف و ترجمہ

سید محمد فاروق القادری ایم اے

فرید بک سٹال، ۳۸۔ اردو بازار لاہور ۲